امام حسین رضی اللہ عنہ
اور
یزید کے وکیل
ڈاکٹر محمود احمد ساقی
ادارہ اہل سنت وجماعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
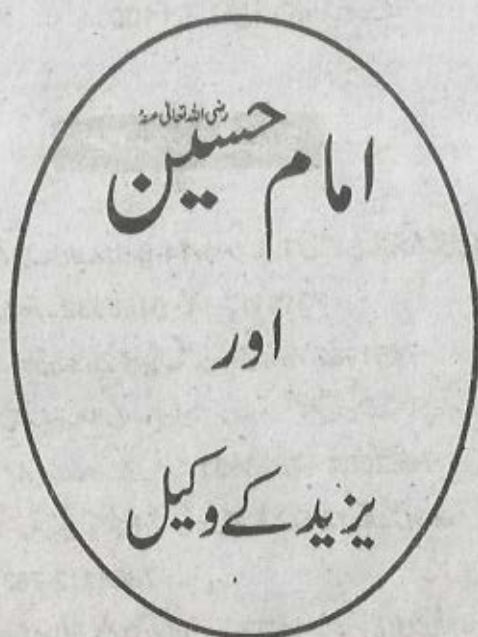
مصنف = ڈاکٹر محمود احمد ساقی

ادارہ اہلِ سنّت و جماعت - لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب	امام حسینؓ اور یزید کے وکیل
مولف	ڈاکٹر محمود احمد ساقی
اشاعت	دسمبر 2005
تعداد	1100
ھدیہ	(100) برائے تبلیغ ترویج و اشاعت

خصوصی معاونت / ملنے کے پتے

(1) رائے فقیر محمد ایف سی اے، 1-B-14-4- رائے ہاؤس۔ کالج روڈ نزد محمد علی چوک ٹاؤن شپ لاہور۔ 7313113-14-5153632

(2) چودھری محمد اسحاق۔ 283 سی بلاک گلشن راوی لاہور۔ 7461962

(3) حافظ صلاح الدین۔ صلاح الدین اینڈ سنز، فلاورز لیمپس پینٹنگ' شاپ نمبر 19-B 2- شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔ فون نمبر: 7638651 - 7662004

(4) حاجی محمد جمیل قریشی۔ سہیل گارمنٹس ہول سیل ڈیلر 12-D رنگ محل لاہور 7664112-7631417

(5) محمد سلیم قادری جلالی۔ ناظم اعلیٰ بزم رضویہ 14/37، داتا نگر بادامی باغ لاہور، موبائل نمبر۔ 0300-4043954

(6) سنی رضوی جامع مسجد۔ پاک ٹاؤن نزد پل بندیاں والا چونگی امر سدھو لاہور۔ 0300-4409470- 5812670

فہرست

باب 1

باب 2

باب 3

باب 4

باب 5

مقصد تحریر

اس کتاب کا مقصد تحریر یہ ہے کہ لوگ آل رسول ﷺ کے حقوق سے شناسا ہوں کیونکہ اس دور میں کچھ مسلمان آل رسول کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے بہت سی نیکیوں سے محروم اور انجانے پن سے ان کی شان میں گستاخی کر بیٹھتے ہیں۔ ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو ایسے احکامات سے آگاہ کیا جائے۔

الحمدللہ یہ کتاب اس ضرورت کو ہر طرح پورا کرتی ہے کیونکہ ہم نے اس سلسلہ میں کوئی پہلو ادھورا نہیں چھوڑا۔ ہر بات کو قرآن وحدیث اقوال صحابہ وآثار سے ثابت کیا ہے اور ایسی تفصیلی روشنی ڈالی ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد اس موضوع پر کسی قسم کی تشنگی باقی نہیں رہتی۔

ہم نے اس جماعت کو بے نقاب کیا ہے جو اپنے مفاد کی خاطر قرآن، حدیث اور شعار اسلامیہ کے خلاف نفرت و بے زاری کا اظہار کرنے والے بدفطرت افراد کی تصنیفات کو ''تحقیق'' کا نام دیتے ہوئے نہیں تھکتی حالانکہ ان کی یہ تحقیق اصل میں تنقید ہوتی ہے اور مقصد وہی کہ کسی طرح عالم گیر صداقتوں پر پردہ ڈال دیا جائے۔

بقول اقبال

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

آل رسول کے ادب واحترام سے خالی ''محققین'' نے تو حد ہی کر دی

1- محمود عباسی کی خلافت معاویہ

2- مولوی سلیمان کی سادات بنوامیہ

3- ابوالکلام آزاد اور ڈاکٹر اسرار احمد کی کتابیں (دونوں کا تقریباً ایک ہی موقف ہے)

4- ابن تیمیہ کی حسین و یزید

5- رشید ابن رشید — محمد دین بٹ

6- آؤ محرم تلاش کریں — ظہور احمد

7- حیات سیدنا یزید — ابوالحسین محمد عظیم الدین صدیقی

ان مذکورہ بالا کتب میں ''تحقیقی وخارجی'' ذہن کارفرما ہے۔

مثلاً نمونہ ملاحظہ ہو:

1- اہل بیت کے سلسلہ میں مسلمان افراط وتفریط کا شکار ہو گئے ہیں۔

3- امام حسین اپنی ذاتی عزت کے سوال پر شہید ہوئے۔

3- امام حسین کا خیال غلط اور باطل تھا۔

4- یزید کے خلاف امام حسین کا اقدام بغاوت وخروج تھا۔

(ماہنامہ الفرقان لکھنؤ اگست 1954ء)

ان سوقیانہ (بازاری، غیر معیاری) خیالات کے بارے میں سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے:

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

باب: 1

ڈاکٹر اسرار احمد بطور وکیل یزید

ڈاکٹر اسرار احمد یزید کی وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ سب سے اول قسطنطنیہ پر جہاد کرنے والا لشکر مغفور ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس لشکر کا امیر و قائد یزید تھا۔

(ماہنامہ میثاق اکتوبر 1982ء بمطابق صفر المظفر 1407ھ جلد نمبر 35 شمارہ نمبر 10 ص 25)

ڈاکٹر "صاحب" کے اعتقادات

1۔ یزید امیر المومنین تھا اور امام حسین باغی تھے۔

2۔ کربلا دو شہزادوں کی جنگ تھی حق و باطل کا معرکہ نہ تھا۔

3۔ یزید جنتی ہے اور امام حسین............؟

4۔ قتل حسین درست اور یزید بے قصور ہے۔

5۔ یزید مجاہد اسلام تھا۔

اپنے اس مضمون میں ڈاکٹر اسرار احمد نے ان نکات کو ثابت کرنے کے لئے اپنا موقف اپنے مخصوص انداز میں پیش کیا ہے۔

ابوالکلام آزاد کی لکھی ہوئی کتاب نام شہید اعظم

اس کے وہ چند دل آزار الفاظ، فقرے، جملے جو بہتر (72) صفحوں کی اس چھوٹی سی کتاب میں موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں:

مذکورہ کتاب کے صفحہ 58 پر

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بیباکانہ گفتگو

صفحہ 59 پر

حسین ؓ کی اجتہادی غلطی

صفحہ 60 پر

"حسین کے اجتہاد نے غلطی کی۔ وہ یہ آیت بالکل بھول گئے۔"

اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِیَدِکَ الْخَیْرُ

قارئین کرام! یہ آیت مبارک سورہ آل عمران کی 26 نمبر آیت ہے اور آزاد صاحب اس کا پہلا لفظ (قل) لکھنا بھول گئے ہیں۔ اس لفظ کا بھول جانا آزاد صاحب کے لئے قدرت کا یہ کھلا پیغام ہے کہ حضرت امام حسین ؓ نہیں بھولے یہ تو تم خود بھولے ہو۔

محمد ادریس فاروقی دیوبندی کی کتاب بنام سیرت حسین ؓ

کے چند اسی طرح کے دل دکھانے والے، نامناسب الفاظ و جملے اور انداز جو کسی عالم کے نہیں ہو سکتے یا جس کے یہ خیالات جان کر یوں لگتا ہے کہ میرے اس محترم کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے روحانی عالم کی ہوا تک نہیں لگی ہے۔

صفحہ 143 پر لکھتے ہیں۔

"باقی رہا یہ سوال کہ کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ ارشادات نبوی ﷺ نہ تھے؟ تو انہوں نے ان پر کیوں عمل نہ فرمایا..... تو گزارش ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے ذہن میں یہ ارشادات رسول ﷺ نہ ہوں۔

صفحہ 175 پر

"یہاں سے دو ایک باتیں اور معلوم ہوئیں، مثلاً یہ کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عالم الغیب نہ تھے کیونکہ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو حالات معلوم کرنے کے لئے مسلم بن

عقیل رضی اللہ عنہ۔''

صفحہ 176 پر

''یہاں سے دوسری یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ مشکل کشاء اور مالک ومختار نہیں، یہ منصب بھی محض خدا کا ہے، جو لوگ عقیدت ومحبت میں آپ کو مشکل کشا، اور مالک ومختار کہہ دیتے ہیں، وہ بہت بڑی غلطی کا شکار ہیں، آپ غور فرمائیے کہ جو خود مشکل میں گرفتار رہا ہو، وہ بھلا مشکل کشا کیسے ہو سکتا ہے؟ اور جو واپس جانے کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ بھلا مالک ومختار کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ سب خوش فہمیاں''۔

صفحہ 181 پر

''اصلی جو موضوع زیر بحث ہے، وہ یہ ہے کہ معرکہ کربلا کو ایک اتفاقی حادثہ اور افسوسناک سانحہ کہا جاسکتا ہے، حق وباطل کا معرکہ نہیں کہا جاسکتا۔''

صفحہ 182 پر

''باریک بین حضرات نے بیان کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:
فاضع یدی علی ید یزید، یعنی مجھے یزید کے پاس جانے دو'' تا کہ میں اس کی بیعت کروں'' آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی متعدد شیعہ وسنی کتب میں موجود ہے۔

صفحہ 187 پر

''چنانچہ ابھی آپ کوفہ سے تین منازل دور تھے کہ آپ نے اپنا رخ کوفہ سے پھیر کر دمشق کی جانب کرلیا، مقام القرعا سے دو راستے نکلتے تھے۔ ایک کوفہ کی طرف اور دوسرا دمشق کی طرف...... کربلا دمشق کے راستے میں پڑتا ہے، یہاں سے کوفہ تقریبا تیس میل دور تھا۔ نقشہ ملاحظہ کیجئے (کتاب میں نقشہ بنایا ہوا ہے) یہ نقشہ آج بھی اسی طرح ہے جس کا جی چاہے پتہ کرسکتا ہے۔''

مولوی ادریس دیوبندی کا پیش کردہ نقشہ۔
ایک کھلا جھوٹ، غلط بیانی

کرنل ڈاکٹر محمد عمر خان لکھتے ہیں

محمد ادریس صاحب نے اپنی پسند کا نقشہ بنا کر لکھ دیا ہے کہ یہ نقشہ آج بھی اسی طرح موجود ہے جس کا جی چاہے پتہ کر سکتا ہے۔ قارئین کرام! کوفہ سے مکہ سولہ سو کلو میٹر جنوب مغرب میں ہے اور کوفہ سے قادسیہ 55 کلومیٹر مشرق جنوب میں ہے جبکہ کوفہ سے کربلا 90 کلومیٹر شمال شمال مغرب میں ہے یعنی کہ کربلا، کوفہ، قادسیہ یہ تینوں مقام تقریباً ایک خط مستقیم پر واقع ہیں اور وہ خط مستقیم شمال شمال مغرب سے مشرق مشرق جنوب کی سمت میں ہے جس کے شمال شمال مغرب والے سرے پر کربلا اس سے 90 کلومیٹر نیچے کوفہ اور پھر مشرق مشرق جنوب والے سرے پر کوفہ سے 55 کلومیٹر کے فاصلہ پر قادسیہ ہے۔ جب کہ مذکورہ نقشہ میں قادسیہ اور کربلا شہر کوفہ سے تقریباً 45 درجے کا زاویہ بناتے ہیں۔ حقیقت جاننے کے لئے درج ذیل کو توجہ سے پڑھیے۔

قارئین کرام! محمد ادریس فاروقی صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب میں اپنے لکھے ہوئے کی صداقت اور اس کو زیادہ معتبر بنانے کی خاطر کتاب کے صفحہ 187 میں ایک نقشہ پیش کیا ہے اور انہوں نے اس نقشہ کے بارے میں پورے وثوق سے لکھ دیا ہے کہ "یہ نقشہ آج بھی اسی طرح ہے جس کا جی چاہے پتہ کر سکتا ہے۔" یعنی کہ ان کے خیال علم و یقین میں مذکورہ نقشہ فاصلہ، سمت وغیرہ کے لحاظ سے بالکل ایسا ہی ہے جیسے سرزمین عراق پر یہ شہر

مقام اس وقت موجود تھے اور اب بھی ہیں۔ جو چاہے اس نقشہ کے مطابق تصدیق کر سکتا ہے اس میں فرق نہیں پائے گا۔

اس خیال سے کہ آپ نقشہ مذکورہ کی حقیقت جان جائیں میں اس کتاب سے نقشہ نقل کر کے اسے اس کی اسی شکل و سائز میں یہاں پیش کر رہا ہوں اور اس کے ساتھ ہی اس سے موازنہ کرنے کی خاطر میرا اپنا تیار کردہ نقشہ بھی پیش خدمت ہے۔ میں نے یہ نقشہ کسی اٹلس کو دیکھ کر نہیں بنایا ہے بلکہ پہلے میں نے ملک عراق کے ان شہروں، علاقہ، مقامات کو سانحہ کربلا، تاریخ اسلام، تاریخ عالم کو مدنظر رکھ کر بہت اچھی طرح گھوم پھر کر دیکھا ہے اور پھر یہ نقشہ اپنے مشاہدات وعلم کے مطابق بنایا ہے۔

یہ دونوں نقشے ایک ہی علاقہ سے متعلق ہیں اور دونوں ایک بہت ہی تاریخی واقعہ کے حوالہ سے بنائے گئے ہیں۔ مذکورہ نقشہ میں شہر قادسیہ اور مقام کربلا، یہ دونوں مقام شہر کوفہ کے ساتھ ایک دوسرے سے تقریباً 45 درجے کا زاویہ بناتے ہیں جبکہ میرے پیش کردہ نقشہ کے مطابق شہر قادسیہ، کوفہ اور کربلا، تینوں تقریباً ایک خط مستقیم پر واقع ہیں یا ایک دوسرے کے ساتھ وقوع کے لحاظ سے خط مستقیم بناتے ہیں اور خط مستقیم 180 درجے کا ہوتا ہے۔ اس لئے ان دونوں نقشوں میں بہ لحاظ وقوع مقامات اور ان کے درمیان راستوں سمت اور فاصلے کا بہت فرق ہے اور بھی نقشہ میں مقام وقوع، سمت، درمیانی فاصلے ہی تو اہم ہوتے ہیں۔ اب ظاہر ہے ان دونوں میں سے ایک ہی صحیح ہو سکتا ہے یعنی کہ ایک ہی زمینی حقائق کے قریب تر ہو سکتا ہے۔

میں نے اس کتاب میں جو بھی نقشے پیش کئے ہیں وہ میں نے خود بنائے ہیں اور پوری دیانتداری سے بین الاقوامی معیار کے مطابق بنائے ہیں، ان میں ہر ممکن مقام وقوع، فاصلے، سمت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اگر کسی کو ان کے معیاری ہونے میں شک گزرے تو اسے چاہئے کہ وہ آکسفورڈ اٹلس میں دیئے گئے نقشہ مشرق وسطی میں نقشہ ملک عراق سے اس کا موازنہ کرے اور اپنی تسلی کرلے اور اگر میرے پیش کردہ نقشوں میں نمایاں فرق پائے تو اخلاقاً مجھے اس سے آگاہ کردے تاکہ میں اس کی تصحیح کردوں۔

مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اتنے اہم تاریخی، اسلامی تاریخی واقعات سے منسلک مقامات وراستوں کے متعلق نقشہ پیش کرنے میں محمد ادریس فاروقی دیوبندی نے ذرا بھی سنجیدگی سے کام نہیں لیا ہے اور اس پر ستم ظریفی کہ پورے وثوق سے لکھ دیا ہے کہ ''یہ کہ ہم اپنی پاکیزہ، درخشاں، پرنور، روشن مشعل راہ سے رہنمائی حاصل کرنے کی بجائے مشعل راہ اور اس کے نور کو ہی اندھیروں میں گم کر دینا چاہتے ہیں۔ اب اس نقشہ کے معیار کو ہی لیجئے، اس نے تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ محمد ادریس فاروقی صاحب نے اپنی کتاب میں بانیان دین، تاریخ اسلام، سانحہ کربلا، امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے انہوں نے اس کے لکھنے میں بھی اسی معیار کی غیر سنجیدگی کو اپنایا ہے۔ مختصراً یہ کہ آپ یہ نقشے دیکھ لیں سچ اور جھوٹ آپ پر خود ہی ظاہر ہو جائے گا اور پھر لکھنے والے کی کتاب کا معیار متن و پیغام امت مسلمہ کے لئے اسی تناسب سے اچھا یا برا ہوگا۔

ادریس آپ نے مندرجہ بالا میں یہ تاثر دیا ہے کہ حضرت امام حسین ؑ نے وہ راستہ اپنی مرضی سے اختیار کیا جو کہ صریحاً غلط بیانی ہے اور تاریخ میں خیانت ہے۔ القرعا یا سرات سے بھی مقام کربلا کا رخ شمال مغرب کی طرف تھا اس لئے جب آپ کا قافلہ غریب الھجات پہنچا تو کوفہ کو اپنے دائیں طرف 30 کلومیٹر چھوڑتے ہوئے نینوا، کربلا کی سمت میں بڑھتا گیا۔

صفحہ 219 پر مولوی ادریس دیوبندی لکھتے ہیں

''دیکھ لیجئے کہ میدان کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن کے لشکر میں گھر چکے ہیں اور ایسے گھرے کہ کوشش کے باوجود نکل نہ سکے ...... اور پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے قافلے پر وہ مظالم ہوئے کہ جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس مشکل سے دوسروں کو رہائی دلانا تو رہا الگ، آپ ؓ خود اپنی ذات کو نہ بچا سکے۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں لوگ ''مشکل کشا'' کہتے ہیں، خود اپنے لخت جگر کی مشکل دور نہ فرما سکے اور حضرت سرور عالم ﷺ جنہیں بعض حلقوں میں ''مختار

کل ''اور حاجت روا کہا جاتا ہے اپنے نواسے کی حاجت روائی نہ فرما سکے۔''

میرے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ، آزار کن یہی الفاظ، فقرے اور انداز کفریہ بیان تھا اور اس آخری فقرے میں تو جناب محمد ادریس فاروقی دیوبندی حد سے گزر گئے ہیں کہ خاتم النبیین، سید المرسلین، افضل الانبیا، انسان کامل، پیغمبر اول و آخر، شاہد، حاضر و ناظر، ہادی دو عالم حضرت محمد رسول ﷺ (جن کے سبب یہ کائنات بنی ہے) کو بھی نہیں بخشا۔ (نعوذ باللہ کتنی بری سوچ ہے۔)

ہم مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ ہم ہی میں سے چند لوگ بھٹک جاتے ہیں، بک جاتے ہیں اور اسلام مخالف قوتوں کے آلہ کار بن جاتے ہیں پھر ان کی ہدایت و خواہش کے مطابق دین، بانیان دین، صحابہ کرام، آل پاک و تاریخ اسلام وغیرہ کے بارے میں منظم طریقے سے شکوک و شبہات و ابہام پیدا کرتے ہیں جیسے کہ کچھ عرصہ سے برصغیر میں یزید نواز (یزید پسند) طبقہ کر رہا ہے اور صد افسوس کہ اس کی ابتداء بھی ایک مسلمان نے کی ہے۔

اگر کوئی قرآن کے من پسند معنی کرتا ہے، احادیث کے الفاظ و معنی میں ردوبدل کرتا ہے، اسوہ حسنہ میں کہیں بھی خامی تلاش کرتا ہے، صحابہ کرام اور آل رسول، آل پاک کا احترام و اتباع کرنے میں غافل ہے عار محسوس کرتا ہے یا بغرض عداوت و بغض ان میں امتیاز کرتا ہے، یا جو کسی طرح سے بھی ان سب کی شان میں مناسب اور شایان شان الفاظ و انداز کو نہیں اپناتا یا افضل الانبیاء کے افضل صحابہ اور آل پاک یا بالفاظ دیگر روئے زمین پر سب سے زیادہ عزت و شرف والوں کے مقابلہ میں کسی غیر صحابہ یا غیر آل پاک کو لے آتا ہے جیسا کہ آج کل یزید نواز طبقہ اپنی مذموم حرکات میں مصروف ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص چاہے اس نے اپنے اوپر اپنی حقیقت کو چھپانے کے لئے کتنے ہی اور کسی طرح کے بھی لبادے اوڑھ رکھے ہوں وہ اندر سے دین اسلام سے قطعاً مخلص نہیں ہے۔ وہ دین اسلام کی مخالف قوتوں کا آلہ کار ہے، وہ اپنے آقاؤں کے اشاروں پر ان کی مدد سے ہمارے دین و ایمان کی اس عمارت کو، اس کی بنیادیں کھوکھلی کر کے، ستونوں کو کمزور کر کے گرانا چاہتا ہے۔ ان مار آستینوں سے ہم نے خبردار رہنا ہے کہ یہ ہمیں اپنے نظر آتے ہیں لیکن صد افسوس کہ یہ

اپنے نہیں ہیں اور یہ ملت اسلامیہ میں انتشار، بے چینی کا سبب بنتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری قوت، باہمی اخوت وطاقت کمزور پڑتی ہے اور یہ نا سمجھ لوگ اسلام کو اسلام مخالف قوتوں کے مقابلہ میں کمزور ہی دیکھنا چاہتے ہیں تا کہ بے حیائی بے شرمی اور دیگر برائیوں کا بول بالا ہو اور خوبی، اچھائی، بھلائی دب جائے اور یوں ایک بے دین کمزور معاشرہ ظہور پذیر ہو جس پر غیر اسلام پسند، اسلام مخالف قوتوں کی آرام سے بالا دستی قائم ہو سکے۔

اب جو یزید کی حمایت یا صفائی پیش کی جا رہی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ گندوں کو پاک کے برابر لانا، بروں کو اچھوں کے برابر لانا، چاہے وہ لکھنے یا بحث و مباحثہ کی حد تک ہو یا کسی اور صورت، مقصد یہ ہے کہ اچھوں کا، عزت وشرف والوں کا، عزت واحترام واتباع کم کیا جائے اور رفتہ رفتہ ختم کر دیا جائے۔

قارئین کرام! کیا یزید کے بارے میں ان کو معلوم نہیں کہ یزید کی کردار سازی اور اسے حاکم برحق قرار دینا حقیقت میں ملت اسلامیہ کے دلوں سے اسلام کی اور اہل بیت کی محبت وعظمت کو نکالنے کی کوشش کرنا ہے۔ یہ کون نہیں جانتا یزید کی ولی عہدی کے وقت سے اسلام کی تاریخ میں غیر شرعی موروثی نظام حکومت کا سلسلہ شروع ہوا۔

یہ کون نہیں جانتا کہ واقعہ حرہ میں مدینہ میں انصار ومہاجرین پر جو قیامت ٹوٹی اس کا ذمہ دار بھی یزید تھا جس نے تین روز تک شام کے لشکروں کو یہ آزادی دے دی کہ جس کو چاہیں قتل کریں اور جس گھر کو چاہیں لوٹ لیں وہ جس کی ناموس وعزت چاہیں تاراج کریں اور حقیقت میں ہزاروں پاک دامن خواتین کی عصمت دری کی گئی۔

کون نہیں جانتا کہ یزید ہی کے حکم سے مسجد نبوی کی حرمت پامال کی گئی، وہ بقعہ پاک، جہاں جبریل امین اترتے تھے اور جس کے ایک حصے کو جنت کی کیاریاں یعنی ''ریاض الجنۃ'' کہا گیا ہے، وہاں گھوڑے باندھے گئے۔ یزید پلید کی طرف سے یہ ظلم وستم، بربریت، قتل و غارت گری کی قیامت صغریٰ ان انصار ومہاجرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کی آل واولاد پر برپا کی گئی، جو نبی اکرم ﷺ کو اپنی حفاظت میں مکہ سے مدینہ لائے، آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔ ہر جگہ ہر میدان میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ جنہوں

(سربراہ انصار مدینہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ ہم آپ کے حکم پر سمندر میں بھی کود جائیں گے اور جنہوں نے یہ عملی طور پر بھی کر کے دکھلا دیا کہ جنگ کی آگ کے دریا میں بار بار کودے، صحراؤں کو پاپیادہ عبور کیا، دریا عبور کئے اور بوقت ضرورت حقیقی معنوں میں سمندروں میں، دریاؤں میں گھوڑے دوڑا دیئے اور خود بھی کود گئے، یہ وہ مقدس صحابہ کرام اور ان کی آل و اولاد تھے جو فتح مکہ و حنین کے بعد جب دوسرے لوگوں نے مال غنیمت لیا تو ان کے ساتھ آپ ﷺ خود تشریف لے آئے اور ان ہی کے پاس رہے۔ یہ وہ مقدس ہستیاں اور ان کی آل و اولاد تھی جنہیں آپ ﷺ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا اور جو آپ ﷺ کے دل و نگاہ مبارک میں خصوصی مقام رکھتے تھے۔ جن کے بارے میں قرآن حکیم میں رب العالمین کا ارشاد ہے کہ ''اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ کیا یہ مقدس نفوس اور ان کی آل اولاد اس لائق تھے کہ ان کے گھروں میں گھس کر ان کو قتل کر دیا جائے؟ کیا اس واقعہ کے بعد یزید کی کردار سازی کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔

یزید نے مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کرائی، حرم پاک کا محاصرہ کیا، منجنیق سے خانہ کعبہ پر گولہ باری کی گئی کہ خانہ کعبہ کا غلاف جل گیا، چھت کو آگ لگ گئی اور جو متبرک دنبہ کے سینگ محفوظ تھے وہ بھی جل گئے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالات کا اندازہ لگانے میں غلطی کی، اس وقت یقین کے ساتھ یہ فیصلہ کرنا آسان نہ تھا اور کوفہ کے عمائدین کے بے شمار خطوط کو انہوں نے اپنے موقف کے لئے دلیل بنایا تھا، انہوں نے اخلاص سے جس موقف کو صحیح سمجھا اسے اختیار کیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت بڑے فنکارانہ طریقہ سے ہو رہی ہے اور بڑی چابک دستی کے ساتھ یزید کی صفائی پیش کی جا رہی ہے۔ تاثر یہ دیا جا رہا ہے کہ ایک دو بزرگوں کو چھوڑ کر کوئی یزید کا مخالف نہ تھا۔ اس بارے میں جو بات بار بار دہرائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف یہ کہ بیعت کر لی بلکہ بیعت کی مخالفت کرنے والوں کو نصیحت بھی کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس

یہ دونوں بزرگ شروع سے یزید کی ولی عہدی اور یزید کی خلافت کے مخالف تھے۔ خلافت راشدہ کے بعد اسلام کا اجتماعی ڈھانچہ بدل رہا تھا اور سیاسی نظام شروع ہوا تھا وہ منہاج سنت پر مبنی نہیں تھا اور یہ بات صحابہ کرام اور اہل دین تقویٰ کے لئے بڑی صبر آزما تھی لیکن یہ حضرات دیکھ رہے تھے کہ اس صورت حال کی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ شام کی حکومت کی نظروں میں نہ اہل دین کا تقدس ہے نہ دین کا احترام اور نہ خود اس کی دینی تربیت ہو سکی ہے۔ مذہب اور سیاست کے راستے الگ ہو چکے ہیں اب ہتھیار ڈالنے اور بدرجہ مجبوری بیعت کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ پہلے رسول اللہ ﷺ جب کسی علاقہ میں گورنر کو بھیجتے تھے تو نرمی اختیار کرنے کی تلقین کرتے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن کی گورنری پر مامور کیا تو نصیحت کی ''یسروا ولا تعسر'' نرمی اور آسانی پیدا کرنا سختی نہ کرنا۔ یہی طریقہ خلافت راشدہ کے عہد میں بھی تھا لیکن بنوامیہ کے زمانے کے گورنر تمام دینی تقاضوں کو فراموش کر کے ظلم پر ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے۔ حجاج کے مظالم کو دیکھ کر حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

''اے اللہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں اور اس سے ڈرتا ہوں جو تجھ سے نہیں ڈرتا۔''

ظلم وستم کی خونچکاں داستانیں جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان حالات میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت جن کے روز و شب و تسبیح و تلاوت اور مسلسل عبادت میں گزرتے ہوں بیعت کر لیتے ہیں اور اسی طرح سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر میں آمادہ بیعت ہو جاتے ہوں تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ان حضرات کے طرز عمل کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقدام کو غلط ثابت کرنے کے لئے دلیل بنا کر پیش کیا جائے اور اللہ کی مخلوق کو گمراہ کیا جائے۔ خلافت راشدہ کے بعد اہل دین کی اکثریت نے اس وقت کے حالات میں جو ممکن ہو سکا وہ کیا۔ انہوں نے حکومت وقت سے قطع تعلق کر لیا اور گوشہ نشین ہو گئے۔ اپنے اپنے حالات، طریقے کے مطابق خاموش پر خلوص دعائیں، جدوجہد شروع کر دی تاکہ دینی اور اخلاقی نظام پر سیاسی نظام کی غلط کاریوں کا سایہ کم سے کم پڑے اور ان حالات میں وہ یہی کچھ کر سکتے تھے۔

باب 2

یزید وحدیث قسطنطنیہ اور ڈاکٹر اسرار احمد

یزید ملعون، جس نے مسجد نبوی اور خانہ کعبہ کی سخت بے حرمتی کی۔ جس نے ہزاروں صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بے گناہ قتل عام کیا۔ جس نے مدینہ طیبہ کی پاک دامن خواتین کو اپنے لشکر پر حلال کیا اور جس نے جگر گوشہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر پیاسا ذبح کیا۔

ایسے بدبخت اور مردود یزید کو پیدائشی جنتی اور بخشا بخشایا ثابت کرنے کے لئے آج کل کچھ لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، ایسے لوگ حقیقت میں اہل بیت رسالت کے دشمن، خارجی اور یزیدی ہیں۔ اس بدبخت کی حمایت میں وہ لوگ بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو حدیث قسطنطنیہ کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ ان باطل پرست یزیدیوں کا مقصد یہ ہے کہ جب یزید کی بخشش اور اس کا جنتی ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایسے شخص کی بیعت کرنا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کرنا بغاوت ہے اور سارے فتنہ وفساد کی ذمہ داری انہی پر ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

یزیدی گروہ جو حدیث پیش کرتا ہے وہ یہ ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ جَیْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَةَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔

(بخاری شریف جلد 1 صفحہ 410)

ڈاکٹر اسرار احمد کے خیال کے مطابق قیصر کے شہر پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے لہذا

وہ بخشا بخشایا ہوا پیدائشی جنتی ہے۔

حدیث مبارک کا صحیح ترجمہ تو یہ ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

’’میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔‘‘ اس میں کسی ایک شہر کو بنام مخصوص نہیں کیا ہے لیکن اس سے زیادہ تر نے مراد شہر قسطنطنیہ ہی لیا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جہاد کے لئے تصحیح نیت ضروری ہے یعنی جو جہاد بھی کیا جائے، وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہو اور اپنے ذوق وشوق سے ہو، یہ بھی کہ دوسرے کے دباؤ میں آ کر ناخوش دلی سے جنگ میں شریک ہو جائے اور صرف امارت کے خیال سے روانہ ہو جائے۔ یزید کے ساتھ یہی صورت ہوئی کہ وہ اس جہاد میں شریک ہونے کے لئے بالکل تیار نہ تھا اور جہاں تک بن سکا اس نے ٹال مٹول کی کوشش کی، جب مجاہدین کرام محاذ پر تھے اور وہاں مختلف قسم کی مشقتیں برداشت کر رہے تھے وبا اور قحط میں مبتلا تھے تو یہ بڑے ٹھاٹھ سے اپنے عشرت کدہ میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی کے ساتھ داد عیش دے رہا تھا، اور مجاہدین کا مذاق اڑا رہا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو آپ نے سختی کے ساتھ حکم دے کر، باجبر اس کو محاذ پر روانہ کیا اس پورے واقعہ کی تفصیل تاریخ ابن خلدون (جلد 3، صفحہ 20) اور کامل ابن اثیر میں موجود ہے۔ چنانچہ حافظ مورخ ابن الاثیر 49ھ کے واقعات کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اور اسی سنہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ 50ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد کے لئے ایک بڑا بھاری لشکر شہر روم کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر کا امیر سفیان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا مگر یزید نے تعمیل حکم میں گرانی محسوس کی اور بہانہ کر دیا۔ سستی کی اور معذرت کر دی۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے بھی اس کو رہنے دیا۔ وہاں جنگ میں لوگ بھوک اور شدید مرض کا شکار ہوئے تو یزید نے یہ شعر کہے:

’’مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ غذقدونہ (روم میں مسلمانوں کا فوجی کیمپ) میں مسلم مجاہدین کے دستہائے فوج (فوجی یونٹس) کو بخار اور چیچک کا سامنا ہے جبکہ میں دیر مران میں گدوں

پر اونچے اونچے تکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں اور میرے سامنے ام کلثوم ہے (ام کلثوم یزید کی بیوی عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھی) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کو قسم دے کر بتاکید کہا کہ اسے روم میں سفیان کے پاس پہنچنا ضروری ہے تاکہ وہ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں یہ بھی گرفتار ہو۔ اب جو یہ روانہ ہوا تو اس کے والد ماجد نے ایک انبوہ کثیر کا اس کے ساتھ اور اضافہ کر دیا۔ اسی لشکر میں حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ بھی تھے اور عبدالعزیز بن زرارہ کلابی بھی۔ چنانچہ یہ لوگ بلاد روم (ملک، شہر روم) میں گھستے ہی چلے گئے تا آنکہ تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے قسطنطنیہ تک جا پہنچے۔''

(کامل ابن اثیر جلد 3 صفحہ 181 تا 183)

یہ ہے یزید کے غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت کی حقیقت، واقعہ یہ ہے کہ یزید سیر وشکار شعرو شاعری، رقص اور موسیقی کا متوالا عیاش، آرام پرست اور مکمل دنیا پرست تھا۔ وہ جہاد میں نہ اپنے والد ماجد کی زندگی میں پڑنا چاہتا تھا اور نہ اپنے دور میں چنانچہ حکومت سنبھالنے پر پہلا خطبہ جو اس نے دیا، وہ اس کی بری، آرام پرست اور مذہب سے بیزار فطرت وطبیعت کی خوب عکاسی کرتا ہے۔ اس کا آئینہ دار ہے۔

''مدینہ قیصر'' سے کیا مراد ہے؟

اس حدیث میں ''مدینہ قیصر'' کے جو الفاظ ہیں وہ بھی غور طلب ہیں۔ ''مدینہ قیصر'' یعنی ''شہر قیصر'' کا تعین کسی حدیث میں مذکور نہیں کہ اس شہر سے کونسا شہر مراد ہے۔ اس لئے اس کے تعین میں تین شہروں کا نام لیا جاسکتا ہے۔

(۱) ''مدینہ قیصر'' سے مراد وہ شہر ہے جہاں قیصر اس وقت مقیم تھا جبکہ زبان رسالت سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے یعنی ''حمص (موجودہ نام حلب)'' جو کہ شام کا مشہور شہر ہے اور جو یزید کی پیدائش سے پہل پہلے 17ھ میں عہد فاروقی ہی میں فتح ہو چکا تھا۔ بعض علماء نے

اس حدیث میں ''مدینۂ قیصر'' سے ''شہر حمص'' ہی کو مراد لیا ہے۔

(۲) شہر ''رومو'' جو قدیم زمانے سے قیاصرہ روم کا دارالسلطنت چلا آ رہا تھا۔ ''رومو'' پر بھی اگرچہ مسلمان حملہ آور ہو چکے ہیں لیکن یہ حملہ یزید کی حیات میں نہیں ہوا ہے بلکہ اس کے مرنے کے بعد کا واقعہ ہے۔

(۳) قہر ''قسطنطنیہ'' جو قسطنطین اعظم کا پایہ تخت تھا۔

اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد ﷺ کا فرمان حق ہے لیکن قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے۔ یہ دعویٰ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ یزید نے قسطنطنیہ پر کب حملہ کیا اس کے بارے میں چار اقوال ہیں 49ھ، 50ھ، 52ھ اور 55ھ۔

(کامل ابن اثیر جلد 3 صفحہ 131، البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 32، عمدۃ القاری شرح بخاری جلد 14 صفحہ 198 اور اصابہ جلد اول صفحہ 405)

اس سے نتیجہ اخذ ہوا کہ یزید 49ھ سے 55ھ تک قسطنطنیہ کی کسی جنگ میں شریک ہوا ہے سپہ سالار وہ رہا ہو یا حضرت سفیان بن عوف اور وہ معمولی سپاہی رہا ہو مگر یہ مصدقہ امر ہے کہ قسطنطنیہ پر اس سے پہلے حملہ ہو چکا تھا جس کے سپہ سالار حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور ان کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری بھی تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ دیکھئے حدیث کی معتمد و مشہور کتاب ابوداؤد شریف صفحہ 340 اور حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال 46ھ یا 47ھ میں ہوا جیسا کہ البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 31، کامل ابن اثیر جلد 3 صفحہ 229 اور اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 440 میں ہے۔

پس اس سے یہ مصدقہ طور پر معلوم ہوا کہ آپ (حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) کا حملہ قسطنطنیہ پر 46ھ یا 47ھ سے پہلے ہوا اور تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ یزید قسطنطنیہ کی ایک جنگ کے علاوہ کسی میں شریک نہیں ہوا تو ثابت ہو گیا کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسطنطنیہ پر جو پہلا حملہ کیا تھا اس میں شریک نہیں تھا تو پھر حدیث اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِی الخ میں یزید داخل نہیں اور جب وہ داخل نہیں تو اس

حدیث شریف کی بشارت کا بھی وہ مستحق نہیں اور یاد رکھئے کہ ابوداؤد شریف صحاح ستہ میں سے ہے عام کتب تاریخ کے مقابلے میں اسی کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ رہی یہ بات کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال اس جنگ میں ہوا کہ جس کا سپہ سالار یزید تھا تو اس میں کوئی خلجان نہیں اس لئے کہ قسطنطنیہ کا پہلا حملہ جو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ہوا آپ اس میں بھی شریک رہے۔

اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا جو لشکر تھا اس میں یزید موجود تھا پھر بھی یہ ہرگز نہیں ثابت ہوگا کہ اس کے سارے کرتوت معاف ہوگئے اور وہ جنتی ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں یہ بھی ہے ''جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کو بخش دیا جاتا ہے۔''

(ترمذی جلد 2 صفحہ 97)

اور حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: ''جو ماہ رمضان میں روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہوں کے لئے مغفرت ہے۔''

(مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی، مشکوٰۃ صفحہ 174)

اور سرکار اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث یہ بھی ہے: ''روزہ وغیرہ کے سبب ماہ رمضان کے آخری رات میں اس امت کو بخش دیا جاتا ہے۔'' (مسند احمد، مشکوٰۃ صفحہ 174)

اگر ڈاکٹر اسرار جیسے وکلائے یزید کی بات مان لی جائے تو ان احادیث کریمہ کا کیا یہ مطلب ہوگا کہ مسلمان سے مصافحہ کرنے والے، روزہ دار کو افطار کرانے والے اور رمضان میں روزہ رکھنے والے سب بخشے بخشائے جنتی ہیں۔ اب اگر وہ حرمین شریفین کی بے حرمتی کریں تو معاف، کعبہ شریف کو کھود کر پھینک دیں تو معاف، مسجد نبوی میں غلاظت ڈالیں تو معاف ہزاروں بے گناہ قتل کر ڈالیں تو معاف، یہاں تک کہ اگر سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جگر پاروں کو تین دن کا بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کر ڈالیں تو وہ بھی معاف اور جو چاہیں کریں...... معاف، نعوذ باللہ من ذلک۔

(حق، حقیقت، حقائق از کرنل (ر) محمد عمر خان، مطبوعہ ضیاء القرآن ص 366 تا 393)

روافض، خوارج اور اہل سنت و جماعت

دنیائے اسلام میں کئی گروہ یا فرقے ہیں۔ ان فرقوں میں ایک فرقہ وہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مخالف ہے جبکہ ایک فرقہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہا کا مخالف ہے اور ایک جماعت وہ بھی ہے جو دونوں سے عقیدت و محبت رکھتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مخالفین کو ''رافضی'' کہتے ہیں۔ اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مخالفین کو ''خارجی'' کہتے ہیں اور جو دونوں کے محب اور عقیدت مند ہیں انہیں ''اہلسنت و جماعت'' کہتے ہیں۔

امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشن کے مخالفین اور یزید کے وکلاء خود اپنے کردار سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ کس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یزید کے وکلاء کی یزید کی حمایت میں سب سے بڑی دلیل ''حدیث قسطنطنیہ'' ہے۔ جس میں ''مغفور لهم'' کے الفاظ ہیں۔

حدثنا اسحاق بن یزید الدمشقی ثنا یحیی بن حمزة ثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان ان عمیر بن الاسود العنسی حدثه انه اتی عبادة بن صامت وهو نازل فی ساحل حِمصَ وهو فی بناءٍ له و معه ام حرام قال عمیر فحدثتنا ام حرام انها سمعت النبی ﷺ یقول: ''اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا''

قالت ام حرام: ''قلت یا رسول الله انا فیهم قال انتِ فیهم''

قالت ثم قال النبی ﷺ ''اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر

مغفور لهم" قلت انا فیهم یا رسول اللہ قال لا (بخاری 1، 410، 409)

(ترجمہ) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''ہم سے اسحاق بن یزید دمشقی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، کہا مجھ سے ثور بن یزید نے انہوں نے کہا خالد بن معدان سے روایت ہے کہ عمیر بن اسود عنسی نے ان سے بیان کیا کہ وہ (حضرت) عبادہ بن صامت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس آئے جب کہ وہ حمص کے ساحل پر ایک مکان میں تھے۔ (ان کی بیوی حضرت) ام حرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ان کے ساتھ تھیں۔ (حضرت) عمیر نے کہا ہم سے (حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (حدیث پاک) بیان کی کہ اس نے نبی کریم (ﷺ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں (سوار ہوکر) جنگ کرے گا۔ (قد اوجبوا) تحقیق ان کے لئے واجب ہوگئی (یعنی بہشت)۔ (حضرت) ام حرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے عرض کیا! یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو ان میں ہوگی۔ کہتی ہیں پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں جہاد کرے گا (مغفور لهم) وہ مغفور ہوگا یعنی اس کی بخشش ہوگی۔ (حضرت) ام حرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کہتی ہیں میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) کیا میں اس میں بھی ہوں گی؟ فرمایا نہیں!''

ان دو لشکروں کا ذکر صحیح بخاری شریف میں چند دیگر مقامات پر بھی ہے مگر وہاں ''قد اوجبوا'' اور ''مغفور لهم'' کے الفاظ نہیں ہیں اور مذکورہ دو لشکروں کا ذکر مختلف احادیث میں کچھ اس طرح پھیلا ہوا ہے۔ مثلاً بخاری شریف کے:

باب الدعا بالجهاد و الشهادة للرجال و النساء (یعنی مردوں اور عورتوں کے لئے جہاد اور شہادت کے لئے دعا کرنا) کے باب میں ہے۔

حدثنا عبدالله ابن یوسف عن مالک عن اسحق بن عبدالله بن ابی طلحة عن انس بن مالک انه سمعه یقول کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یدخل علی ام حرام بنت ملحان فتطعمه و کانت ام حرام تحت

عبادة بن الصامت فدخل عليها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فاطعمته و جعلت تفلی راسه فنام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ثم استیقظ وهو یضحک قالت فقلت مایضحکک یا رسول اللّٰہ قال ناسٌ من امتی عرضوا عَلَیَّ غزاة فی سبیل اللّٰہ یرکبون ثبج هذا البحر ملوکا علی الاسرة او مثل الملوک علی الاسرة شک اسحاق قالت فقلت یا رسول اللّٰہ ادع اللّٰہ ان یجعلنی منهم فدعا لها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ثم وضع راسه ثم استیقظ وهو یضحک فقلت و ما یضحکک یا رسول اللّٰہ قال ناسٌ من امتی عرضوا علی غزاة فی سبیل اللّٰہ کما قال فی الاول قالت فقلت یا رسول اللّٰہ ادع اللّٰہ ان یجعلنی منهم قال انت من الاولین فرکبت البحر فی زمان معاویة ابن ابی سفیان فصرعت عن دابتها حین خرجت من البحر فهلکت.

(بخاری جلد 1 صفحہ 391، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 6، ابن ماجہ صفحہ 204، الترغیب والترہیب جلد 2 صفحہ 305، موطا امام مالک صفحہ 479، مسلم جلد 2 ص 142، ترمذی جلد 1 ص 294، نسائی جلد 2 ص 62، کتاب الاذکار ص 176، (مختصراً) عمدۃ القاری جلد 7 جز 14 صفحہ 85، فتح الباری جلد 6 صفحہ 12، تیسیر الباری جلد 4 صفحہ 43، تفہیم البخاری جلد 6 ص 347۔)

(ترجمہ) ''امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، وہ مالک سے، وہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے بیان کرتے ہیں، وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی (حضرت) ام حرام بن ملحان (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ تھیں) کے پاس تشریف لے جایا کرتے۔ وہ آپ ﷺ کو کھانا کھلاتیں۔ ان کے خاوند حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ایک دفعہ جناب رسول کریم ﷺ ان کے گھر تشریف فرما

تھے تو انہوں نے آپ ﷺ کو کھانا کھلایا اور آپ ﷺ کے سر انور کو آرام پہنچانے یعنی سہلانے لگیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ سو گئے اور (کچھ دیر کے بعد) ہنستے مسکراتے ہوئے جاگے۔ (حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں) میں نے عرض کیا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ ﷺ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس حال میں پیش ہوئے جو اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی راہ میں جہاد کرتے ہیں کہ وہ اس سمندر کے درمیان بادشاہوں کے تختوں پر سوار ہیں یا وہ تختوں پر بادشاہوں کی طرح بیٹھے ہیں۔ یہ شک اسحاق راوی نے کیا ہے۔ (فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا! یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) اللہ کریم سے دعا فرمائیے کہ مجھے ان لوگوں میں سے کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

پھر آپ ﷺ نے سر انور سرہانے پر رکھا اور سو گئے، پھر مسکراتے ہوئے اٹھے تو میں نے عرض کیا! یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ ﷺ کو کس بات نے ہنسایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ میرے سامنے پیش ہوئے، جیسے پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ (ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میرے لئے دعا فرمائیے اللہ (تبارک وتعالیٰ) مجھے ان جہاد کرنے والوں میں شامل فرمائے۔ (آپ ﷺ نے) فرمایا تو پہلے لوگوں میں ہو۔ (حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور میں سمندر میں جہاز پر سوار ہوئیں اور جس وقت سمندر میں جہاز سے نکلیں اور اپنی سواری پر چڑھنے لگیں تو گر کر ہلاک ہو گئیں۔ (شہید ہو گئیں)"۔

اس حدیث شریف کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے **کتاب الجہاد** کے باب **فضل من یصرع فی سبیل اللہ فمات فھو منھم** (یعنی جو کوئی اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں سواری سے گر کر مر جائے وہ مجاہدین میں سے ہے، شہیدوں میں سے ہے) میں دوسری سند سے بھی نقل کیا ہے۔ حدیث شریف یہ ہے:

حدثنا عبداللہ بن یوسف ثنی اللیث ثنی یحییٰ عن محمد بن یحیی بن حبان عن انس بن مالک عن خالته ام حرام بنت ملحان قالت:۔

"نام النبی صلی اللہ علیه وسلم یوما قریبا منی ثم استیقظ یتبسم" فقلت ما اضحکک۔ "قال اناس من امتی عرضوا علی یرکبون ھذا البحر الاخضر کالملوک علی الاسرۃ"

قالت فادع اللہ ان یجعلنی منھم فدعا لھا ثم نام الثانیة ففعل مثلھا فقالت مثل قولھا فاجابھا مثلھا فقالت ادع اللہ ان یجعلنی منھم: "فقال انت من الاولین"۔

فخرجت مع زوجھا عبادۃ بن الصامت غازیاً اول ماركب المسلمون البحر مع معاویة فلما انصر فوا من غزوتھم قافلین فنزلوا الشام فقربت الیھا دابة لترکبھا فصر عتھا فماتت۔

(بخاری جلد 1 صفحہ 392، مسلم جلد 2 صفحہ 142، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد 9 صفحہ 166، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 6 ص 451، فتح الباری جلد 6 صفحہ 22، عمدۃ القاری جلد 7 جز 17 صفحہ 97، تفہیم البخاری جلد 4 صفحہ 358، تیسیر الباری جلد 4 ص 49۔)

(ترجمہ) "امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہم نے عبداللہ بن یوسف سے بیان کیا، انہوں نے لیث سے، انہوں نے یحیٰی سے، انہوں نے محمد بن یحیٰی بن حبان سے، وہ (حضرت) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے اور وہ اپنی خالہ (حضرت) ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں ایک دن نبی کریم (ﷺ) میرے ہاں آرام فرما رہے تھے۔ پھر آپ (ﷺ) ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ (ﷺ) کو کس نے ہنسایا؟ تو (آپ ﷺ) نے فرمایا میری امت میں کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو اس سبز سمندر پر سوار ہونگے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں (حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا۔ دعا فرمایئے اللہ (تبارک وتعالیٰ) مجھے ان میں سے کرے۔

آپ ﷺ نے اس (یعنی حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے دعا فرمائی۔ پھر دوبارہ سو گئے، اور تھوڑی دیر کے بعد پھر پہلے کی طرح ہنستے ہوئے اٹھے اور پوچھنے پر پہلے کی طرح جواب ارشاد فرمایا۔ (حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے) عرض کیا اللہ (تبارک و تعالیٰ) سے دعا فرمائیے کہ مجھے ان میں سے کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ (یعنی تو پہلے لوگوں میں سے ہے)۔

چنانچہ (حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے شوہر کے ساتھ ایک جنگ میں نکلیں جب کہ مسلمان (حضرت) امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ سمندر پر سوار ہوئے۔ جب وہ غزوہ سے واپس آئے اور شام میں قیام پذیر ہوئے تو ایک سواری (حضرت) ام حرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے قریب کی گئی تاکہ وہ اس پر سوار ہوں۔ اس (سواری) نے ان (حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو زمین پر گرا دیا اور فوت ہوگئیں۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون."

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اسی واقعہ کو کتاب الجہاد کے باب رکوب البحر (سمندر میں سواری کرنا) میں نقل کیا ہے۔ الفاظ حدیث شریف دوسری سند کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

حدثنا ابو النعمان ثنا حماد بن زید عن یحییٰ عن محمد بن یحییٰ بن حبان انس بن مالک قال حدثنی ام حرام ان النبی ﷺ قال یوماً فی بیتها فاستیقظ وهو یضحک قلت یا رسول الله ما یضحکک قال عجبت من قوم من امتی یرکبون البحر کالملوک علی الاسرة فقلت یا رسول الله ادع الله ان یجعلنی منهم قال انت منهم ثم نام فاستیقظ وهو یضحک فقال مثل ذلک مرتین او ثلاثا قلت یا رسول الله ادع الله ان یجعلنی منهم فیقول انت من الاولین فتزوج بها عبادة بن الصامت فخرج بها الی الغزو فلما رجعت قربت دابة لترکبها فوقعت فاندقت عنقها.

(نسائی جلد 2 ص 63، بخاری جلد 1 صفحہ 405، فتح الباری جلد 4 ص 109، عمدۃ القاری جلد 7 جز 15 ص 178، حلیۃ الاولیا جلد 2 ص 61، تفہیم البخاری جلد 4 ص 445، تیسیر الباری جلد 4 ص 106)

(ترجمہ:۔) امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہم سے ابونعمان نے بیان کیا، انہوں نے حماد بن زید سے، انہوں نے یحییٰ سے، انہوں نے محمد بن حبان سے، انہوں نے (حضرت) انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے، وہ فرماتے ہیں مجھے (حضرت) ام حرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بتایا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دن میرے گھر میں قیلولہ فرمایا اور کچھ دیر کے بعد مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، تو اس نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کس لئے مسکرا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے میری امت سے ایک قوم سے تعجب لاحق ہوا ہے، جو بادشاہوں کے تخت پر بیٹھنے کی طرح سمندر میں سواری کرے گی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کردے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تو ان میں سے ہے۔ بعد ازیں آپ ﷺ پھر سو گئے اور (کچھ دیر کے بعد) مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور اسی طرح فرمایا۔ یہ واقعہ دو تین دفعہ ہوا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں سے بھی کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پہلے لوگوں کے ساتھ ہے۔ (حضرت) ام حرام (رضی اللہ عنہا) سے (حضرت) عبادہ بن صامت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نکاح فرمایا اور ان کو ساتھ لے کر غزوہ کے لئے گئے۔ جب واپس لوٹے اور سواری ان (یعنی حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا) کے قریب کی گئی تا کہ وہ اس پر سوار ہوں تو وہ گر پڑیں اور ان کی گردن ٹوٹ گئی۔"

امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب غزوۃ المراۃ فی البحر میں درج ذیل الفاظ میں بھی حدیث شریف لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

حدثنا عبداللہ بن محمد ثنا معاویۃ بن عمرو ثنا ابو اسحاق عن عبداللہ بن عبدالرحمان الانصاری قال سمعت انسا یقول دخل رسول اللہ ﷺ علی بنت ملحان فاتکا عندھا ثم ضحک، فقالت لم تضحک یا رسول اللہ فقال ناسٌ من امتی یرکبون البحر الاخضر فی سبیل اللہ مثلھم مثل الملوک علی الاسرۃ فقالت یا رسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی

منبهم قال اللهم اجعلها منهم ثم عاد فضحک فقالت له مثل اومم ذلک فقال لها مثل ذلک فقالت ادع اللّٰہ ان یجعلنی منهم قال انت من الاولین ولست من الاخرین قال: قال انسؓ فتزوجت عبادة ابن الصامت فرکبت البحر مع بنت قرظة فلما قفلت رکبت دابتها فوقصت بها فسقطت عنها فماتت.

(بخاری جلد 1 ص 403، عمدۃ القاری جلد 7 ج 14 ص 164، فتح الباری جلد 4 ص 95، تیسیر الباری جلد 4 ص 96، تفہیم البخاری جلد 4 ص 430)

(ترجمہ:۔) ''حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن محمد نے، انہوں نے معاویہ بن عمرو سے بیان کی، انہوں نے ابواسحاق سے بیان کی، انہوں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے، فرماتے ہیں، میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ رسول کریم ﷺ (حضرت) ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں تکیہ لگا کر سو گئے پھر آپ ﷺ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ (ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں) میں نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کے لوگ اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی راہ میں سبز سمندر پر سوار ہیں، جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں۔ انہوں نے (یعنی حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے) عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے دعا کیجئے وہ مجھے ان میں کردے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اللهم اجعلها منهم

''اے میرے اللہ (جل جلالک) اس کو بھی ان لوگوں میں کر۔''

آپ ﷺ پھر اپنا سر انور رکھ کر سو گئے۔ پھر ہنستے مسکراتے ہوئے جاگے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے اللہ (جل شانہ) کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ میرے سامنے پیش ہوئے۔ جیسے پہلے فرمایا تھا۔ (حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا! یا

رسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے اللہ (جل مجدہ الکریم) مجھے بھی ان لوگوں میں سے کرے، تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

انت من الاولین ولست مِن الاٰخرین.

''تو پہلے لوگوں میں شریک ہو چکی یعنی پہلے لشکر میں اور دوسرے میں نہیں۔'' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر ایسا ہوا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور وہ ان کو (روم کے) جہاد میں لے گئے۔ جب جہاد سے لوٹ کر آ رہی تھیں اور اپنے جانور پر سوار ہونے لگیں تو انہیں جانور نے گرا دیا۔ ان کی گردن ٹوٹ گئی اور انتقال کر گئیں اور (شہید قرار پائیں)

مذکورہ بالا تمام روایات میں رسول کریم ﷺ نے سمندری جنگوں اور جہاد کا ذکر فرمایا ہے۔ تمام روایات میں آئندہ کی خبر ہے۔ یعنی خبر غیب خدا ہے۔

خصوصی نوٹ:

مذکورہ بالا تمام احادیث کی اصل روایہ حضرت ام حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جبکہ دوسرے راوی حضرت انس بن مالک ؓ ہیں جو حضرت ام حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے لگتے ہیں۔ بیان شدہ روایات کے دیگر راوی درج ذیل ہیں۔

1۔ حضرت عمیر بن الاسود عنسی

2۔ حضرت خالد بن معدان

3۔ حضرت ثور بن یزید

4۔ حضرت حمزہ

5۔ حضرت یحییٰ

6۔ حضرت اسحاق بن یزید دمشقی

7۔ حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ

8۔ حضرت مالک

9۔ حضرت عبداللہ بن یوسف

10۔ حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان

11۔ حضرت لیث

12۔ حضرت حماد بن زید

13۔ حضرت ابونعمان

14۔ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن انصاری

15۔ حضرت ابو اسحاق

16۔ حضرت معاویہ ابن عمرو

17۔ حضرت عبداللہ بن محمد

مذکورہ بالا تمام روایات میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کو یہ اطلاع غیبی دی گئی ہے کہ تم پہلے سمندری جہاد میں جاؤ گی، دوسرے جہاد میں نہیں جاؤ گی۔ جبکہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا ہر بار یہی عرض کرتی رہیں کہ دوسرے جہاد کے لئے بھی دعا فرمائیں۔ مگر آپ ﷺ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا۔

انت من الاولین

''تو پہلے لشکر میں ہوگی۔''

جبکہ آخری نقل شدہ روایت میں یہ بھی واضح فرمایا:۔

انت من الاولین ولست من الاخرین

''یعنی تم پہلے لشکر میں ہوگی اور تم دوسرے لشکر میں نہیں ہوگی۔''

کیسا خوبصورت عقیدہ ہے حضرت ام حرام (رضی اللہ عنہا) کا، آپ ﷺ نے جیسے فرمایا ویسے ہی مان لیا اور پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ بھی واضح ہے کہ رسول کریم ﷺ کو آئندہ کا، آنے والی باتوں کا اور غیب کا علم ہے۔ رسول کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا صحابیات رضی اللہ عنھن کے سامنے جب بھی غیب کی خبریں بتاتے، آنے والے حالات و واقعات بیان کرتے تو وہ نفوس قدسیہ کبھی بھی نہ کہتے کہ کوئی

نہیں جانتا کل کیا ہوگا؟ یا اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کل کیا ہوگا؟ وہ یہ سمجھتے، جانتے اور مانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں۔ ان کا یہ بھی ایمان تھا کہ رسول کریم ﷺ کو آخری دوزخی اور آخری جنتی کا بھی علم ہے؟ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کا بھی یہی عقیدہ ہے؟

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے مختلف اسناد کے ساتھ سمندری جہاد والی احادیث کو بیان کیا ہے، حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے علاوہ دیگر راویوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو آئندہ ہونے والے واقعات کا علم عطا فرمایا ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے میں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو قیامت تک اور قیامت کے بعد تک بھی علم عطا فرمایا ہے سے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی کسی نص کی مخالفت نہیں ہوتی۔ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم کے ساتھ مخلوق کے اعلیٰ سے اعلیٰ ترین فرد محبوب اعظم ﷺ اور کسی کے بھی علم کا کوئی تقابل نہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو عطا فرمانے والا، دینے والا ہے۔ دینے والا اور لینے والا برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر کوئی نادان کلمہ گو یہ سمجھتا ہے کہ رسول پاک ﷺ سے علم غیب کی نسبت سے شرک ہوتا ہے تو اسے کسی اللہ والے سے اپنی اصلاح کروانی چاہئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کو تو شرک نظر نہیں آتا تھا بلکہ جب رسول کریم ﷺ آئندہ کی، غیب کی، غدا کی خبر سناتے اور بتاتے تو صحابہ کرامی رضی اللہ عنہم نعرے لگاتے تھے، شرک وکفر کے فتوے نہیں لگاتے تھے۔

آیئے اب ان روایات کے بارے میں غور کرلیں کہ رسول کریم ﷺ سے سمندری جہاد کے سلسلہ میں جتنی احادیث وروایات نقل کی گئی ہیں ان میں سے صرف ایک حدیث شریف ہے جس کے دو جملے قابل توجہ ہیں۔

1. قدا وجبوا
2. مغفور لهم

مغفور لھم سے ڈاکٹر اسرار احمد نے یزید کو جنتی ثابت کیا ہے۔ کمال یہ ہے کہ یہ تمام لوگ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی نفی کرتے ہیں لیکن یزید کے معاملہ میں بھول جاتے ہیں کہ یزید کو اپنے زعم میں جنتی ثابت کرنے کے لئے وہ جس حدیث شریف کا سہارا لیتے ہیں وہ حدیث شریف علم غیب کی خوبصورت حدیث شریف ہے اور صحیح بخاری کی پہلی جلد کے صفحہ 409 اور 410 میں باب ما قیل فی قتال الروم (یعنی رومی نصاریٰ سے جہاد کے بیان) میں لکھی ہوئی ہے۔

ایک مرتبہ پھر ملاحظہ کریں۔

حضرت ام حرام بن ملحان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا:۔

(۱) اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا

(۲) اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم

ان دونوں کا ترجمہ غیر مقلدین کے عالم وحید الزمان کی کتاب تیسیر الباری شرح بخاری کی جلد 4 ص 125 سے نقل کیا جاتا ہے۔

1۔ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں (سوار ہو کر) جنگ کرے گا تحقیق ان کے لئے واجب ہوگئی (یعنی بہشت)

2۔ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں جہاد کرے گا (مغفور لہم) وہ مغفور ہوگا (یعنی ان کی بخشش ہوگی)

محولا بالا تمام روایات میں سے صرف اسی روایت میں "مدینہ قیصر" کے الفاظ آتے ہیں۔ جو بخاری شریف جلد 1 ص 409,410 پر ہے۔ جس کو اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔

سب سے اول اس حدیث شریف کی وضاحت میں صحیح بخاری شریف کے حاشیہ کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

قوله قد اوجبوا ای فعلوا فعلا و جبت لھم به الجنة "فتح" قوله مدینة قیصر ای ملک الروم قال القسطلانی کان اول من غزا مدینة قیصر یزید بن معاویة و معه جماعة من سادات الصحابة کابن عمر وابن عباس و ابن

الزبير و ابی ایوب الانصاری و توفی بها ابو ایوب سنة اثنین و اخمسین من الهجرة

کذا قاله فی خبر البخاری و فی الفتح قال الملهب فی هذا الحدیث منقبة المعاویة رضی الله تعالیٰ عنه لانه اول من غزا البحر ومنقبة لولده لانه اول من غزا مدینة قیصر و تعقبه ابن التین و ابن المنیر بما حاصله ان لایلزم من دخوله فی ذلک العموم ان لایخرج بدلیل خاصً اذلا یختلف اهل العلم ان قوله صلی اللّٰه علیه وسلم مغفور لهم مشروط بان یکونوا من اهل المغفرة حتی لوا ارتدوا احد ممن غزاها بعد ذلک لم یدخل فی ذلک العموم اتفاقا فدل علی ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فیه منهم.

ترجمہ: قوله قد اوجبوا یعنی ان کے لئے جنت واجب ہے مدینہ قیصر یعنی ملک روم قسطلانی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر یزید بن معاویہ نے جہاد کیا اور اس کے ساتھ سردار صحابہ (کرام رضی اللہ عنہ) کی جماعت تھی جیسا کہ ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہم) اور ابوایوب انصاری 52 ہجری میں وہیں شہید ہو گئے۔ ''خبر البخاری اور فتح الباری میں ہے کہ مہلب نے کہا ہے اس حدیث میں (حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی منقبت ہے کہ اس نے مدینہ قیصر میں جنگ کی۔''

''لیکن ابن التین اور ابن المنیر نے مہلب کا تعاقب کیا ہے کہ یہ تو عمومی بات کہی گئی ہے کہ جو اس جہاد میں شریک ہوگا اس کی بخشش ہوگی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی دلیل خاص سے خارج نہ ہو سکے۔ کیونکہ اہل علم حضرات کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مغفور لھم کا ارشاد ''مشروط'' ہے حتی کہ ان میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو وہ اس عمومی (بشارت) میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور لھم کی بشارت ان کے لئے ہے جن میں شرط بشارت پائی جائے۔''

حدیث قسطنطنیہ کی عبارت کی شرح میں عمدۃ القاری کی عبارت

قوله "قد اوجبوا" قال بعضهم ای وجبت لهم الجنة قلت هذا الكلام لایقتضی هذا المعنى وانما معناه او جبوا استحقاق الجنة وقال الكرمانی قوله اوجبوا ای محبة لانفسهم قوله: قوله "اول جیش من امتی يغزون مدينة قيصر" اراد بها القسطنطنیه کما ذکرناه و ذکران یزید بن معاوية غزابلاد الروم حتى بلغ قسطنطينية ومعه جماعة من سادات الصحابة منهم ابن عمرو و ابن عباسؓ و ابن الزبير و ابو ایوب الانصاری و كانت وفاة ابی ایوب الانصاری هناک قریبا من سور القسطنطينية و قبره هناک تستسقی به الروم اذا قحطوا وقال صاحب المرآة والاصح ان یزید بن معاوية غزا القسطنطينية فی سنة اثنتين و خمسين و قيل سير معاوية جيشا كشيفا مع سفيان بن عوف الى القسطنطينية و قيل سير معاوية جيشا كشيفا مع سفيان بن عوف الى القسطنطينية فاو غلوا فی بلاد الروم و كان فی ذلک الجیش ابن عباسؓ و ابن عمر و ابن الزبير وابو ایوب الانصاری و توفی ابو ایوب فی مدة الحصار قلت الاظهران هولاء السادات من الصحابة كانوامع سفيان هذا ولم يكونوا مع یزید بن معاوية لانه لم يكن اهلا ان يكون هولاء السادات فی خدمته و قال المهلب فی هذا الحديث منقبة لمعاوية لانه اول من غزا البحر و منقبة لولده یزید لانه اول من غزا مدينة قيصر انتهى قلت ای منقبة كانت ليزيد و حاله مشهور (فان قلت) قال ﷺ فی حق هذا الجیش مغفور لهم قلت قيل لايلزم من دخوله فی ذلک العموم ان لايخرج بدليل خاصؐ اذلا يختلف اهل العلم ان قوله ﷺ مغفور لهم مشروط بان يكونوا من اهل المغفرة حتى لوارتد واحد ممن غزاها بعد ذلک لم يدخل فی ذلک العموم فدل على ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم.

(عمدۃ القاری جلد 7 جز 14 ص 199-198)

ترجمہ: ''(قد اوجبوا) سے مراد ہے جیسا کہ بعض نے کہا ان کے لئے جنت واجب ہے۔ علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں یہ کلام یہ معنی بیان نہیں کرتا بلکہ اوجبوا کے معنی ہیں وہ جنت ان کا استحقاق ہے۔

یہ ارشاد کہ پہلا لشکر جو مدینہ قیصر پر جہاد کرے گا اس سے مراد قسطنطنیہ ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا، یزید جو کہ رومی شہروں میں مصروف جنگ رہا۔ حتیٰ کہ وہ قسطنطنیہ پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن میں ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ اس جہاد میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی اور وہیں شہر کی فصیل کے قریب ان کی قبر (انور) ہے اور جب وہاں قحط پڑتا ہے تو لوگ ان کے وسیلہ سے بارش کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

اور روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سفیان ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپہ سالاری میں قسطنطنیہ کی طرف لشکر کو روانہ کیا جو بلاد روم میں داخل ہوا۔ اس لشکر میں حضرات، ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اور محاصرہ کے دوران ہی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی۔ ہم کہتے ہیں یہ سادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر کمان تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں تھا کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے ماتحت ہوں۔ اور اس حدیث میں ''المھلب'' کا یہ قول کہ اس میں)حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی منقبت ہے کہ انہوں نے پہلی بحری جنگ لڑی اور ان کے بیٹے یزید کی منقبت ہے کہ اس نے مدینہ قیصر پر جہاد کیا۔

علامہ بدر الدین عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں یزید کی کون سی منقبت ہے جبکہ اس کا حال مشہور ہے۔ اگر تو کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کے بارے میں ''مغفور لھم'' فرمایا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ عموم میں داخل کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ دلیل خاص سے بھی خارج نہ ہو سکے۔ کیونکہ اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ''مشروط'' ہے کہ وہ اہل مغفرت سے ہو۔ حتیٰ کہ کوئی جہاد والوں میں سے اس کے بعد

مرتد ہو جائے تو وہ اس عموم میں داخل نہیں ہوگا۔ پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور وہ ہے جس میں ان میں سے شرط مغفرت پائی جائے۔"

فتح الباری کی عبارت:

قولہ: (یغزون مدینة قیصر) یعنی القسطنیة ، قال المهلب: فی هذا الحدیث منقبة لمعاویة لانه اول من غزا البحر، و منقبة لولده یزید لانه اول من غزا مدینة قیصر وتعقبه ابن التین و ابن المنیر بما حاصله: انه لایلزم من دخوله فی ذلک العموم ان لایخرج بدلیل خاصّ اذ لا یختلف اهل العلم ان قوله ﷺ مغفور لهم مشروط بان یکونوا من اهل المغفرة حتی لوارتد واحد ممن غزاها بعد ذلک لم یدخل فی ذلک العموم اتفاقا فدل علی ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فیه منهم.

(فتح الباری جلد 6 ص 128 - 127)

ترجمہ: (مدینہ قیصر پر غزوہ) یعنی قسطنطنیہ پر چڑھائی مہلب نے کہا اس حدیث میں (حضرت) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی منقبت ہے کیونکہ انہوں نے پہلا سمندری جہاد کیا اور ان کے بیٹے یزید کی منقبت ہے کہ اس نے پہلی بار مدینہ قیصر پر چڑھائی کی اور مہلب کا ابن التین اور ابن منیر نے تعاقب کیا ہے کہ اس سے لازم نہیں آتا کہ کسی کو دلیل خاص سے بھی اس عموم سے خارج نہ کیا جا سکے جبکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول "مغفور لہم" مشروط ہے (اہل مغفرت سے) حتیٰ کہ اگر کوئی اس غزوہ کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ متفقہ طور پر اس عموم سے خارج ہے پس یہ دلیل ہے جس میں شرط مغفرت پائی جائے۔

فتح الباری میں یہ بھی ہے۔ وفی تلک الغزاة مات ابو ایوب الانصاری فاوصی ان یدفن عند باب القسطنطنیة ان یعفی قبره ففعل به ذلک ، فیقال ان الروم صار و ابعد ذالک یستقون به". (فتح الباری جلد 6 ص 128)

ترجمہ: کہ اسی غزوہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہوئے تھے

(شہید ہوئے) اور فوت ہونے سے پہلے وصیت فرمائی کہ مجھے باب قسطنطنیہ میں دفن کر دینا چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق انہیں وہیں دفن کیا گیا۔ رومی لوگ آپ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے تھے۔"

ارشاد الساری شرح بخاری کی عبارت:۔

وکان اول من غزا مدینة قیصر یزید بن معاویة و معه جماعة من سادات الصحابة کابن عمرو ابن عباس و ابن الزبیر وابی ایوب الانصاری و توفی بها سنة اثنتین وخمسین من الهجرة و استدل الملهب بها علی ثبوت خلافة یزید و انه من اهل الجنة لدخوله فی عموم قوله (مغفور لهم) و اجیب بان هذا جار علی طریق الحمیة لبنی امیة ولا یلزم من دخوله فی ذالک العموم ان لایخرج بدلیل خاص اذلا خلاف ان قوله علیه الصلاة والسلام مغفور لهم مشروط یکونه من اهل المغفرة حتی لوارتد واحد ممن غزاها بعد ذالک لم یدخل فی ذالک العموم اتفاقاً.

(ارشاد الساری جلد 5 ص 105)

ترجمہ: "اور جو شہر قیصر قسطنطنیہ پر پہلی بار حملہ آور ہوا وہ یزید تھا اور اس کے ساتھ سادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی۔ مثل ابن اعمر، ابن عباس، ابن زبیر، ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم اور ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 52ھ کو وہیں انتقال فرمایا۔ اس سے مہلب نے یزید کی خلافت اور اس کے جنتی ہونے کی دلیل پکڑی ہے کہ وہ (مغفور لہم) کے ارشاد کے عموم میں داخل ہے اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مہلب نے یہ بات بنو امیہ کی حمایت کی وجہ سے کی ہے۔ اور یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی دلیل خاص سے بھی اس سے خارج نہیں ہوسکتا کیونکہ اس پر شرط کے تحت وہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں گے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص جنگ کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت سے خارج ہے۔"

حاشیہ بخاری اور فتح الباری کی عبارات میں ڈاکٹر اسرار احمد کی کانٹ چھانٹ

حاشیہ بخاری جلد 1 ص 410 میں ہے۔ قولہ قد اوجبوا فعلوا فعلا وجبت لهم به الجنة.

یعنی، قد اوجبوا سے مراد ہے کہ ان کے لئے جنت واجب ہے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر یزید (جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا ہے) نے جہاد کیا اور اس کے ساتھ سردار صحابہ کی جماعت تھی جیسا کہ حضرات ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم اور ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ 52ھ میں وہیں شہید ہوئے۔ فتح الباری میں ہے کہ "المہلب" نے کہا ہے۔ فی هذا الحديث منقبة المعاوية لانه اول من غزا البحر و منقبة لولده لانه اول من غزا مدينة قيصر.

(فتح الباری جلد 6 ص 78، حاشیہ بخاری جلد 1 ص 410)

یعنی "اس حدیث (پاک) میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ہے اس لئے کہ انہوں نے پہلا بحری جہاد کیا۔ نیز ان کے بیٹے یزید کی بھی فضیلت ہے کیونکہ اس نے پہلی مرتبہ مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کیا ہے۔"

ڈاکٹر اسرار احمد مدیر مسؤل ماہنامہ "میثاق" نے ماہنامہ "میثاق" جلد نمبر 35 شمارہ نمبر 10 اکتوبر 1986ء بمطابق صفر المظفر سن 1407ھ میں "مجاہدین قسطنطنیہ" کے عنوان

کے تحت اپنے موکل یزید کی وکالت کرتے ہوئے مختلف کتابوں سے حوالہ جات پیش کئے ہیں اور حوالہ نمبر 6 صفحہ نمبر 23 پر ''المہلب'' کا قول ''فتح الباری'' اور ''حاشیہ بخاری'' سے نقل کیا ہے لیکن لوگوں کے سامنے اپنے گروہ کے طریقہ کے مطابق پوری عبارت حوالہ کے طور پر نہیں پیش کی بلکہ جہاں تک ان کے موکل یزید کی تعریف کا ذکر ہے۔ وہاں تک حوالہ نقل کیا ہے۔ حالانکہ انہیں محولہ بالا کتابوں میں یزید کے بارے میں مزید بحث بھی ہے جو ڈاکٹر صاحب نے انتہائی ناانصافی سے چھپالی ہے اسی سے آگے انہی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے کہ

''لیکن ابن التین اور ابن المنیر نے مہلب کا تعاقب کیا ہے کہ یہ تو عمومی بات کہی گئی ہے کہ جو اس جہاد میں شریک ہوگا اس کی بخشش ہوگی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی دلیل خاص سے خارج نہ ہوسکے۔ کیونکہ اہل علم حضرات کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مغفور لھم کا ارشاد ''مشروط'' ہے حتیٰ کہ ان میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو وہ اس عمومی (بشارت) میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ پس یہ دلیل ہے اس پر کہ **مغفور لھم**'' کی بشارت ان کے لئے ہے جن میں شرط بشارت پائی جائے۔''

عمدة القاری کی عبارت اور ڈاکٹر اسرار احمد:

علامہ بدرالدین عینی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ عمدة القاری شرح بخاری، جز 14 صفحہ 199 میں اسی حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔

''پہلا لشکر جو سمندری جہاد پر گیا وہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں روانہ ہوا۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جہاد 27ھ کو ہوا اور ''یہ قبرص کا جہاد ہے'' جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ واقدی نے کہا ہے یہ جہاد 28ھ کو ہوا اور ابو معشر نے کہا یہ جہاد 33ھ کو ہوا اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ تھیں۔

(قد اوجبوا) سے مراد ہے جیسا کہ بعض نے کہا ان کے لئے جنت واجب ہے۔

پہلا لشکر جو مدینہ قیصر پر جہاد کرے گا اس سے مراد قسطنطنیہ ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا، یزید جو کہ رومی شہروں میں مصروف جنگ رہا۔ حتیٰ کہ وہ قسطنطنیہ پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن میں ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ اس جہاد میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی اور وہیں شہر کی فصیل کے قریب ان کی قبر (انور) ہے اور جب وہاں قحط پڑتا ہے تو لوگ ان سے وسیلہ سے بارش کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

اور روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سفیان ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپہ سالاری میں قسطنطنیہ کی طرف لشکر کو روانہ کیا جو بلاد روم میں داخل ہوا۔ اس لشکر میں حضرات، ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، اور ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اور محاصرہ کے دوران ہی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی۔ ہم کہتے ہیں یہ سادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر کمان تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں، کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں تھا کہ اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کے ماتحت ہوں۔ اور اس حدیث میں "ملہب" کا یہ قول کہ اس میں (حضرت) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی منقبت ہے کہ انہوں نے پہلی بحری جنگ لڑی اور ان کے بیٹے یزید کی منقبت، ہے کہ اس نے مدینہ قیصر پر جہاد کیا۔

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس میں یزید کی کون سی منقبت ہے جبکہ اس کا حال مشہور ہے۔ اگر تو کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کے بارے میں "مغفور لہم" فرمایا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ عموم میں داخل کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ دلیل خاص سے بھی خارج نہ ہوسکے۔ کیونکہ اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد "مشروط ہے کہ وہ اہل مغفرت سے ہو۔ حتیٰ کہ کوئی جہاد والوں میں سے اس کے بعد مرتد ہوجائے تو وہ اس عموم میں داخل نہیں ہوگا۔ پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور وہ ہے جس میں ان میں سے شرط مغفرت پائی جائے"۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے مذکورہ بالا ماہنامہ "میثاق" صفحہ 22 پر حوالہ نمبر 4 میں عمدۃ القاری

شرح بخاری کا حوالہ دیا ہے مگر انتہائی چالاکی سے یزید کی وکالت کرتے ہوئے ساری وہ عبارت جس میں مہلب اور یزید کا تعاقب ہے اور یہ عبارت کہ:۔

''اور جب وہاں قحط پڑتا ہے تو لوگ ان کے وسیلہ سے بارش کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔''

سے اخیر عبارت تک ساری تحریر ہضم کر لی ہے۔

ایک تو اس لئے کہ ڈاکٹر صاحب وصال شدہ بزرگوں کا دعا میں وسیلہ لینے کے منکر ہیں۔ دوسرے اگلی عبارت جو ہم نے پوری تحریر کی ہے اس سے ڈاکٹر صاحب کے فاسق و فاجر موکل یزید کا مقدمہ کمزور ہو جاتا ہے۔

تاریخ کامل ابن اثیر اور تاریخ ابن خلدون

بلاد الروم للغزاة وجعل عليهم سفيان بن عوف و امر ابنة يزيد بالغرة معهم، فتثاقل واعتل، فامسک عنه ابوه، فاصاب الناس، فی غزاتهم جوع و مرض شديد، فانشا يزيد يقول:

ما ان ابالي بما لاقت جموعهم
بالفر قدونة من حمی ومن موم
اذا اتكات على الانماط مرتفقا
بدير مران عندی ام كلثوم

ام كلثوم امراته وهی ابنة عبدالله بن عامر فبلغ معاوية شعره فاقسم عليه ليلحقن، بسفيان فی ارض الروم ليصيبه ما اصاب الناس، فسار ومعه جمع كثير اضافهم اليه ابوه، وكان فی هذا الجيش ابن عباس و ابن عمر و ابن الزبير. و ابو ايوب الانصاری وغيرهم.

(تاریخ کامل ابن اثیر جلد 3 ص 459-458)

(ترجمہ) تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے۔ ''50ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار روم کی طرف حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت

میں روانہ کیا اور اپنے بیٹے کو اس لشکر میں شامل ہونے کا حکم دیا تو یزید پہلے بہانے بنا کر بیٹھا رہا، اس کے حیلے بہانوں میں آ کر حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کو رخصت دے دی (شان خداوندی) اور لشکر راستے میں ابتلا کا شکار ہو گیا اور قحط اور بیماری نے لپیٹ میں لے لیا۔ یزید کو پتہ چلا تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

ترجمہ:۔ ''مجھے ہرگز اس کی پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر ماتم فرقدونہ پر بخار اور سختی کی بلائیں نازل ہو گئی ہیں۔ جبکہ میں دیر میر آں میں اونچے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں اور ام کلثوم میرے پاس بیٹھی ہے۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ شعر سنے تو قسم کھالی کہ اب میں یزید کو حضرت سفیان بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس ضرور بھیجوں گا۔ تاکہ اس کو بھی ان مصیبتوں کا حصہ ملے جو لوگوں پر نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ یزید کو ایک جماعت کثیرہ کے ساتھ جس میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، اور ابو ایوب انصاری بھی تھے، روانہ کیا۔''

اسی طرح یہ واقعہ تاریخ ابن خلدون عربی جلد 3 صفحہ 10 پر بھی ہے۔

وکیلِ یزید ڈاکٹر اسرار احمد کا فرمان عالی شان

ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے مذکورہ بالا رسالہ کے صفحہ نمبر 25 پر لکھا ہے۔

''اگرچہ بعض دوسری تاریخی روایات میں ارض روم پر حملہ آور ہونے والے پہلے اسلامی لشکر کے سپہ سالار کی حیثیت سے حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی آیا ہے جیسے کامل ابن اثیر کی روایت کے مطابق۔ لیکن اول تو ایسی متذکرہ روایات بالا کثیر اور معتمد علیہ روایات کے مقابلے میں زیادہ وقعت کی حامل نہیں ہیں۔''

دوسری طرف ڈاکٹر صاحب نے ''تاریخ ابن خلدون'' کا حوالہ دے کر اس کی روایت کو معتمد روایات میں شامل کیا ہے۔ جس میں ''کامل ابن اثیر'' ہی کی مثل تحریر موجود ہے مگر کامل ابن اثیر کی روایت کو غیر معتمد لکھ دیا ہے اور پھر ''تاریخ ابن خلدون'' کی عبارت نقل کر کے اس میں بھی ایک سطر کاٹ کر خیانت کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب بے چارے مجبور

ہیں جس گروہ سے ان کا تعلق ہے ان کا کام ہی احادیث اور روایت میں کتر بیونت کرنا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے عمدۃ القاری شرح بخاری کو معتمد روایات میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ عمدۃ القاری میں یزید کی قیادت کا بھی ذکر ہے۔ حالانکہ اسی کتاب کی اسی عبارت کے آگے حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں کبار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا لشکر کے ساتھ روانگی کا ذکر ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب تو عمدۃ القاری کی یہ عبارت ہی ہضم کر گئے۔ ان کو کیسے نظر آتی کیونکہ یہ ان کے موکل کے خلاف تھی ان کا موقف کمزور پڑ جاتا ہے ان کا مقصد تو اپنے موکل کو صحیح اور ''مغفور'' ثابت کرنا ہے چنانچہ ماہنامہ ''میثاق'' کے صفحہ 24 پر لکھا ہے۔

''یہ ایک حقیقت ہے کہ سب سے اول قسطنطنیہ پر جہاد کرنے والا لشکر مغفور ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس لشکر کا امیر وقائد یزید تھا۔''

ارشاد الساری شرح بخاری جلد 5 صفحہ 124 مطبوعہ مصر میں لکھا ہے۔

اس سے ''المھلب'' نے یزید کی خلافت اور اس کے جنتی ہونے کی دلیل پکڑی ہے کہ وہ (مغفور لھم) کے ارشاد کے عموم میں داخل ہے اور اس کا جواب نہ دیا گیا ہے ''بان ھذا آجار علی طریق الحمیة لبنی امیه'' کہ یہ بات ''مہلب'' نے بنوامیہ کی حمایت کی وجہ سے کی ہے۔''

یزید کے وکلاء نے مختلف کتابوں سے ایسی عبارتیں پیش کی ہیں۔ جن سے یزید کا قصیدہ بیان کرنا مقصود ہے۔ لیکن قارئین کرام کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ان یزیدی وکلاء نے مختلف کتابوں سے ''حمایتی فقرے'' کاٹ کر پیش کئے ہیں۔ پچھلے صفحات میں ان کتابوں کی پوری پوری عبارات پیش کی گئی ہیں تا کہ یزید کے وکلاء کی خیانتوں کے بارے میں سیدھے سادھے مسلمان آگاہ ہوں۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے رسالہ ''میثاق'' سے حوالہ جات جو یزید کی حمایت میں لکھے گئے ہیں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:۔

''قال المهلب فی هذا الحدیث منقبة لمعاویة لانه اول من غزا البحر و منقبة لولده لانه اول من غزا مدینة قیصر.

(فتح الباری ج 6 ص 78، حاشیہ بخاری جلد 1 ص 410)

ترجمہ:۔ ''مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ہے اس لئے کہ انہی نے پہلا بحری جہاد کیا۔ نیز ان کے صاحبزادے یزید کی فضیلت بھی ہے کیونکہ اسی نے پہلی مرتبہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔

علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

کان اول من غزا مدینة قیصر یزید بن معاویة و معه جماعة من سادات الصحابة کابن عمر و ابن عباسؓ و ابن الزبیر و ابی ایوب الانصاری و توفی بها ابو ایوب.

(ارشاد الساری جلد 5 ص 104 طبع دار الفکر)

ترجمہ:۔ ''قسطنطنیہ'' پر سب سے پہلے جہاد یزید بن معاویہ نے کیا جس کے ساتھ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی شریک تھی، جس میں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم شامل تھے۔''

مشہور شارحین بخاری علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ اور علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:۔

ان یزید بن معاویة غزا بلاد الروم حتی بلغ قسطنطنیة و معه جماعة من سادات الصحابة عنهم ابن عمر و ابن عباسؓ و ابن الزبیر و ابی ایوب الانصاری و کانت وفاة ابی ایوب الانصاری هناک قریبا من سور القسطنطینیة و قبره هناک.

(عمدۃ القاری جلد 7 جز 14 ص 199)

''یزید رومی علاقوں میں مصروف جہاد رہا۔ یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ تک جا پہنچا۔ اس کے ساتھ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت بھی موجود تھی، جس میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو ایوب

انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل تھے اسی جہاد میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی اور وہیں شہر کی فصیل کے پاس ان کی قبر بھی ہے۔'' (باقی عبارتیں ڈاکٹر اسرار احمد نے ہضم کر لی ہیں)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فیصلہ اور ڈاکٹر اسرار احمد

مذکورہ بالا ماہنامہ ''میثاق'' کے صفحہ 27 پر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے حسب ذیل الفاظ جو شرح تراجم ابواب بخاری میں وارد ہوئے ہیں۔ قول فیصل کے طور پر درج کئے گئے ہیں اور اپنے موکل یزید کی صفائی پیش کرتے کرتے اپنا صفایا کر دیا ہے۔

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیث میں ''مغفور لھم'' فرمانے سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ بھی اس دوسرے لشکر میں نہ صرف شریک بلکہ اس کا سربراہ تھا۔ جیسا کہ تاریخ شہادت دیتی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے جو اس نے گناہ کئے تھے وہ بخش دیئے گئے۔ کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کا کام یہ ہے کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو زائل کر دیتے ہیں، بعد میں ہونے والے گناہوں کے اثر کو نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا ہوتا کہ قیامت تک کے لئے اس کی بخشش کر دی گئی تو بے شک یہ حدیث اس کی نجات پر دلالت کرتی اور جب یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں بلکہ اس صورت میں اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے۔''

(بحوالہ یزید کی شخصیت تالیف مولوی عبدالرشید نعمانی صفحہ 22 تا 24)

پروفیسر ابوبکر غزنوی اور یزید کے وکلاء

پروفیسر ابوبکر غزنوی کے مقالات کو ''قربت کی راہیں'' کا عنوان دے کر مکتبہ غزنویہ 4۔ شیش محل روڈ لاہور والوں نے چھاپہ ہے۔ پروفیسر صاحب اور ناشر ہر دو کا تعلق اہل حدیث (یعنی غیر مقلدین) سے ہے۔

پروفیسر صاحب نے یزید کے ''خارجی'' وکیلوں کی افسوسناک حالت بیان کی ہے۔

''آہ یہ کیسی للہیت کی موت اور ایمان کی جانکنی ہے کہ بعض علماء عین منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر اس محبوب بارگاہ رسالت، اس جگر گوشہ بتول کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے ہیں۔ وہ گھرانہ جس سے تم نے فیض حاصل کیا، وہ جن کی جوتیوں کے صدقے میں تمہیں ایمان واسلام کی معرفت حاصل ہوئی تو کیا ان کی عیب چینیاں کرتے ہو؟ پھر اس عیب چینی اور خوردہ گری کے لئے تمہیں رسول ﷺ کے منبر کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملتی۔ پھر تم اپنے لب ولہجہ کو تو دیکھو، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شمر بن ذی الجوش، یزید اور ابن زیاد نے اہل بیت اطہار کے خلاف مقدمہ میں تمہیں اپنا وکیل بنالیا ہے۔ (قربت کی راہیں ص 91)

پروفیسر صاحب نے بڑے حقیقت پسندانہ انداز میں یزید اور محبان یزید، شمر بن ذی الجوش اور ابن زیاد کا تعاقب کیا ہے۔ عقل مند کے لئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

علامہ وحید الزماں اور ڈاکٹر اسرار احمد

ایک اور غیر مقلد مصنف وحید الزماں نے تیسیر الباری شرح بخاری جلد 4 ص 125 میں خوارج یعنی محبان یزید کے لئے کردار یزید پیش کیا ہے۔ جس کو من وعن پیش کیا جاتا ہے۔

''پہلا جہاد معاویہ کے ساتھ ہوا جزیرہ قبرص فتح کرنے کو۔ اسی میں ام حرام شریک تھیں۔ سن 58ھ میں دوسرا جہاد جو قسطنطنیہ پر ہوا۔ یزید بن معاویہ اس کا سردار تھا۔ اس میں بھی بہت سے صحابہ شریک تھے جیسے ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس حدیث سے بعضوں نے یہ مطلب نکالا ہے۔ جیسے مہلب نے کہ یزید کی خلافت صحیح تھی اور وہ بہشتی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ سبحان اللہ! اس حدیث سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے کیونکہ یزید جب قسطنطنیہ پر چڑھ گیا تھا۔ اس وقت تک معاویہ زندہ تھے، انہی کی خلافت تھی اور معاویہ کی خلافت تا حیات باتفاق علماء صحیح تھی۔ کس لئے کہ امام برحق امام حسن علیہ السلام نے خلافت ان کو تفویض کی تھی۔ اب لشکر والوں کی بخشش ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر فرد بھی بخشا جائے اور بہشتی ہو۔ خود آنحضرت ﷺ کے ساتھ (یعنی معیت میں) ایک شخص خوب بہادری سے لڑا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا وہ

دوزخی ہے۔ بہشتی اور دوزخی ہونے میں خاتمہ کا اعتبار ہے۔ یزید نے گو پہلے اچھا کام کیا کہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی مگر خلیفہ بننے کے بعد اس نے وہ گند پیٹ سے نکالے کہ معاذ اللہ۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کرایا۔ اہل بیت کی اہانت کی۔ جب سر مبارک امام حسین علیہ السلام کا آیا تو مردود کہنے لگا میں نے بدر کا بدلہ لے لیا۔ مدینہ منورہ پر چڑھائی کی۔ حرم محترم میں گھوڑے بندھوائے۔ مسجد نبوی علیہ السلام اور قبر شریف کی توہین کی، مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی، وہاں منجنیق لگائی، عبداللہ بن زبیر کو شہید کرایا، حجاج ظالم نے اپنے غلام کے ہاتھ سے ایک لاکھ صحابہ اور تابعین اور بزرگوں کو ناحق قتل کرایا۔ ان گندگیوں کے باوجود بھی کوئی یزید کو مغفور اور بہشتی کہہ سکتا ہے؟

قسطلانی نے کہا یزید امام حسین علیہ السلام کے قتل سے خوش اور راضی تھا اور اہل بیت کی اہانت پر بھی اور یہ امر متواتر ہے اس لئے ہم اس کے باب میں توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں بھی ہم کو کلام ہے۔ اللہ کی لعنت اس پر اور اس کے مددگاروں پر انتہی۔" (من وعن)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور یزید کا حشر

شیخ المحدثین برکت مصطفیٰ فی الہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب "تکمیل الایمان" میں "یزید کا حشر" بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "بعض علماء اہلسنت تو یزید کے معاملہ میں بھی توقف سے کام لیتے ہیں۔ مگر بعض غلو وافراط کی وجہ سے اس کی شان ومنزلت بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ وہ مسلمانوں کی اکثریت کی بناء پر امیر مقرر ہوا تھا، امام حسین علیہ السلام پر ضروری تھا کہ ان کی اطاعت کرتے۔ نعوذ باللہ من ھذا القول وھذا الاعتقاد (یعنی اللہ کی پناہ اس قول اور اس اعتقاد سے)

"مدینہ شریف جانے والے لوگوں نے برملا کہا کہ وہ خدا دشمن ہے، شراب نوش ہے تارک الصلواۃ ہے، زانی ہے، فاسق ہے، محارم سے محبت کرنے سے بھی باز نہیں آتا۔" یزید

کی اہل بیت سے عداوت اور اہل بیت کی اہانت وذلت کے واقعات تسلسل کے ساتھ اس سے سرزد ہوتے رہے۔ان تمام واقعات سے انکار از راہ تکلف ہے۔

ایک طبقہ کی رائے یہ ہے کہ قتل حسین دراصل گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ مومن کا ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ میں آتا ہے، مگر لعنت تو کافروں کے لئے مخصوص ہے۔ ایسی رائے کا اظہار کرنے والوں پر افسوس آتا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے کلام سے بھی بے خبر ہیں۔ کیونکہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد سے بغض وعداوت اور تکلیف پہنچانا، ان کی توہین کرنا باعث ایذ او عداوت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں یہ حضرات یزید کے متعلق کیا فیصلہ کریں گے؟ کیا اہانت و عداوت رسول اللہ ﷺ کفر ولعنت کا سبب نہیں ہے اور یہ بات جہنم کی آگ میں پہنچانے کے لئے کافی نہیں ہے آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ و اعد لھم عذابا مھیناo (پ22 الاحزاب آیت 57)

ترجمہ: ''بے شک وہ جو اللہ (جل شانہ) اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ان پر دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔(اور اللہ جل جلالہ) نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' علمائے سلف اور مشاہیر امت میں بعض نے جن میں امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ جیسے بزرگ شامل ہیں۔ یزید پر لعنت کی ہے۔ابن جوزی جو شریعت اور حفظ سنت میں بڑے متشدد تھے۔اپنی کتاب میں لعنت بر یزید کو علمائے سلف سے نقل کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

''ہماری رائے میں یزید مبغوض ترین انسان تھا۔اس بدبخت نے جو کارہائے بدسر انجام دیئے ہیں، امت رسول ﷺ میں سے کسی سے نہیں ہوئے۔شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہانت اہل بیت سے فارغ ہو کر اس بدبخت نے مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی اور اس مقدس شہر کی بے حرمتی کے بعد اہل مدینہ کے خون سے ہاتھ رنگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے باقی ماندہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اس کی تیغ ستم کی نذر ہو گئے۔ اور اس کی توبہ اور رجوع کا مزید حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور دوسرے اہل ایمان کے دلوں کو یزید کی محبت والفت (اس کے مددگاروں اور معاونین کی موانست اور ان تمام لوگوں کی دوستی، جو اہل بیت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بدخواہ رہے ہیں اور ان کے حقوق کو پامال کرتے ہیں اور ان سے محبت وصدق عقیدت سے محروم رہے ہیں) سے محفوظ و مامون رکھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور ہمارے احباب کو اہل بیت اور ان کے نیک خواہوں کے زمرے میں رکھے اور دنیا وآخرت میں اہل بیت کے مشرب ومسلک پر رکھے۔ بحرمة النبی و اله ولا مجاد ومنه و کرمه وهو قریب مجیب.

حافظ ابن کثیر کی نگاہ میں یزید

نمبر 1: قد روی ان یزید کان قدا اشتهر بالمعارف و شرب الخمر و الغناء والصید و اتخاذ نعلمان والقیان والکلاب والنطاح بین الکباش والد باب والقرود، وما من یوم الایصبح فیه مخمورا، وکان یشد القرد علی فرس مسرجة بجمال ویسوق به، ویلبس القرد قلانس الذهب، وکذلک الغلمان وکان یسابق بین الخیل، وکان اذا مات القرد حزن علیه و قیل: ان سبب موته انه جمل قردة وجمل ینقزها فعضته و ذکر و اعنه غیر ذلک والله اعلم بصحة ذلک. (البدایه والنهایه، جلد 8 ص 235)

ترجمہ:۔ ''اور بے شک روایت کیا گیا ہے کہ وہ یزید مشہور تھا آلات لہو ولعب کے ساتھ اور شراب کے پینے اور گانا بجانا سننے اور شکار کھیلنے اور بے ریش لڑکوں کو رکھنے اور چھینے بجانے اور کتوں کے رکھنے اور سینگوں والے دنبوں اور ریچھوں اور بندروں کو آپس میں لڑانے میں۔ اور کوئی دن ایسا نہ تھا جب کہ وہ شراب سے مخمور نہ ہوتا اور بندروں کو زین شدہ گھوڑوں پر سوار کر کے دوڑاتا تھا اور بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں رکھتا تھا اور ایسے ہی لڑکوں کے سروں پر بھی، اور گھوڑوں کی دوڑ کرواتا اور جب کوئی بندر مر جاتا ہے تو اس کو

اس کے مرنے کا صدمہ ہوتا تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کی موت کا سبب یہ تھا کہ اس نے ایک بندر کو اٹھایا ہوا تھا۔ اور اس کو اچھالتا تھا کہ اس نے اس کو کاٹ لیا۔ مورخین نے اس کے علاوہ اس کے قبائح بیان کئے ہیں۔

نمبر2: وكان فيه ايضا اقبال على الشهوات وترك بعض الصلوت فى بعض الاوقات، و اماتتا فى غالب الاوقات. وقد قال الامام احمد: حدثنا ابو عبدالرحمٰن ثنا حيوة حدثنى بشير بن ابى عمرو الخولانى ان الوليد بن قيس حدثه انه سمع ابا سعيد الخدرى يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول يكون خلف من بعد ستين سنة اضاعوا الصلاة واتبعو الشهوات فسوف يلقون غيا:

(البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 230، مستدرک حاکم جلد 2 ص 406، مسند احمد جلد 3 ص 38، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 6 ص 465)

ترجمہ: ''اور نیز اس (یزید) میں شہوات نفسانیہ میں انہماک بھی تھا اور بعض اوقات بعض نمازوں کو بھی چھوڑ دیتا تھا۔ اور وقت گزار کر پڑھنا تو اکثر اوقات رہتا تھا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ سن 60ھ کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات نفسانیہ کی پیروی کریں گے تو عنقریب وہ (جہنم کی وادی) غیٔ میں گریں گے۔''

حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری جلد 13 ص 12 پر زیر نظر حدیث ''میری امت کی ہلاکت قریشی نوجوانوں کے ہاتھوں سے لکھتے ہیں'' وهى هذا اشارة الى ان اول الاغليمة كان فى سنة ستين و هو كذالك فان يزيد بن معاوية استخلف فيها.''

ترجمہ: ''اس میں اشارہ ہے کہ پہلا نوجوان سن ساٹھ میں ہوگا اور ویسا ہی ہوا۔ کیونکہ یزید بن معاویہ اس سن میں صاحب حکومت ہوا۔''

والذی یظر ان المذکورین من جملتھم وان اولھم یزید (فتح الباری جلد 13 ص 13-19)

اور وہ جو اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مذکور بھی ان میں سے اور ان میں سے سب سے اول یزید ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، فرماتے ہیں، میں نے الصادق المصدوق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے۔

ھلکت امتی علی یدی غلمة من قریش فقال مروان لعنة اللہ علیھم غلمة فقال ابوھریرة لوشئت ان اقول بنی فلاں بنی فلاں لفعلت''

(بخاری جلد 2 ص 1046، فتح الباری جلد 13 ص 11، عمدۃ القاری جلد 12 جز 24 ص 180)

کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی تو (یہ سن کر) مروان نے کہا ان لڑکوں پر اللہ (تبارک وتعالی) کی لعنت ہو۔ تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اگر میں چاہوں تو بتادوں کہ وہ فلاں ابن فلاں اور فلاں ابن فلاں ہیں''۔

(بخاری جلد 2 ص 1046)

باب:3

تا قیامت موجود اہل بیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

پہلی فضیلت

قرآن اور اہل بیت رسول قیامت تک چشمہ ہدایت ہیں

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں جہان انسانی کے باقی لازوال اصول بیان فرمائے وہاں قرآن اور اپنی اہل بیت کو اپنی دو یادگاریں قرار دیا جن سے آپ کی امت کو تا قیامت ہدایت اور برکت حاصل ہوتی رہے گی۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات والے دن حج کے دوران دیکھا کہ آپ اپنی اونٹنی قصوا پر سوار تھے میں نے سنا آپ یوں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَّا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ۔

اے لوگو میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اسے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب دوسری میری عترت اور میری اہل بیت۔

(ترمذی شریف جلد دوم صفحہ 219 ابواب المناقب اہل بیت النبی)

امام ترمذی فرماتے ہیں

و فی الباب عن ابی ذرو ابی سعید و زیدبن ارقم و حذیفة بن اسید

ابوذر غفاری ابوسعید خدری زید بن ارقم اور حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اس ضمن کی حدیثیں مروی ہیں۔

قرآن واہل بیت کو پکڑے رکھنے کا کیا مطلب ہے؟

امام کبیر شرف الدین حسین بن محمد طیبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح میں فرماتے ہیں۔

مَعْنَی التمسُّکِ بِالْقُرْآنِ الْعَملُ بِمَا فِیْهِ وَالتَّمسُّکُ بِالْعِتْرَةِ مَحبّتُهُمْ وَالْاِهْتدَآءُ بِهُدَاهُمْ وَسِیْرَتِهِمْ.

قرآن سے تمسک کرنے کا مطلب ہے کہ اس میں جو ارشاد فرمایا گیا ہے اس پر عمل کیا جائے اور عترت رسول ﷺ سے تمسک کا مطلب ہے کہ ان سے محبت کی جائے ان کی ہدایت اور سیرت سے ہدایت لی جائے۔

(طیبی شرح مشکوٰۃ جلد 11 صفحہ 298 مطبوعہ کراچی)

مشکوٰۃ کی شروح میں سب سے پہلی شرح یہی شرح الطیبی ہے در اصل امام شرف الدین حسین بن محمد متوفی 742ھ نے اپنے عظیم شاگرد ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی کو حکم دیا کہ ایک مجموعہ حدیث تیار کرو جس کی میں شرح لکھوں اور حدیث رسول کے معارف بیان کروں تو انہوں نے امام بغوی کی کتاب مصابیح السنہ میں اضافات و ترمیمات کر کے نئی کتاب المصابیح تیار کی جس پر علامہ طیبی نے شرح لکھی خدا کی قدرت ہے کہ شاگرد کی لکھی ہوئی مشکوٰۃ تو سارے عالم میں مشہور ہوگئی مگر استاد کی شرح پردہ اخفا میں چلی گئی بہر حال مشکوٰۃ کی تمام شروح کے لئے طیبی ہی اصل ہے بلکہ دیگر کتب حدیث کے شارحین بھی شرح طیبی سے بے پناہ استفادہ کرتے ہیں یہ شروح کی ماں ہے۔

علامہ طیبی نے اہل بیت رسول ﷺ سے تمسک کا مطلب یہ بتایا ہے کہ ان سے محبت کی جائے اور ان کی سیرت کو اپنایا جائے ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے بات مزید واضح کی ہے

فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالْاَخْذِبِهِمْ اَلتَّمَسُّکُ بِمَحَبَّتِهِمْ وَ مُحَافَظَةُ حُرْمَتِهِمْ وَالْعَمَلُ بِرِوَایَتِهِمْ وَالْاِعْتِمَادُ عَلٰی مَقَالَتِهِمْ وَهُوَ لَا یُنَافِیْ اَخْذَ السُّنَّةِ مِنْ غَیْرِهِمْ لِقَوْلِهٖ ﷺ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ.

اور اہل بیت کو پکڑے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے مضبوط محبت کی جائے ان کی حرمت وتعظیم کی پوری حفاظت کی جائے ان کی روایات پر عمل اور ان کے مقالات پر اعتماد کیا جائے لہٰذا یہ اس بات کے منافی نہیں کہ ان کے علاوہ کسی دوسرے سے بھی سنت نبوی کا فیض لیا جائے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کی بھی اقتداء کروگے ہدایت پالوگے۔

(المرقات شرح مشکوۃ جلد 11 صفحہ 385 مطبوعہ ملتان)

گویا قرآن سے تمسک کا مطلب تو اس پر عمل کرنا ٹھہرا جب کہ اہل بیت سے تمسک کا ایک مفہوم یہ ہے کہ اہل بیت رسول ﷺ کا ان کی اس عظیم نسبت کی وجہ سے احترام کیا جائے دوسرا یہ کہ ان سے مروی احادیث پر عمل کیا جائے جیسا کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیکر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ تک ائمہ اہل بیت سے سینکڑوں ہزاروں احادیث نبویہ مروی ہیں جو انہوں نے نسل در نسل اپنے آباء واجداد سے روایت کی ہیں جن میں علم وعمل اور حکمت وہدایت کے دریا موجزن ہیں ان پر عمل کیا جائے کیونکہ وہ رسول خدا کے ارشادات ہیں ان کے اہل بیت سے ہمیں معلوم ہوئے ہیں۔

یعنی اہل بیت اللہ اور رسول کے مقابلے میں کوئی الگ مرکز تقلید نہیں جیسا کہ رافضیوں نے سمجھ لیا بلکہ ان کی اتباع خدا اور رسول ہی کی اتباع کی وجہ سے ہے لہٰذا اس سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ اگر ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے ہمیں ارشاد رسول حاصل ہو تو ہم اس پر بھی عمل کریں گے کہ وہ بھی ارشاد رسول ہے دوسرا یہ کہ اگر کوئی غالی شخص اہل بیت رسول کی طرف جھوٹی حدیث منسوب کردے جو قرآن وحدیث کے واضح احکامات سے ٹکراتی ہو تو اس پر عمل نہیں کیا جائیگا جیسا کہ اہل تشیع نے اصول کافی سے لے کر وسائل

الشیعہ تک اپنی کتابوں میں ائمہ اہل بیت کی طرف جھوٹی حدیثوں کے وہ طومار کھڑے کئے ہیں کہ الامان بلکہ بعض ایسی شرمناک باتیں ہیں کہ خدایا پناہ خلاصہ یہ ہے کہ اصل اتباع و اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہے بس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اہل بیت کی اتباع یہ ہے کہ جو ارشاد رسول وہ بتائیں اس پر عمل کیا جائے۔

گناہ گار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ تمسک باہل البیت کو ان کی مرویات پر عمل پہ محمول کرنے سے اہل بیت کی خصوصیت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ مرویات صحابہ پر عمل بھی اسی طرح ضروری ہے۔ اس لئے اہل بیت سے تمسک کا اصل مفہوم یہی ہے کہ ان کی اس عظیم نسبت کے سبب ان کا احترام کیا جائے اور ان سے محبت رکھی جائے۔

اس فضیلت میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو تا قیامت خاندان رسول ﷺ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان پر صدقہ حرام ہے خصوصاً وہ جن کی رگوں میں خون رسول دوڑ رہا ہے جیسا کہ آگے احادیث آرہی ہیں۔

یہ امر کہ اہل بیت سے تمسک کا مطلب ان کی محبت و تعظیم ہے اس پر مسلم شریف کی یہ حدیث بھی واضح دلالت کرتی ہے کہ:

2- یزید بن حیان کہتے ہیں میں اور حصین سبرہ اور عمر بن مسلم ہم تینوں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور وہاں بیٹھ گئے حصین کہنے لگا اے حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ نے بڑی بھلائی پائی کہ آپ کو رسول خدا ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ کی حدیثیں سنیں آپ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔

واقعتاً آپ نے بڑا مرتبہ حاصل کیا ہمیں کوئی ایسی بات سنائیں جو آپ نے رسول خدا ﷺ سے سنی ہو آپ نے فرمایا اے بھتیجے اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں باتیں پرانی ہو گئی ہیں اور جو کچھ رسول خدا کے ارشادات یاد تھے ان میں سے کچھ بھول گیا ہوں لہذا میں جو بتادوں وہ قبول کرلو مجھے زیادہ تکلیف نہ دو پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ بتانے لگے

ایک روز (حجۃ الوادع سے واپسی پر) رسول کریم ﷺ نے ایک چشمہ پر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا یہ چشمہ مکہ و مدینہ کے درمیان تھا اور خم کے نام سے جانا جاتا تھا آپ نے حمد وثناء

کے بعد فرمایا لوگوں میں ایک انسان ہوں قریب ہے کہ میرے پاس اللہ کا پیادہ پیغام اجل لے آئے اور میں داعی اجل کو لبیک کہہ دوں تو یاد رکھو انا تارِکٌ فِیکُمْ ثقلین اوّلُهما کتابُ اللّٰهِ فِیهِ الْهُدیٰ وَ النُّور فخذوا و بکتابِ اللہ واستمسکوا به.

میں تمہارے درمیان دو (ثقل) گراں قیمت چیزیں چھوڑ رہا ہوں جن میں پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو اللہ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے حجت بناؤ۔

نبی اکرم ﷺ کافی دیر تک قرآن پر عمل کرنے کی ترغیب دلاتے رہے اس کے بعد آپ نے دوسری چیز بتاتے ہوئے فرمایا:

وَاَهْلُ بَیْتِی اُذَکِّرُکُمُ اللّٰهَ فِی اَهْلِ بَیْتِی اُذَکِّرُکُمُ اللّٰهَ فِی اَهْلِ بَیْتِی

اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کا خوف یاد دلاتا ہوں۔

حصین بن سبرہ کہنے لگے اے حضرت زید اَلَیْسَ النِّسَآءُه مِنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کے اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا:

نساءہ من اهل بیته ولٰکن اهل بیته من حرم الصدقة بعده

یعنی آپ کی بیویاں بھی آپ کی اہل بیت ہیں لیکن یہاں اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر آپ کے بعد (تا قیامت) صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

حصین نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے فرمایا:

آل علی و آل عقیل و آل جعفر و آل عباس وہ حضرت علی حضرت عقیل حضرت جعفر طیار اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد ہے۔

(مسلم شریف جلد دوم صفحہ 279 باب فضائل علی رضی اللہ عنہ)

اس حدیث مبارک کو دیکھیں اس میں نبی اکرم ﷺ نے قرآن اور اپنی اہل بیت کو ثقلین یعنی دو گراں قیمت سرمایہ قرار دیا ہے جو آپ نے اپنی امت کے لئے چھوڑے قرآن اور اہل بیت رسول قرآن کے متعلق تو آپ نے عمل کی ترغیب دلائی اور کثرت سے دلائی جب کہ اپنے اہل بیت کے متعلق یہی فرمایا کہ لوگو میں تمہیں ان کے بارے میں اللہ کی

یاد دلاتا ہوں یعنی میرے ذریعے سے ان کا اللہ سے ایک تعلق ہے ان کی تعظیم کرو گے تو اللہ خوش ہوگا ان کی بے ادبی اور تحقیر سے اللہ ناراض ہوگا صاف معلوم ہوا کہ اہل بیت سے تمسک کا مطلب ان کی تعظیم اور محبت ہے۔ لہٰذا وہ بحث از خود ختم ہوگئی جو محدث کامل حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا کہ جیسے قرآن سے تمسک کا مطلب اس کی اتباع ہے اسی طرح اہل بیت سے تمسک بھی ان کے اتباع پر مبنی ہے لہٰذا انہوں نے فرمایا کہ حدیث میں اہل بیت سے یا تو بارہ ائمہ اہل بیت مراد ہیں یا وہ فقہاء و مجتہدین اور علماء و صالحین مراد ہیں جو سادات کرام میں گزرے ہیں یا موجود ہیں اس لئے کہ وہی لائق اتباع ہیں نہ کہ ہر سید اور اہل بیت رسول کا ہر فرد واجب الاتباع ہے کیونکہ بعض اہل بیت عمل کے اعتبار سے فسق و فجور میں بھی مبتلا ہیں اس پر علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الشرف المو بد میں باادب لہجے میں ان پر رد فرمایا کہ حدیث میں ایسی کوئی قید نہیں جو لفظ اہل بیت کو صرف ان کے فقہاء و مجتہدین یا علماء سے خاص کرے اس کے بعد علامہ نبہانی علیہ الرحمہ نے طویل گفتگو فرمائی ہے۔

کیا سادات پر تنقید کی جاسکتی ہے؟

مگر جب اہل بیت سے تمسک کا مطلب ان کی محبت و تعظیم ہے تو پھر کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ جو شخص بھی آل رسول اور اہل بیت نبی سے ہے اس کی تعظیم بہر حال واجب ہے اگر وہ خدانخواستہ بدکار و بدکردار ہے تو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اس سے باز آجائے اس پر تنقید بھی کی جاسکتی ہے مگر اصلاحی انداز میں تحقیر و تذلیل کے انداز میں نہیں کہ یہ اولاد رسول کی تحقیر تصور کی جائے گی جو کفر تک پہنچا سکتی ہے اگر کسی سید زادے سے کسی شخص پر زیادتی ہوئی ہے ظلم ہوا ہے تو وہ اس کے ازالے کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے اپنا حق حاصل کرسکتا ہے مگر طیش میں آکر اگر اس نے کہہ دیا کہ یہ سید ہوتے ہی ایسے ہیں تو پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہوگیا اور عذاب الٰہی کا مستحق ٹھہرا اگر سید زادے سے لائق حد جرم ہوا اور عدالت میں ثابت ہوگیا تو اس پر شرعی حد جاری کی جائے گی مگر اس میں نیت یہی

کی جائے گی کہ شاہزادے کے پاؤں میں مٹی لگ گئی تھی اسے اتارا گیا ہے۔

مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حرمت و توقیر ہر اس شخص کو حاصل ہے جو صدقہ لینے سے بالا ہے یعنی اس پر زکوۃ لینا حرام ہے وہ اہل بیت میں داخل ہے اور اہل بیت کو یہ شرف تا قیامت حاصل رہے گا۔

ایک اعتراض کیا سنیوں نے حدیث ثقلین پر عمل نہیں کیا؟

رافضی عموماً یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اہل سنت نے حدیث ثقلین پر عمل نہیں کیا اور امام جعفر رضی اللہ عنہ امام باقر رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ اہل بیت کی اتباع کے بجائے ابو حنیفہ شافعی مالک اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے پیچھے لگ گئے حدیث ثقلین پر عمل کا حق تو اہل تشیع نے ادا کیا ہے کہ ان کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں دامن اہل بیت ہے۔

جواب اول

اہل بیت سے تمسک کا معنی ان کی محبت ہے نہ کہ ہر فرد اہل بیت کو مطاع ماننا

قارئین کرام شیعوں کا یہ اعتراض محض بے جا ہے در اصل شیعہ ہمیں اتباع اہل بیت کے جس مفہوم کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ سراسر بے دینی اور الحاد کا دوسرا نام ہے شیعوں نے اہل بیت میں بارہ افراد کا از خود انتخاب کر کے انہیں انبیاء کی طرح اللہ کی طرف سے منصوص امام قرار دیا ہے اور ان کی امامت کے منکر کو کافر قرار دے دیا ہے وہ بارہ یہ ہیں حضرت علی المرتضی، امام حسن، امام حسین، حضرت زین العابدین، حضرت امام باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام رضا، امام تقی، حضرت حسن عسکری اور امام مہدی شیعوں نے ان بارہ کو انبیاء کی طرح معصوم اور منصوص من اللہ مانا ہے اور در پردہ اجرائے نبوت کی ایک صورت اختیار کی ہے اور جس طرح انہوں نے اہل بیت کی اتباع کی ہے اس کا حدیث ثقلین کے مفہوم سے دور کا بھی واسطہ نہیں یہ پیچھے بھی واضح کیا جا چکا ہے کہ قرآن سے تمسک کا معنی اس پر عمل کرنا ہے اور اہل بیت سے تمسک کا مفہوم ان سے محبت رکھنا ہے اور الحمد اللہ اہل سنت قرآن پر عمل بھی کرتے ہیں اور اہل بیت سے محبت بھی رکھتے ہیں اہل بیت سے

تمسک کا معنی یہ نہیں کہ جو شخص بھی اہل بیت سے ہو اس کے ہر عمل کی اتباع کرو اس لئے کہ یہ ضروری نہیں کہ اہل بیت کا ہر شخص دین پر پوری طرح عمل کرتا ہو ان سے بشری تقاضوں کے تحت خلاف شرع امور بھی سرزد ہو سکتے ہیں تو یہ معنی نہیں ہو سکتا کہ ہر سید کی اتباع کرو خواہ وہ جو کچھ کرے یا کہے کیونکہ اتباع صرف قرآن وسنت کی ہے تاہم بحیثیت اہل بیت ان کا ادب بہر حال لازم ہے اور یہی حدیث ثقلین کے مطابق اہل بیت سے تمسک ہے لہٰذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ سنیوں نے ائمہ اہل بیت کی اتباع نہیں کی اور انہیں چھوڑ کر دوسرے اماموں کی اتباع میں پڑ گئے اس لئے کہ اتباع صرف قرآن کی ہے اور قرآن کی تشریح کے لئے سنت مصطفی ﷺ ہے ارشاد خداوندی اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (سورۃ النساء)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

فرما دیں اے رسول کہ اے لوگو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۃ آل عمران)

گویا اتباع اور اطاعت صرف قرآن کی ہے اور قرآن کی تشریح کے لئے حدیث رسول ہی ہے کیونکہ قرآن کی تشریح کے لئے اللہ نے اپنا رسول مبعوث فرمایا اور ارشاد فرمایا

لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ تاکہ آپ لوگوں کو اس وحی کی وضاحت کر دیں جو ان کی طرف نازل کی گئی۔

اللہ نے قرآن میں اللہ اور رسول کے بعد کسی اور کی اطاعت اور اتباع کا حکم نہیں دیا اس لئے حدیث ثقلین میں اتباع کا حکم صرف قرآن کے لئے ہے جب کہ اہل بیت کے لئے اتباع کا نہیں محبت کا حکم ہے یہ ہم ابھی دوسرے جواب میں واضح کر دیں گے کہ سنیوں نے

حنفی مالکی شافعی اور حنبلی فقہ کیوں اپنائی اور جعفری فقہ کیوں چھوڑی؟

سردست آیئے خود حضرت علی ؓ کی زبان فیض ترجمان سے فیصلہ کراتے ہیں کہ حدیث ثقلین کا کیا معنی ہے اور قرآن سے تمسک کا کیا معنی ہے اور اہل بیت سے تمسک کا کیا؟ حضرت علی کا یہ ارشاد نہج البلاغہ میں یوں مذکور ہے۔

الم اعمل فیکم بالثقل الاکبر و اترک فیکم الثقل الاصغر.

کیا میں نے تم میں ثقل اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا اور تمہارے درمیان ثقل اصغر (اہل بیت) کو نہیں چھوڑا (نہج البلاغہ خطبہ 87 صفحہ 120 مطبوعہ بیروت)

گویا حضرت علی ؓ نے عمل اور اتباع کا تعلق صرف قرآن سے قائم کیا ہے جب کہ ثقل اصغر یعنی اہل بیت کے لئے اتنا ہی فرمایا کہ اسے لوگوں میں باقی رکھا گیا ہے تاکہ ان سے رشتہ محبت جوڑ کر ہم اللہ اور اس کے رسول کا قرب حال کرلیں۔

شیعوں کا بہت بڑا علامہ کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی حضرت علی کے مذکورہ ارشاد کی وضاحت اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں یوں کرتا ہے

والثقل الاکبر کتاب اللہ و اشار بکونہ اکبر الی ان الاصل المتبع المقتدی

اور ثقل اکبر اللہ کی کتاب ہے اور اس لئے اکبر کہ حضرت علی نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اصل میں اتباع اور اقتداء صرف قرآن ہی کی ہے۔

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد دوم صفحہ 303 مطبوعہ تہران)

ایک اور جگہ نہج البلاغہ میں حضرت علی ؓ فرماتے ہیں

و علیکم بکتاب اللہ فانہ الحبل المتین والنور المبین و الشفاء النافع والری الناقع والعصمۃ لتمسک والنجا للمتعلق

اور تم پر اے لوگو اللہ کی کتاب کا پکڑنا ضروری ہے کہ وہی مضبوط رسی اور کھلا نور ہے اور وہی نافع شفاء اور مکمل سیرابی ہے جو اس سے لپٹ جائے اس کے لئے عصمت ہے اور جو اس کا دامن تھام لے اس کے لئے نجات۔

(نہج البلاغہ خطبہ 156 صفحہ 219)

کیا حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے ان ارشادات کے بعد کسی شیعہ کو کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کہ حدیث ثقلین میں اتباع کا حکم صرف قرآن کے لئے ہے۔

اس کے بعد شیعوں کے نزدیک دوسرے امام معصوم سیدنا حضرت امام حسن ؓ ہیں آئیے ان کا ارشاد بھی سن لیں آپ نے تو کوئی شک رہنے ہی نہیں دیا علامہ طبرسی شیعہ نقل کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا امام حسن ؓ نے ایک بار خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے اہل بیت پر زور دیتے ہوئے لوگوں سے پوچھا:

کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا اے لوگو میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم نے اسے پکڑے رکھا تو گمراہ نہ ہو گے کِتَابُ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ اللہ کی کتاب اور میری عترت پھر آپ نے قرآن کے متعلق فرمایا لوگو قرآن کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو اس کے محکم پر عمل کرو اور متشابہ پر ایمان رکھو پھر اہل بیت کے متعلق فرمایا:

اجلوا اهل بيتى و عترتى و والوا من والاهم وعادوا من عاداهم و انصر و هم على من عاداهم.

میرے اہل بیت عترت کا احترام کرو جو ان سے محبت رکھے تم اس سے محبت رکھو اور جو ان سے دشمنی کرے تم اس سے دشمنی کرو اور ان کے دشمن کے مقابلے میں ان کی مدد کرو۔

(احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ 406)

یہ حدیث ثقلین کے وہ کلمات ہیں جو امام حسن ؓ سے مروی ہیں ان کے ہوتے ہوئے بہت واضح ہو گیا کہ حدیث ثقلین میں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ ہر اہل بیت کی اتباع کرو خواہ جو بھی کرے یا کہے بلکہ صرف ان سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کی اتباع انہی امور میں کی جائے گی جن میں وہ اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کریں اگر کوئی سید صاحب کہیں شراب پیو یا فلاں خلاف شریعت کام کرو تو ایسے گناہ کے اس کے کسی حکم کی کوئی حیثیت نہیں ہر صورت عمل شریعت پر ہو گا۔

دوسرا جواب

شیعوں نے ائمہ اہل بیت کی روایات کو قابل عمل نہیں رہنے دیا اس لئے ہم اصول کافی وفروع کافی اور الاستبصار وغیرہ میں ائمہ اہل بیت کی طرف روایات کے ان طوماروں پر کچھ کان نہیں دھرتے جو شیعوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر ان کی طرف منسوب کیے ہیں اور ان پر اپنے مذہب اور اپنی فقہ کی بنیاد رکھی ہے یہ روایات اتنی غلیظ اور دل آزار ہیں کہ استغفر اللہ مثلاً دو شیعہ راوی حسین بن ثوید اور ابو سلمہ سراج روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر علیہ السلام ہر نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر ہمیشہ لعنت کرتے تھے۔

فلان و فلان و فلان و معاویة یسمیھم و فلانة و فلانة و ھند و ام الحکم اخت معاویه افلان، فلاں فلاں اور فلانی اور ہند اور معاویہ کی بہن ام الحکم پر (نقل کفر، کفر نباشد)

(فروع کافی کتاب الصلوٰۃ باب الدعا بعد الصلوٰۃ جلد سوم صفحہ 342 مطبوعہ تہران)

ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ فلاں فلاں اور فلاں سے مراد شیعوں نے ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مراد لیا ہے کیونکہ چوتھے نمبر پر امیر معاویہ کا ذکر اس امر کی واضح دلیل ہے اور فلانی اور فلانی عورت سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں صرف شیعوں میں جرات نہیں کہ ان کا نام لے سکیں ورنہ اہل اسلام کے سامنے ان کا مکروہ چہرہ آشکارو بے نقاب ہو جائے ایسی گندی روایات شیعہ اپنی طرف سے گھڑ کر امام باقر، امام جعفر اور دیگر ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اب مذکورہ بالا خبیث روایت سے حجت پکڑ کر شیعوں کے ملا کلینی نے فروع کافی میں یہ فقہی مسئلہ قائم کر دیا کہ ہر نماز کے بعد خلفاء راشدین پر امام جعفر کی اتباع میں لعنت کرنی چاہیے اور فقہ جعفریہ ایسی ہی غلیظ روایات کا مجموعہ ہے۔

اب بتائیے کیا ایسی فقہ اور اس کی ایسی روایات پر عمل کیا جا سکتا ہے بلکہ وہ فقہ جو خلفاء راشدین پر لعنت کا سبق سکھائے خود قابل لعنت ہے کیونکہ خلفاء راشدین کی بیعت حضرت علی نے کی اور پھر حضرت علی ان کے مشیر و وزیر رہے اس پر خود کتب شیعہ گواہ ہیں۔

اس طرح ایک اور روایت ملاحظہ کریں۔

جابر نے امام باقر سے روایت کیا ہے کہ قرآن کی اس آیت وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا۔

یعنی وہ لوگ کہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پوجتے ہیں وہ دوسرے تو ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے۔

(سورۃ حج پارہ 17)

اس آیت میں اللہ کے سوا دوسروں کو پوجنے والوں سے مراد اول ثانی اور ثالث مراد ہیں۔

کذبوا رسول اللہ بقولہ والوا علیا و اتبعوہ فعادو اعلیا ولم یو الوہ و دعوا الناس الیٰ ولایۃ انفسھم.

کیونکہ ان تینوں (اول دوم اور سوم) نے رسول اللہ ﷺ کے قول کہ علی سے محبت کرو اور اس کی اتباع کرو کی مخالفت کرتے ہوئے علی سے دشمنی کی اور لوگوں کو اپنی خلافت کی طرف دعوت دی۔

(تفسیر عیاشی مصنفہ مسعود بن عیاش سمرقندی جلد دوم صفحہ 256 مطبوعہ تہران)

کون احمق یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہاں شیعوں نے اول دوم اور سوم سے ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مراد لیا ہے جب اتنی، خبیث روایات پر کسی فقہ کی بنیاد رکھی جائے تو مسلمان اسے کیسے تسلیم کر سکتے ہیں اس لئے اہل سنت نے فقہ جعفری چھوڑ کر فقہ حنفی وغیرہ کو سینے سے لگایا اور ایسی فقہ جعفری کو دور سے سلام کیا۔

امام جعفر صادق خود فرماتے تھے لوگو!

لاتقبلو اعلینا حدیثا الا ما وافق القرآن و السنۃ.

ہم اہل بیت کی طرف سے تمہیں جو حدیث قرآن وسنت کے موافق ملے اسے لے لو۔

پھر فرمایا بے شک مغیرہ بن سعید نے میرے والد (امام باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی

کتابوں میں اپنی طرف سے روایتیں ڈال دیں خدا اس پر لعنت کرے)۔

اسی طرح امام حسن عسکری کے سامنے امام جعفر کی طرف منسوب بہت سی احادیث پیش کی گئیں تو آپ نے ان سے انکار کیا اور فرمایا:

ان ابا الخطاب کذب علی ابی عدالله لعن الله ابا الخطاب.

بے شک ابوالخطاب (شیعہ) نے امام جعفر صادق کی طرف جھوٹی روایتیں منسوب کی ہیں خدا اس پر لعنت کرے۔

(رجال کشی صفحہ 195 مصنفہ علامہ محمد بن عمر کشی شیعہ مطبوعہ کربلا)

جواب سوم

ہم اہل سنت ائمہ اہل بیت ﷺ سے وہ روایات جو قرآن وسنت کے مطابق ہیں اور مذکورہ بالا ایسے کذاب راویوں کی دست برد سے محفوظ ہیں نہ صرف قبول کرتے ہیں بلکہ وہ ہمارے لئے حکمت کے خزانوں کا درجہ رکھتی ہیں چنانچہ بخاری ومسلم اور دیگر کتب صحاح وغیرہ میں حضرت علی امام حسن امام حسین اور دیگر ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل بیت سے مروی سینکڑوں احادیث وآثار موجود ہیں دس بارہ سال قبل لاہور سے ہندوستان کے ایک سنی عالم محمد بن محمد باقری کی ''مسند اہل بیت'' کے نام سے ایک کتاب چھپی تھی جو اہل سنت کے ادارہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور کے کتب خانہ میں محفوظ ہے اس میں صحیح بخاری سے لے کر ابن ماجہ تک اور دار قطنی سے مستدرک تک اور کنز العمال سے ابن شاہین تک اہل سنت کی 83 کتب حدیث کا مطالعہ کر کے سولہ سو سے زائد وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جو ائمہ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں اور انہیں فقہی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے یہ قابل قدر کاوش ہے اور اس سے شیعوں کا یہ الزام قطعاً ختم ہو گیا ہے کہ سنی لوگ ائمہ اہل بیت سے بغض رکھتے ہیں اس لئے ان کے ارشادات کو نقل کرتے ہیں نہ ان پر عمل کرتے ہیں۔

دوسری فضیلت

قرآن اور اہل بیت رسول حوض کوثر تک آدمی کا ساتھ دینگے

عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ ﷺ اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمْ مَا اِنْ تمسکْتُمْ بِہٖ لن تضلوا بعدی احدھما اعظم مِنَ الْآخرِ کِتَابُ اللّٰہِ حبْلٌ مَمْدُوْدٌ من السماءِ الی الْاَرْضِ و عترتی اَھْلُ بَیْتِیْ وَلَنْ یتفرقا حتی یردا علیَّ الْحوض فانظروا کیف تخلفونی فِیْھِمَا.

حضرت زید بن ارقم ؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ رہا ہوں اگر تم اسے پکڑے رکھو تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے وہ دو چیزیں ہیں ان میں سے ایک چیز دوسری سے بڑی ہے ایک اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکتی ہوئی رسی ہے اور دوسری میری عترت اور اہل بیت ہے اور یہ جدا نہیں ہوں گی تا آنکہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گی تو خیال رکھنا کہ میرے بعد ان سے تم کیا سلوک کرتے ہو۔

(ترمذی شریف جلد دوم مناقب حضرت علی ؓ صفحہ 220)

یہ حدیث بھی بتا رہی ہے کہ اہل بیت سے مراد وہ سب لوگ ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی نسل مبارک میں تا قیامت چل رہے ہیں۔

یہاں ارشاد رسول ﷺ **ولن یتفرقا** یعنی قرآن اور اہل بیت رسول اللہ ﷺ جدا نہیں ہوں گے تا آنکہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں قابل غور ہے اس کا مفہوم طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جو آدمی قرآن و اہل بیت سے وابستہ رہے گا تو یہ دونوں چیزیں بھی اس

سے جدا نہیں ہونگی تا آنکہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں گی اور نبی اکرم ﷺ سے جا کر شفاعت کریں گی کہ یا رسول اللہ اس آدمی نے ہمارا دامن نہیں چھوڑا تو ہم بھی اسے نہیں چھوڑیں گے تا آنکہ اس کی بخشش نہ ہو جائے علامہ طیبی فرماتے ہیں:

فلا یفارقانه حتی یردا الحوض فشکرا صنیعه عند رسول الله ﷺ

قرآن و اہل بیت اس آدمی کو نہ چھوڑیں گے تا آنکہ حوض کوثر تک جا پہنچیں گے اور رسول خدا کے پاس اس آدمی کے عمل کی تعریف کریں گے۔

(شرح طیبی علی المشکوٰۃ جلد 11 صفحہ 299)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علی نے اس کی یہ ایمان افروز حکمت بیان فرمائی ہے کہ اللہ نے فرمایا اے نبی اکرم ﷺ آپ فرما دیں:

قل لَا اَسئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّاالْمَودَّةَ فِی الْقُرْبٰی.

میں نے تمہیں جو قرآن پہنچایا ہے اس کے بدلہ میں اپنے اہل بیت کی محبت کے سوا کچھ نہیں مانگتا تو جو قرآن کی قدر کرے گا وہ اہل بیت سے محبت بھی رکھے گا اس لئے قرآن اور اہل بیت بھی اس آدمی کا حشر تک ساتھ دیں گے اور حوض کوثر پر سید الانبیاء ﷺ سے شفاعت کروا کر اسے جنت میں لے جائیں گے۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ جلد 11 صفحہ 386)

قرآن کا روز قیامت آدمی سے جدا نہ ہونا اور اس کی شفاعت کروانا بالکل ظاہر ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو آدمی سورۃ ملک پڑھا کرے یہ سورۃ روز قیامت اللہ سے اس آدمی کی مغفرت کے لئے جھگڑا کرے گی اور نہیں چھوڑے گی جب تک اس کی شفاعت نہ کروا لے۔

(مشکوٰۃ شریف وغیرہ)

جب کہ اہل بیت رسول کا روز قیامت ساتھ نہ چھوڑنا بھی ظاہر ہے محبانِ اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو اپنی اس نسبت کی وجہ سے روز قیامت رسول کریم ﷺ کی خصوصی شفاعت نصیب ہوگی جیسا کہ آگے احادیث آ رہی ہیں میں تو اپنی مغفرت کے بعد وہ ان

لوگوں کی شفارش کریں گے جنہوں نے ان سے دنیا میں محبت کی اور ان کی تعظیم بجا لایا حدیث میں تو یہ بھی آتا ہے کہ ایک آدمی کو قیامت میں اذن جنت ہو گا وہ جنت کو جا رہا ہو گا کہ ایک آدمی اس کا دامن پکڑ کر کہے گا تم مجھے پہچانتے نہیں میں نے دنیا میں فلاں موقع پر تمہیں وضو کرایا تھا میری ابھی بخشش نہیں ہوئی تو وہ اس کی اللہ سے سفارش کرے گا کہ اے اللہ اس نے مجھے وضو کرایا تھا اگر یہ دوزخ میں گیا تو مجھے دکھ ہو گا اللہ اسے بھی بخش دے گا۔

جب ایک عام جنتی کا یہ مقام ہے کہ وضو کرانے والے کو مغفرت دلائے بغیر نہیں چھوڑتا تو اہل بیت رسول ﷺ اپنے چاہنے والوں کو کب چھوڑیں گے اور ایسی کثیر روایات و حکایات ہیں کہ جن لوگوں نے آل رسول ﷺ کی تعظیم کی اللہ نے انہیں اس کا بڑا اجر دیا اور اہل بیت نے اپنے اوپر احسان کرنے والوں کو اس کا عظیم بدلہ دیا یہاں وہ حکایات لکھنے کی گنجائش نہیں البتہ ایک حدیث مبارک یہاں لکھ دینا حکمت سے خالی نہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَنَعَ اِلٰی اَحَدٍ مِنْ وُلْدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ یَدًا فَلَمْ یُکَافِئْهُ بِھَا فِی الدُّنْیَا فَعَلَیَّ مُکَافَاتُهٗ غَدًا اِذَا لَقِیَنِیْ.

جس شخص نے اولاد عبدالمطلب میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا اور وہ دنیا میں اس کا بدلہ نہ دے سکا تو روز قیامت جب وہ مجھے ملے گا تو اس کا بدلہ مجھ پر لازم ہو گا۔ (میں اس کا بدلہ دوں گا)۔

(مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 176 مناقب اہل بیت الرسول)

ثابت ہوا آل رسول ﷺ سے جو شخص محبت رکھتا ہے آل رسول قیامت کے دن اپنے نانا جان سید عالم ﷺ سے اس کی سفارش کریں گے اور آپ ﷺ اس کا بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے یہی اس حدیث ثقلین کا مفہوم ہے کہ قرآن اور اہل بیت آدمی کا بدلہ دیئے بغیر نہیں چھوڑیں گے اور حوض کوثر پر رسول اکرم ﷺ کے دربار تک آدمی کا ساتھ دیں گے۔

تیسری فضیلت

اہل بیت رسول ﷺ کی مثال کشتی نوح جیسی ہے

1- عن ابی ذر قال قال رسول الله ﷺ مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِی کَمَثَلِ سَفِینَةِ نُوحٍ مَنْ رَکِبَهَا نَجَا وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَ مَنْ قَاتَلَنَا فِی آخِرِ الزَّمَانِ کَمَنْ قَاتَلَ مَعَ الدَّجَّالِ.

حضرت ابوذر غفاری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح علیہ السلام جیسی ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا ہلاک ہو گیا اور جو شخص آخری زمانے میں ہم (اہل بیت) سے لڑے گا وہ ایسے ہے جیسے اس نے دجال کا ساتھی بن کر (حضرت عیسیٰ سے) جنگ کی۔

(مجمع الزوائد بحوالہ بزار و طبرانی جلد 9 صفحہ 171)

یہ حدیث مبارک بھی بتا رہی ہے کہ تا قیامت اہل بیت رسول کا احترام بہت ضروری ہے اور امت میں ان کی مثال کشتی نوح علیہ السلام جیسی ہے جو ان کی محبت میں زندہ رہے گا وہ اہل کشتی کی طرح نجات پائیگا اور جو ان سے عداوت رکھے گا وہ ہلاک ہو گا اور یہ سلسلہ روز حشر تک جاری رہے گا اگر قرب قیامت میں بھی کسی نے اہل بیت رسول سے دشمنی کی وہ دجال کا ساتھی شمار ہو گا اس حدیث کی مزید تائید بھی دیکھیں۔

عن ابن عباس ؓ قال قال رسول الله ﷺ مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِی مثل سفینة نوح من رَکِبَهَا نَجَا وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ.

(مجمع الزوائد بحوالہ بزار و طبرانی)

عن ابی سعید ان الخدری ﷺ قال سمعت النبی ﷺ یقول انما مثل اھل بیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجاو من تخلف عنھا غرق وانما مثل اھل بیتی فیکم مثل باب حطۃ فی بنی اسرائیل من دخلہ غفرلہ.

ابوسعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ میں نے سنا نبی ﷺ فرما رہے تھے میرے اہل بیت کی مثال تو کشتی نوح علیہ السلام جیسی ہے جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا وہ غرق ہو گیا اور میرے اہل بیت کی مثال تو بنی اسرائیل کے دروازہ بخشش کی طرح ہی ہے جو اس میں داخل ہوا اس کی بخشش ہوگی۔

(مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 171)

جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی نجات کی علامت ہے جس نے بچنا ہو وہ اس میں آ جائے اور جس نے ہلاک ہونا ہو وہ بے شک نہ آئے اسی طرح جو جنت میں جانا چاہتا ہے اسے اہل بیت کا دامن پکڑنا پڑے گا یعنی وہ دل میں ان کا ادب واحترام پیدا کرے ان کی خیر خواہی کرے کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اہل بیت کی دل شکنی ہو کسی عاشق اہل بیت نے کہا ہے۔

اے غرقہء گناہ زطوفان غم مترس
کشتیءِ نوح عصمت آلِ محمد است

اس حدیث کی اسناد میں بعض راویوں کو ضعیف قرار دیا گیا ہے تاہم یہ متعدد طرق سے مختلف صحابہ کرام سے مروی ہے جن میں حضرت عبداللہ بن عباس، ابوسعید خدری، عبداللہ بن زبیر اور ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں تو یہ تعدد طرق بھی حدیث کا اسنادی ضعف ختم کر دیتا ہے اور حدیث لائق حجت بن جاتی ہے یہاں ایک لطیف نقطہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی اہل بیت کو کشتی نوح سے تشبیہ دی ہے اور آپ نے صحابہ کرام کو ہدایت کے ستارے قرار دیا ہے فرمایا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ.

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پا

لو گے۔

اب جو لوگ کشتی میں سمندر کا سفر کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ کشتی کی سلامتی کا بھی خیال رکھیں اور ستاروں کو بھی نظر سے اوجھل نہ ہونے دیں کشتی ٹوٹی تو ڈوب جائیں گے ستاروں پہ نظر نہ رکھی تو منزل سے دور بھٹک جائیں گے اسی طرح حضور ﷺ کی آل پاک ہمارے لئے مثل کشتی ہیں اور صحابہ کرام ستاروں کی طرح اگر کشتی حب آل رسول ﷺ میں سوار نہ ہوئے تو ہم بحر ضلالت میں ڈوب جائیں گے اور صحابہ کرام کی پاک سیرتوں کے چمکتے ستارے بھی ہم نے پیش نظر نہ رکھے تو گمراہی کے طوفانوں میں گھر کر ساحل نجات تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

یعنی الحمد للہ ہم اہل سنت نہ خارجی ہیں کہ حب اہل بیت والی ناؤ میں سوار نہ ہوں اور نہ رافضی ہیں کہ اصحابہ حضور ﷺ والے نجم سے ہدایت نہ لیں ہمارا بیڑا اللہ کے فضل سے پار ہے اور خارجیوں رافضیوں کا بیڑا غرق منجدھار ہے۔

چوتھی فضیلت

میری رشتہ داری قیامت کو بھی کام آئے گی

یادر ہے روز قیامت کا عمومی اصول یہ ہے کہ خونی رشتے یا سسرالی رشتے کی وجہ سے کوئی کسی کا بھلا نہیں کرے گا قرآن فرماتا ہے کہ اس دن انسان اپنے بھائی اپنی ماں اور اپنے باپ سے دور بھاگے گا اور بیوی اور بچوں سے بھی دور بھاگے گا۔

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ

قیامت کو صرف ایمانی وروحانی رشتے کام آئیں گے اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ فرماتا ہے۔

فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآئَلُوْنَ.

تو اس دن ان کے درمیان کوئی نسب نہیں ہوگا اور نہ ہی نسب کے متعلق پوچھا جائے گا (وہاں صرف ایمان اور عمل کے متعلق پوچھا جائیگا)

مگر نبی اکرم ﷺ اور آپ کی اولاد سے جس شخص کی نسبی یا سسرالی یا دامادی رشتہ داری ہوگی وہ معتبر ہوگی اور اس رشتہ داری کا اسے فائدہ ہوگا اور یہ احترام رسول ﷺ کی وجہ سے ہوگا اللہ اپنے محبوب کا مقام بلند فرمائے گا۔ (چنانچہ چند احادیث پیش خدمت ہیں)۔

1- حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور خلافت میں) حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے اپنے لئے ان کی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ مانگا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

وہ ابھی چھوٹی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا

تھا

كُلُ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَ نَسَبِيْ.

ہر رشتہ داری اور نسب قیامت کے دن کٹ جائیگا (فائدہ نہیں دے گا) مگر میری رشتہ داری اور میرا نسب نہیں کٹے گا۔

حضرت عمرؓ نے (یہ حدیث سنانے کے بعد) کہا فَاَحْبَبْتُ اَنْ يَّكُوْنَ لِيْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَبَبٌ وَّ نَسَبٌ تو میں نے پسند کیا رسول اکرم ﷺ سے میرا رشتہ اور نسب جڑ جائے۔ حضرت علیؓ نے یہ سن کر اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: زوجا عمكما اپنے چچا (عمر فاروقؓ) سے یہ نکاح کردو انہوں نے کہا وہ با اختیار عورت ہے اپنے لئے جو چاہے پسند کرسکتی ہے (یعنی ہماری بہن ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتنی چھوٹی بھی نہیں بالغہ ہے اور با اختیار ہے اگر وہ چاہتی ہے تو آپ عمر فاروقؓ سے شادی کردیں نہیں چاہتی تو نہ کریں ہم سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ فقام علیؓ مغضباً حضرت علیؓ غصے میں کھڑے ہوگئے (کہ میرے بیٹوں نے مجھ پر یہ بات ڈال دی ہے خود اس معاملہ سے الگ کیوں ہوئے ہیں؟) تو حضرت حسنؓ نے حضرت علی ک دامن پکڑ لیا اور عرض کیا لاصبر علی هجرانک یا ابتاه اے اباجان آپ کی ناراضگی ہمیں برداشت نہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا فزوجاه تو پھر عمر فاروق سے شادی کردو۔

(سنن الکبریٰ الامام البیہقی جلد 7 کتاب النکاح صفحہ 114 مطبوعہ بیروت دار المعرفہ

یہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سگی بہن تھیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا اس وقت ان کی عمر قریباً چودہ سال تھی اور عرب میں رواج شروع سے اب تک آرہا ہے کہ وہ کم عمر لڑکیوں سے شادی کر لیتے ہیں خود سرور دو عا ﷺ کی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی اس کی بین دلیل ہے البتہ ہمارے ہا ہندو پاک میں یہ رواج کبھی نہیں رہا اس لئے عموماً ایسی شادی کامیاب نہیں رہتی بعض

کامیاب بھی دیکھی گئی ہیں مگر عرب میں عموماً کامیاب رہتی ہیں حضرت عمر فاروق ؓ نے اس نکاح میں دل چسپی لینے کی وجہ یہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے رشتوں کی کمی نہیں میں امیر المومنین ہوں مجھے تو نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد یاد آتا ہے کہ روز قیامت صرف میری رشتہ داری اور میرا نسب کام آئے گا۔

ابن سعد عن انس بن عیاض عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان عمر خطب ام کلثوم الی علی فقال انما جبست بناتی علی بنی جعفر فقال زوجنیھا فو اللہ ما علی ظھر الارض و جل یر صد من کرامتھا ما ارصد قال قد فعلت فجاء عمر الی المھاجرین فقال زفونی فزفوہ فقالوا بمن تزوجت ؟ قال بنت علی ان النبی ﷺ قال کل نسب و سبب سیقطع یوم القیامۃ الا نسبی و سببی و کنت قد صاھرت فاحببت ھذا ایضاً۔

امام ابن سعد انس بن عیاض کے واسطے سے امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام باقر ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر فاروق ؓ نے علی المرتضیٰ ؓ سے ام کلثوم کا رشتہ مانگا انہوں نے کہا آپ بیٹی کا رشتہ مجھے ضرور دیں خدا کی قسم اس روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں جو آپ کی بیٹی کے ذریعے اسقدر فضیلت کا طلب گار ہو جس قدر میں ہوں حضرت علی نے فرمایا ٹھیک۔ ہے میں نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا عمر فاروق مہاجرین صحابہ کرام کے پاس آئے اور کہا مجھے شادی کی مبارک دو انہوں نے مبارک دی اور پوچھا آپ نے کس سے شادی کی ہے؟ فرمایا دختر علی ؓ سے بیشک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا ہر نسب اور ہر رشتہ قیامت میں کاٹ دیا جائیگا مگر میرا نسب اور رشتہ نہیں کٹے گا اور میں نے نبی اکرم ﷺ سے سرالی رشتہ تو پہلے کر ہی رکھا تھا میں نے پسند کیا کہ یہ بھی کرلوں۔

(الاصحابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد چہارم صفحہ 492 کتاب النساء حرف کاف)

ابن اسحاق حضرت امام باقر ؓ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد امام زین العابدین علی بن الحسین ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عمر فاروق ؓ نے ام کلثوم بن علی ؓ سے نکاح کیا تو آپ مسجد نبوی میں اس مجلس میں تشریف لائے جو قبر نبوی ﷺ اور

منبر شریف کے درمیان (روضۃ من ریاض الجنۃ) میں ہوتی تھی اور اس میں مہاجرین صحابہ کرام ہی بیٹھے تھے اور کوئی نہیں بیٹھتا تھا تو تمام صحابہ نے (شادی کا سن کر) آپ کو برکت کی دعا دی آپ نے فرمایا:

واللہ مادعانی الی تزویجھا الا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول کل نسب و سبب منقطع یوم القیامۃ الا ماکان من نسبی و سببی

خدا کی قسم مجھے ام کلثوم سے نکاح کرنے کی طرف صرف اس چیز نے بلایا کہ میں نے خود سنا رسول اللہ علیہ فرماتے تھے ہر نسب اور رشتہ داری قیامت کو کٹ جائے گی مگر میرا نسب اور رشتہ نہیں کٹے گا۔

(سنن الکبریٰ (بیہقی شریف) جلد 7 صفحہ 64 کتاب النکاح)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ خاندان نبوت یعنی سادات کرام اور اہل بیت رسول کی یہ عظمت ہے کہ وہ نسب رسول ہیں اور یہ نسب ارشاد نبوی کے مطابق روز قیامت منقطع نہیں ہوگا بلکہ فائدہ دے گا اللہ اس کی وجہ سے سادات پر خصوصی نظر کرے گا۔

یاد رہے علامہ طیبی شارح مشکوۃ شریف فرماتے ہیں نسب وہ رشتہ ہے جو آباء سے اولاد کو ملتا ہے اور سبب اور صہر وہ رشتہ ہے جو نکاح اور شادی سے پیدا ہوتا ہے۔ تو حضرت عمر فاروق کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ یہ ارشاد نبوی کل نسب سبب الخ نبی اکرم علیہ کی بلا واسطہ اولاد سے خاص نہیں بلکہ اولاد در اولاد کو بھی شامل ہے اور یہ سلسلہ تا قیامت چلتا رہے گا اس معنی پر اور احادیث بھی دلالت کرتی ہیں چنانچہ مسور بن مخرمہ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد کہا خدا کی قسم آپ کے نسب، رشتہ اور سسرالی تعلق سے بڑھ کر میرے لئے کوئی دوسرا نسب یا سسرالی رشتہ محبوب نہیں مگر رسول خدا علیہ کا ارشاد مبارک ہے۔

فاطمۃ بضعۃ منی یقبضنی ما قبضھا و یبسطنی ما بسطھا وان الاسباب یوم القیامۃ تنقطع غیر نسبی و سببی و صھری

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے جو چیز اسے پریشان کرے وہ مجھے کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے وہ مجھے خوش کرتی ہے اور بیشک قیامت کے دن سب نسب ختم

جائیں گے مگر میرا نسب میری رشتہ داری اور میرا سسرالی رشتہ روز قیامت منقطع نہیں ہو گا
رائے حسن آپ کے گھر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی (یعنی پوتی حضرت
طمہ صغریٰ بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اب اگر میں آپ کو اپنی بیٹی دوں گا تو یہ چیز
سیدہ فاطمہ کے لئے باعث تکلیف ہو گی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 323)

اس حدیث مبارک نے بھی واضح کر دیا کہ جو لوگ نبی اکرم ﷺ کی اس نسبت کی
اج رکھے گا صحابی رسول حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی رائے بھی اس حدیث کی روشنی میں
یہی معلوم ہوئی کہ نسب رسول ﷺ کی فضیلت اخروی صرف نبی کریم ﷺ کی بلاواسطہ اولاد
کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نسل در نسل چل رہی ہے اسی لئے تو وہ حضرت حسن بن حسن بن
فاطمہ الزہرۃ بن محمد رسول اللہ ﷺ یعنی حضور کی تیسری نسل کے لئے بھی یہ فضیلت ثابت کر
رہے ہیں۔

پانچویں فضیلت

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةُ إِنَّمَا هِيَ اَوْ سَاخُ النَّاسِ وَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّ لَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ ﷺ

یہ صدقہ (زکوۃ) لوگوں کی میل ہی تو ہے اور یہ محمد اور آل محمد ﷺ کے لئے حلال نہیں۔
(مسلم شریف جلد اول کتاب الزکوۃ صفحہ 366)

اس حدیث کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی فضل بن عباس اور دوسرے چچا زاد بھائی ربیعہ حارث کے بیٹے عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو زکوۃ پر عامل نہ بنایا تا کہ زکوۃ کے مال سے دور رہیں اور یہ فرمایا آل محمد ﷺ کے لئے حلال نہیں گویا آپ کے چچوں کی اولاد اور آگے ان کی اولاد سب آل رسول ہیں اور ان پر زکوۃ حرام ہے۔

اہل بیت رسول کون ہیں؟

پیچھے حدیث ثقلین میں گزر چکا ہے کہ صحابی رسول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اہل بیت رسول وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے پوچھا گیا وہ کون ہیں جن پر صدقہ حرام ہے فرمایا آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم (مسلم شریف فضائل علی) حضرت زید نے حضرت حارث کی آل کا نام نہیں لیا مگر جو حدیث ابھی ہم نے لکھی ہے اس کے مطابق آل حارث بھی آل رسول اور اہل بیت میں سے ہے اور ان پر بھی صدقہ حرام ہے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابولہب کو چھوڑ کر نبی اکرم ﷺ کے باقی چچاؤں کی اولاد پر صدقہ حرام ہے۔

(مرآت شرح مشکوۃ جلد 4 صفحہ 166 مطبوعہ ملتان)

یاد رہے نبی اکرم ﷺ کے چچاؤں میں سے حضرت امیر حمزہ ؓ اور حضرت عباس ؓ ایمان لائے حضرت امیر حمزہ ؓ کی اولاد نہ ہوئی آپ کی صرف ایک لڑکی تھی اس لئے آپ کی نسل نہ چلی حضرت عباس ؓ کی نسل چلی تو وہ آل رسول اور اہل بیت رسول کہلائے اور ان پر صدقہ حرام ہوا ابولہب اور اس کی نرینہ اولاد کفر پر ڈٹی رہی اور اسی حالت میں مر گئے صرف اس کی ایک بیٹی درہ اسلام لائی (آگے اس کا ذکر آ رہا ہے) اس لئے ابولہب اور اس کی اولاد اہل بیت رسول اور آل رسول نہ کہلائے جب کہ ابو طالب کے متعلق اظہر روایات یہی ہیں کہ انہوں نے بظاہر اسلام قبول نہ کیا اور محتاط علماء کے نزدیک مستور قرار پائے اور بزرگان دین اور علماء کرام کا ایک انبوہ کثیر ان کے صاحب ایمان ہونے کا قائل ہے ہر ایک کے پاس اپنے اپنے دلائل ہیں مگر ان کی ساری اولاد حضرت علی، حضرت جعفر طیار اور حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحابہ رسول میں شامل ہوئے اس لئے وہ سب اور ان کی اولاد آل رسول اور اہل بیت رسول کے ناموں سے مشرف ہوئے اور ان سب پر صدقہ حرام ہوا اس کے علاوہ آپ کے چچاؤں میں سے حارث بن عبدالمطلب کی ساری اولاد نے اسلام قبول کیا جن میں ربیعہ بن حارث اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تذکرہ بخاری و مسلم اور دیگر کتب صحابہ میں ملتا ہے اس لئے آل حارث کو بھی آل رسول اور اہل بیت رسول میں شمار کیا گیا ہے ان پانچ چچاؤں کے علاوہ آپ ﷺ کے سات چچے اور بھی تھے (زبیر، ضرار، مقوم، حجل، غیداق، قثم اور غلنجال مواہب الدنیہ جلد 2 صفحہ 102) مگر یہ سب ظہور اسلام سے قبل فوت ہو گئے اور ان میں سے کسی کی اولاد کا ذکر بھی کتابوں میں نہیں ملتا اس لئے ان میں سے کوئی بھی اہل بیت میں داخل نہیں۔

2- حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضرت امام حسن ؓ نے بچپن میں صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کخ کخ جس کا معنی ہے اسے پھینک دو پھینک دو پھر فرمایا: اما شعرت انا لانا کل الصدقة کیا تم نہیں جانتے کہ ہم (اہل بیت) صدقہ نہیں کھاتے۔

(بخاری شریف جلد اول کتاب الزکوۃ)

3- حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا آپ کے پاس حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے انہوں نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھائی آپ نے ان کے ہاتھ سے وہ چھین لی اور فرمایا اما علمت انه لا تحل لنا الصدقة کیا تم نہیں جانتے کہ ہم (اہل بیت) کے لئے صدقہ حلال نہیں۔

(دارمی شریف جلد اول صفحہ 386 کتاب الزکوۃ)

4- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو آپ پوچھتے اھدیه ام صدقة یہ ہدیہ ہے یا صدقہ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو فرماتے تم کھاؤ خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہمارے ساتھ تناول فرما لیتے۔

(بخاری و مسلم شریف)

یاد رہے آخری حدیث میں جیسے کہا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ صدقہ قبول نہیں فرماتے تھے اور ہدیہ قبول فرما لیتے تھے ایسے ہی آپ کی اہل بیت کے لئے بھی صدقات واجبہ (جیسے زکوۃ فطرانہ عشر وغیرہ) حرام ہیں اور صدقات نافلہ حلال ہیں کیونکہ وہ ہدایہ کے مفہوم میں ہوتے ہیں انہیں زکوۃ سے مشابہت کی وجہ سے مجازاً صدقہ کہا جاتا ہے۔

آل رسول پر صدقہ حرام ہونے کی حکمتیں

اگر کہا جائے کہ اہل بیت پر صدقہ حرام اور ہدیہ حلال ہونے کی کیا وجہ ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ علماء نے اس کی متعدد وجوہ بیان کی ہیں۔۔

صدقہ (یعنی زکوۃ و فطرانہ وغیرہ) کا بدلہ ثواب کی صورت میں صرف آخرت میں ملتا ہے کیونکہ وہ خاص عبادت ہے جب کہ ہدیہ کا بدلہ اس دنیا میں جوابی ہدیہ کی صورت میں دیا جا سکتا ہے نبی و آل نبی پر ہدیہ اس لئے جائز ہے کہ وہ اس کا بدلہ دے کر احسان کے بوجھ سے آزاد ہو سکتے ہیں مگر صدقہ کا احسان وہ ہے جس کا بوجھ اتارا نہیں جا سکتا اور اللہ کو پسند نہیں کہ وہ اپنے محبوب اور اس کی آل کو ہمیشہ کے لئے کسی کا احسان مند اور ممنون منت

دیکھے۔

صدقہ قبول کرنے میں ایک طرح کی خفت اور خجالت ہے کیونکہ وہ مفلسوں اور ناداروں کا حق ہے اسی لئے زکوۃ وفطرانہ اور عشر وغیرہ مالدار نہیں کھا سکتا صرف غریب ہی کھا سکتا ہے جب کہ ہدیہ قبول کرنے میں ایسی خفت نہیں کیونکہ ہدیہ کا معنی تحفہ ہے اور تحائف و ہدیات تو ہر طبقہ کے لوگ ایک دوسرے کو دیتے رہتے ہیں خواہ وہ امرا ہوں یا غرباء گویا اللہ کو اپنے محبوب کے لئے ان کی شان کے خلاف کوئی معاملہ پسند نہیں اس طرح آپ کی آل بھی اللہ کے ہاں اسقدر معزز و محترم ہے کہ صدقہ قبول کر کے ان کا خفت اٹھانا اللہ کو گوارا نہیں۔

صدقہ مال کے لئے ایسے ہے جیسے کپڑے کے لئے صابن اور صدقہ کے ذریعے نکالا جانے والا مال وہ میل ہے جو سارے مال میں سے نکالی جاتی ہے اسی کو نبی اکرم ﷺ نے انما ھی او ساخ الناس فرمایا اور اللہ کو پسند نہیں کہ آل رسول ﷺ کے لئے میل کچیل جائز رکھی جائے جب کہ ہدیہ مال کے لئے ایسے ہے جیسے کپڑے کے لئے خوشبو۔

چھٹی فضیلت

سادات کرام بنت رسول کی اولاد ہونے کے باوجود اولاد رسول کہلاتے ہیں

دنیا کا عام دستور یہ ہے کہ ہر آدمی کی نسل اسکی نرینہ اولاد سے چلتی ہے بیٹیوں سے نہیں اگر کسی کی بیٹیاں ہوں اور بیٹا کوئی نہ ہو تو کہا جاتا ہے کہ اس کی نسل ختم ہوگئی ہے چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ کے سارے بیٹے فوت ہو گئے تو کفار نے کہا (معاذ اللہ) محمد ﷺ کی نسل ختم ہوگئی ہے یہ ابتر ہیں یعنی نسل بریدہ تو اللہ نے اس کے جواب میں سورۃ کوثر نازل فرمائی اور فرمایا ان شانئک ھو الابتر بے شک آپ کا دشمن ہی ابتر ہے کہ حقیقی ابتر وہ ہے جس کا ذکر ختم ہو جائے جب کہ آپ کا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا دین ہمیشہ باقی رہے گا اور آپ کے دشمن طوق لعنت گلے میں ڈال کر دنیا سے دفعان ہو جائیں گے اور شرعی قانون وراثت بھی یہی کہتا ہے کہ مرنے والے کا بیٹا اور اس کی اولاد در اولاد کے لئے میراث میں حصہ مقرر ہے اور وہ علم الفروض کی اصطلاح میں ذوی الفروض ہیں اور دیگر وراث موجودہ نہ ہوں تو وہ عصبہ اولیٰ بھی ہیں یعنی ساری جائیداد کے وہ وارث بن جاتے ہیں جب کہ مرنے والے کی بیٹی کی اولاد کے لئے حصہ مقرر نہیں کیا گیا اس لئے وہ ذوی الفروض میں سے نہیں بلکہ ذوی الارحام میں سے ہیں اور وہ عصبہ بھی نہیں یعنی باقی ورثاء کی عدم موجودگی میں وہ سارے مال کے وارث نہیں ٹھہرتے بلکہ ذوی الفروض نہ ہونے کی صورت میں ذوی الارحام کو ذوی الفروض کو دیا جاتا ہے اس کی تفصیل کے لئے سراجیہ مع شریفیہ باب ذوی الارحام صفحہ 95 تا 99

پڑھا جائے۔

یوں بھی اللہ قرآن میں فرماتا ہے ادعوھم لآبائھم یعنی بیٹیوں کو اپنے باپوں کے نام ہی سے پکارو کہ جس شخص کا کوئی بیٹا ہو اس شخص کا بیٹا کہہ کر پکارا جائے اس لئے دنیا میں ہر کسی کو باپ کے نام سے ہی پکارا جاتا ہے البتہ آخرت میں ہر کسی کو ماں کے نام سے پکارا جائے گا۔

مگر نبی اکرم ﷺ کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کو اولاد رسول ﷺ کہا جاتا ہے آپ کو اللہ نے یوں تو چار بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں مگر آپ کی نسل مبارک یعنی اولاد در اولاد کا سلسلہ صرف آپ کی بیٹی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چلا آپ کے بیٹے چاروں ہی بچپن میں ہی فوت ہو گئے خود قرآن نے کہہ دیا ما کان محمد ابا احد من رجالکم.

بیٹیاں چاروں بڑی ہوئیں سب کی شادی ہوئی مگر حضرت خاتون جنت کے علاوہ باقی تین میں سے صرف حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں دو بچے ہوئے مگر وہ بھی کسی نسل کو چھوڑے بغیر فوت ہو گئے حضرت زینب کے ہاں ایک بیٹا ہوا جو بچپن میں فوت ہو گیا ایک بیٹی ہوئی یعنی سیدہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ بڑی ہوئیں ان سے حضرت علی ؓ نے وفات سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد شادی کی مگر اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی تفصیل کے لئے اصابہ فی معرفۃ الصحابہ دیکھیں اس طرح آپ کی باقی تینوں بیٹیاں بھی بغیر اولاد وصال فرما گئیں۔

الغرض صرف اور صرف حضرت سید فاطمہ الزہرا خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جن سے نبی اکرم ﷺ کا خون مبارک نسل در نسل آگے منتقل ہوا اور پوری دنیا میں پھیل گیا آج الحمد للہ دنیا میں سادات کرام موجود ہیں اور ان کو اولاد رسول ہی کہا جاتا ہے یہ ان کا خصوصی اعزاز ہے جو انہیں اللہ اور اس کے رسول نے عطا فرمایا ہے۔

اگر کوئی اس کا انکار کرے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم اس کے حق میں چند دلائل پیش کر رہے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

و من ذریته داود و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ھارون و کذالک نجزی المحسنین و زکریا و یحی و عیسی و الیاس کل من الصبرین.

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون علیہم السلام ہیں اور محسنین کو یونہی جزا دیتے ہیں اور آپ کی ذریت میں سے ذکریا یحییٰ عیسیٰ اور الیاس علیہم السلام بھی اور وہ سب صابرین میں سے ہیں۔

(سورہ انعام پارہ 7 رکوع 16)

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے فرمایا گیا ہے حالانکہ ان کا نسب ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ صرف سیدہ مریم کے واسطے ہی سے ملتا ہے اگر انبیاء میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ خصوصیت دی گئی کہ وہ صرف اپنی والدہ کی نسبت سے ذریت ابراہیم ہیں تو امت محمدیہ میں سے اولاد فاطمۃ الزہرا کو اسی نسبت کے ساتھ اولاد رسول اور ذریت نبی کیوں نہیں کہا جا سکتا اور یہ خصوصیت ان کے لئے کیوں نہیں مانی جا سکتی؟

عن عمر بن الخطاب قال سمت رسول الله ﷺ یعقول کل ولد فان عصبتھم لا بیھم ما خلا ولد فاطمه فانی انا ابوھم و غصبتھم.

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے ہر اولاد کا عصبہ (ان کی نسبت) اس کے باپ کی طرف ہوتی ہے سوا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کے کیونکہ میں ان کا باپ ہوں اور ان کا عصبہ ہوں۔

(کنز العمال بحوالہ ابن عساکر جلد 13 صفحہ 624)

لفظ عصبة کی تحقیق

عربی لغت میں عصبۃ باپ کی طرف سے رشتہ داروں کو کہتے ہیں (مصباح اللغات، شریفیہ) جیسے دادا چچا، بھائی وغیرہ اور علم فروض کی اصطلاح میں عصبہ کسی میت کے ان ورثاء

کو کہتے ہیں جن کی نسبت میت کی طرف کسی عورت کے ذریعے نہ ہو چنانچہ علم میراث کی مشہور کتاب سراجیہ میں امام محمد بن عبدالرشید سجاوندی فرماتے ہیں۔

اما العصبة بنفسه فكل ذكر لا تدخل فى نسبته الى الميت انثى.

عصبہ بنفسہ ہر وہ مرد وارث ہے جس کی میت کی طرف نسبت میں کوئی عورت داخل نہ ہو (جیسے بیٹا، بیٹے کا بیٹا، بھائی، باپ، دادا وغیرہ)

اس کی شرح شریفیہ میں عالم ربانی امام سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فان دخلت الا نثى فى نسبته اليه لم يكن عصبة ...... كاب الام و ابن البنت.

اگر وارث کی میت کے ساتھ نسبت میں عورت داخل ہو تو وہ عصبہ نہیں ہوتا جیسے نانا اور نواسہ۔

(سراجیہ مع شریفیہ صفحہ 37 باب العصبات)

یہی چیز نبی اکرم ﷺ فرمارہے ہیں کہ ہر آدمی کے عصبات وہ ہوتے ہیں جو اس کے رشتہ دار ہوں مگر میری بیٹی فاطمہ کی اولاد کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ میں ان کا نانا ہونے کے باوجود ان کا باپ بھی ہوں اور ان کا عصبہ بھی یعنی انہیں یہ اعزاز بخش رہا ہوں کہ وہ میرے عصبہ میں اور میں ان کا عصبہ ہوں وہ میرے لئے سگی اولاد کی طرح ہیں اور میں ان کے لئے سگے باپ کی طرح ہوں۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ نبی اکرم ﷺ اور اولاد فاطمہ کا باہم عصبہ ہونا اس معنی میں نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے مالی وارث ہیں اس لئے کہ انبیاء کرام کسی کے نہ مالی وارث ہوتے ہیں نہ ان کا کوئی مالی وارث ہوتا ہے ان کا عصبہ ہونا صرف اعزازی ہے نبی اکرم ﷺ انہیں اپنی رحمت و شفقت سے اپنی سگی اولاد کا درجہ عطا فرمارہے ہیں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جتنی اولاد تا قیامت چل رہی ہے یہ اولاد رسول ہے اور یہ بہت بڑی عظمت ہے۔

3- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل جعل ذریۃ کل نبی فی صابۃ وان اللہ تعالیٰ جعل ذریتی فی صلب علی بن ابی طالب (ﷺ)

بے شک اللہ نے ہر نبی کی ذریت اس کی اپنی پشت میں رکھی ہے مگر بیشک اللہ نے میری ذریت علی بن ابی طالب کی پشت میں رکھی ہے۔

(مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی جلد 9 صفحہ 175 باب فضائل اہل بیت)

اس حدیث کی روشنی میں اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علیؓ کی ساری اولاد کو سرکار اپنی اولاد قرار دے رہے ہیں تو یہ بھی ایک پہلو سے درست ہے کیونکہ پیچھے پانچویں فضیلت میں بتایا جا چکا ہے کہ حضرت علیؓ کی ساری اولاد تا قیامت اہل بیت میں سے ہے اور ان پر صدقہ حرام ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ حضرت علیؓ کی اسی اولاد کو اپنی ذریت سے تعبیر فرما رہے ہیں جو بطن فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے تو یہ زیادہ اولیٰ ہے اس سے پہلے والی حدیث بھی اسی کی تائید کرتی ہے جس میں فرمایا گیا کہ اولاد فاطمہ کا میں باپ اور عصبہ ہوں۔

ساتویں فضیلت

اہل بیت کو تکلیف دینے سے رسول خدا کو تکلیف ہوتی ہے

چونکہ اہل بیت رسول خاندان مصطفی ﷺ ہے اس لئے انہیں تکلیف دینا خود رسول خدا کو تکلیف دینے کے برابر ہے اور جو اللہ و رسول کو تکلیف دے اس کے لئے قرآن کہتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

بے شک جو لوگ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(سورۃ احزاب پارہ 22 رکوع 4)

اس بارہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح رسول خدا ﷺ کو اس معاملہ سے تکلیف محسوس ہوتی ہے اور آپ افسردہ ہوتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق، حضرت عمار اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تینوں سے یہ حدیث مروی ہے کہ ابولہب کی بیٹی درہ (مسلمان ہوکر) ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئی تو رافع بن لیلیٰ کے گھر اتری بنی زریق کی کچھ عورتیں اس کے پاس آ کر بیٹھیں، کہنے لگیں تم اس ابو لہب کی بیٹی ہو جس کے حق میں اللہ نے تبت یدا ابی لھب (ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں) والی سورت اتاری ہے تمہیں ہجرت سے کیا فائدہ ہوگا؟ درہ یہ سن کر رسول کریم ﷺ کے پاس آئی اور رو پڑی اور عورتوں نے جو کچھ کہا تھا وہ بتایا آپ نے اسے چپ کرایا اور فرمایا تم بیٹھو

میں ابھی آیا آپ اٹھے مسجد میں جا کر لوگوں کو نماز ظہر پڑھائی پھر تھوڑی دیر کیلئے منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا:

ایھا الناس مالی او ذی فی اھلی فو اللہ ان شفاعتی تنال قرابتی

اے لوگو کیا وجہ کہ مجھے میرے قریبیوں کے سبب ستایا جاتا ہے خدا کی قسم میرے قریبیوں کو میری شفاعت ضرور ملے گی۔

(کنز العمال بحوالہ دیلمی جلد 13 صفحہ 244 فضائل اہل بیت)

اندازہ کیجئے اگر ابولہب کی بیٹی کو تکلیف دینے سے رسول خدا کو تکلیف ہوتی ہے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد میں سے کسی کو تکلیف دی جائے تو آپ ﷺ کی تکلیف کا کیا عالم ہوگا؟

اس حدیث میں لفظ اہل سے اہل بیت مراد نہیں یہاں یہ لفظ بمعنی اقربا ہے کسی شخص کے قریبی رشتہ داروں کو بھی اس کے اہل کہا جاتا ہے یہ اس لئے ہے کہ ابولہب کی اولاد اہل بیت رسول میں شامل نہیں پیچھے گزر چکا ہے کہ ابولہب کے کفر پر قائم رہنے کے سبب وہ اور اسکی اولاد اس عظمت سے محروم ہو گئے نہ ان پر صدقہ حرام ہے خواہ وہ ایمان لے آئیں بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے خاندان کا کوئی بھی فرد اگر ستایا جائے تو آپ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے اسے کوئی ناحق بات کہی جائے تو اس سے آپ کا دل دکھتا ہے یوں تو کسی بھی شخص کا آپ کے کسی امتی کو برا کہنا آپ کے لئے باعث تکلیف ہے مگر اپنے خاندان اور اپنے خونی رشتہ داروں کا ستایا جانا آپ کے لئے دوہرا ضرر رساں اور باعث آزار ہے۔

2- حضرت عباس ؓ سے مروی ہے کہ آپ کچھ لوگوں کے پاس بیٹھے تو انہوں نے گفتگو روک لی۔

(بات کرتے کرتے چپ ہو گئے) آپ نے نبی اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا آپ نے ارشاد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جن کے پاس میرے اہل بیت سے کوئی شخص بیٹھ جائے تو وہ بات روک لیتے ہیں اس کے بعد فرمایا:

والذی نفس محمد بیده لایدخل قلب امری الایمان حتی یحبھم للہ و لقرا بتھم منی.

اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان تب تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ میرے اہل بیت سے اللہ کی رضا اور مری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔

(کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر جلد 13 صفحہ 642)

یعنی وہ لوگ کوئی ایسی گفتگو کر رہے تھے جو حضرت عباس کے حق میں نہیں جاتی تھی اسی لئے آپ کو دیکھ کر وہ چپ ہو گئے نبی اکرم ﷺ کو اتنی بات بھی ناگوار گزری اور مذکورہ حدیث ارشاد فرمائی اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس سے بڑھ کر اہل بیت کے لئے باعث تکلیف کوئی قول وفعل آپ کے لئے کس قدر باعث تشویش ہوسکتا ہے اور آپ اس سے کتنے رنجیدہ ہوں گے۔

اور ایسے کئی واقعات سیرت ہائے بزرگان دین میں لکھے ہیں کہ خاندان سادات میں سے کسی کو ستایا گیا تو خواب میں نبی اکرم ﷺ کو سخت ناراض پایا گیا اس مختصر کتاب میں ان واقعات کے لکھنے کی گنجائش نہیں اللہ رب العزت ہمیں آل رسول سے ہمیشہ ادب کا معاملہ عطا فرمائے۔

آٹھویں فضیلت

اہل بیت کو خصوصی شفاعت حاصل ہوگی

جو لوگ رسول اکرم ﷺ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ان کا آخرت میں خصوصی مقام ہوگا اور یہ نسبت ان کے کام آئے گی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں روز قیامت سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا اس کے بعد باقی لوگوں کی پھر پیچھے گزر چکا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا روز قیامت ہر نسب اور ہر رشتہ اور سسرالی ودامادی تعلق ختم ہو جائیگا مگر میرا نسب، میرا سبب اور میرا سسرالی رشتہ ختم نہیں ہوگا تو جو لوگ تا قیامت آپ کی نسب میں سے ہیں ان کا یہ تعلق اور یہ نسبت اللہ کے ہاں مقبول ہوگی اور اس کے ثمرات ظاہر ہونگے۔

خصوصاً وہ لوگ جو امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں سے ہیں حسنی یا حسینی سید ہیں اور ان کی رگوں میں رسول اکرم ﷺ کے جسد مقدس کا خون دوڑ رہا ہے یہ بہت بڑی نسبت کے حامل ہیں۔ یہاں وہ حدیث قابل ذکر ہے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روز احد جب رسول اکرم ﷺ کے چہرہ انور سے خون بہنے لگا تو میرے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے اپنا منہ اس مقام پر رکھ دیا (جہاں سے خون نکل رہا تھا اور اسے نگل گئے بعض لوگوں نے اس پر کلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے خون سے یوں لگاؤ رکھے گا اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

(مدارج النبوت جلد دوئم غزوہ احد صفحہ 221

اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک بار رسول اکرم ﷺ کے جسم اطہر

سے نکلنے والا خون پی لیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا تھا لا تمسک النار تجھے جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔ (مدارج جلد اول صفحہ 42)

اندازہ فرمائیں اگر کسی کے پیٹ میں عارضی طور پر جسم رسول ﷺ کا خون چلا جائے تو نبی اکرم ﷺ اسے جنت کی بشارت سناتے ہیں تو جس کی رگوں میں مستقلا خون رسول ہوا کی عظمت کا کیا کہنا۔

اولادرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا شفاعت نبوی کا قوی ترین سبب ہے

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خصوصی شفاعت کے بھی ہزارہا درجات ہیں کیونکہ شفاعت کس سبب سے کی جائے؟ وہ اسباب بھی ہزارہا ہیں جتنا سبب قوی ہوگا شفاعت بھی اتنی قوی ہوگی۔

میرے نزدیک اولادرسول ہونا تمام اسباب میں سے قوی ترین سبب ہے کیونکہ اس سبب کو زوال نہیں سوا کفر کے جب کہ باقی اسباب اعمال سے بھی ضائع ہوسکتے ہیں بعض بڑے گناہ نیکیوں کو زائل کردیتے ہیں اور بعض بڑی نیکیاں گناہوں کو زائل کردیتی ہیں۔

فمن ثقلت موازينه فهو فی عيشة راضيه و من خفت موازينه فامه هاويه.

مگر نسب رسول وہ سبب ہے جو زائل نہیں ہوسکتا اسے صرف کفر زائل کردیتا ہے اللہ سب کو اس سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین!

صحابہ کرام کے بے ادب سید کا انجام

جو لوگ شیعیت میں اتنے بڑھ گئے ہیں کہ صحابہ کرام کو معاذ اللہ گالیاں بکتے ہیں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب انبیاء سے افضل مانتے ہیں اور تحریف قرآن کے قائل ہیں وہ خواہ سید ہوں یا غیر سید وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اگر وہ سید ہیں تو اس کفری عقیدہ نے ان کا نسب منقطع کردیا ہے انہیں اولادرسول ہونا کام نہ دے گا ابولہب کو عم رسول ہونا

کام نہ آ سکا بقول شیخ سعدی علیہ الرحمہ

سگ اصحاب کہف روزے چند
صحبت صالحاں گرفت مردم شد
پسر نوح بابداں بنشست
خاندان نبوتش گم شد

لیکن اگر اس کی بدعقیدگی حد کفر تک نہیں پہنچی تو اس کا نسب قائم ہے اسے شفاعت نبوی مل سکتی ہے اور گناہوں کی معافی مل سکتی ہے کیونکہ فسق بہرحال فسق ہے خواہ وہ عملی ہو یا اعتقادی اس کی معافی ممکن ہے کہ وہ کفر نہیں۔

یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے اللہ ہمیں اس پر قائم رکھے وصلی اللہ علی حبیبہ خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین.

باب 4

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مبارک 5 شعبان 4ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ سرکار اقدس ﷺ نے آپ کے کان میں اذان دی، منہ میں لعاب دہن ڈالا اور آپ کے لئے دعا فرمائی پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا اور عقیقہ کیا۔ حضرت امام حسین کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب ''سبط رسول'' ریحانۃ الرسول ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ رسول کائنات ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبر و شبیر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انہیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔ (الصواعق المحرقہ صفحہ 118)

اسی لئے حسنین کریمین کو شبر و شبیر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ سریانی زبان میں شبر و شبیر اور عربی زبان میں حسن و حسین دونوں کے معنی ایک ہیں اور حدیث میں ہے کہ حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔ عرب کے زمانہ جاہلیت میں یہ دونوں نام نہیں تھے۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ 118)

ابن الاعرابی حضرت مفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام مخفی رکھے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔ (الشرف المؤبد صفحہ 70)

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا یعنی حضور اقدس ﷺ کی چچی

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ ایک دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آج میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے کہ جس سے میں ڈر گئی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو نے کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا وہ بہت سخت ہے جس کے بیان کی میں اپنے اندر جرأت نہیں پاتی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیان کرو تو انہوں نے عرض کیا میں نے یہ دیکھا کہ حضور کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا تمہارا خواب بہت اچھا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ زہراء کے بیٹا پیدا ہوگا اور وہ تمہاری گودی میں دیا جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں دیئے گئے۔

(مشکوۃ صفحہ 572)

آپ کے فضائل

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہیں، آپ حضرات پہلے ان روایتوں کو سماعت فرمائیں۔ جو صرف آپ کے مناقب میں ہیں۔ پھر وہ حدیثیں جن میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے فضائل شامل ہیں وہ بعد میں پیش کی جائیں گی۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے فرمایا: حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں یعنی حسین کو حضور سے اور حضور کو حسین سے انتہائی قرب ہے گویا کہ دونوں ایک ہیں تو حسین کا ذکر حضور کا ذکر ہے۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوستی حضور ﷺ سے دوستی ہے، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنی حضور ﷺ سے دشمنی ہے اور حسین سے لڑائی کرنا حضور ﷺ سے لڑائی کرنا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔''

(مشکوۃ صفحہ 571)

اس لئے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنا حضور ﷺ سے محبت کرنا ہے اور حضور ﷺ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

(مشکوۃ جلد 5 صفحہ 605)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جسے پسند ہو کہ جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی کو دیکھے۔

(نورالابصار صفحہ 114)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کر دیں۔ حضور ﷺ نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا پھر فرمایا: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما کہ جو اس سے محبت کرے۔

(نورالابصار صفحہ 114)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کعبہ شریف کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔''

(الشرف المؤبد صفحہ 65)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیدل چل کر پچیس 25 حج کئے۔ آپ بڑی فضیلت کے مالک تھے اور کثرت سے نماز، روزہ، حج، صدقہ اور دیگر امور خیر ادا فرماتے تھے

(برکات آل رسول صفحہ 145)

حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز سید عالم ﷺ حضرت

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے داہنے اور اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بائیں بٹھائے ہوئے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! خدائے تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے پاس جمع نہ رہنے دے گا، ان میں سے ایک کو واپس بلالے گا اب ان دونوں میں سے جسے آپ چاہیں پسند فرمالیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر حسین رخصت ہو جائیں تو ان کی جدائی میں فاطمہ، علی کو تکلیف ہوگی اور میری بھی جان سوزی ہوگی اور اگر ابراہیم وفات پاجائیں تو زیادہ غم مجھ ہی کو ہوگا اس لئے مجھے اپنا غم پسند ہے۔ اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے۔

اس کے بعد جب بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں آتے تو حضور ﷺ مرحبا فرماتے پھر ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور لوگوں سے مخاطب ہوکر فرماتے کہ میں نے حسین پر اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کر دیا ہے۔

(شواہد النبوۃ صفحہ 305)

اب وہ روایتیں ملاحظہ فرمائیں جو دونوں صاحبزادوں کے فضائل پر مشتمل ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(مشکوۃ صفحہ 570)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: حسن اور حسین دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔

(مشکوۃ صفحہ 570)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں کسی ضرورت سے سرکار کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو کسی چیز کو اٹھائے ہوئے تھے، جسے میں نہیں جان سکا۔ جب عرض حاجت سے میں فارغ ہوا تو دریافت کیا: حضور ﷺ! یہ کیا اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے چادر مبارک ہٹائی تو میں

نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے دونوں پہلوؤں میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں اور پھر فرمایا: اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت کرتا ہے ان کو بھی محبوب رکھ۔

(مشکوۃ صفحہ 570)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ ﷺ ایک کندھے پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھائے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

(الشرف المؤبد صفحہ 71)

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ میں حسن اور حسین کو لے کر حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا حضور ﷺ! یہ آپ کے دونوں نواسے ہیں انہیں کچھ عطا فرمائیے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''حسن کے لئے میری ہیبت و سیادت ہے اور حسین کے لئے میری جرأت و سخاوت ہے۔

(الشرف المؤبد صفحہ 72)

حضرت جعفر صادق بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کم سنی کے زمانہ میں ایک دوسرے سے کشتی لڑ رہے تھے اور حضور ﷺ بیٹھے ہوئے یہ کشتی ملاحظہ فرما رہے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا حسین کو پکڑ لو۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا تو انہیں تعجب ہوا اور عرض کیا ابا جان! آپ بڑے سے فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑ لو۔ حضور ﷺ نے فرمایا دوسری طرف جبریل حسین سے کہہ رہے ہیں کہ حسن کو پکڑ لو۔ (نور الابصار صفحہ 114)

حضرت علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حسنین کریمین نے دو تختیاں لکھیں۔ ہر ایک نے کہا کہ ہماری تحریر اچھی ہے۔ تو فیصلے کے لئے اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس لے گئے، آپ نے بڑے بڑے حیرت انگیز فیصلے فرمائے ہیں مگر یہ فیصلہ نہ فرما سکے اس لئے کہ کسی صاجزدے کی دل شکنی منظور نہ تھی فرمایا کہ اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔ دونوں صاجزادے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اماں جان! آپ فیصلہ فرمادیں کہ ہم میں سے کس نے اچھا لکھا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ نہیں کرسکوں گی۔ اس معاملہ کو تم لوگ اپنے نانا جان کے پاس لے جاؤ۔ دونوں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آگئے اور عرض کیا نانا جان آپ یہ فیصلہ فرمادیں کہ ہم میں سے کس کی تحریر اچھی ہے۔ ساری دنیا کا فیصلہ فرمانے والے حضور ﷺ نے سوچا کہ اگر حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر کو اچھا کہوں تو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملال ہوگا اور اگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر کو عمدہ کہوں تو حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رنج ہوگا اور کسی کا رنجیدہ ہونا انہیں گوارا نہیں تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ جبریل کریں گے۔ حضرت جبریل بحکم رب جلیل نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا فیصلہ خداوند قدوس فرمائے گا میں اس کے حکم سے ایک سیب لایا ہوں۔ اس نے فرمایا ہے کہ میں اس جنتی سیب کو تختیوں پر گراؤں گا جس تختی پر یہ سیب گرے گا فیصلہ ہو جائے گا کہ اس تختی کی تحریر اچھی ہے۔ دونوں تختیاں ساتھ ساتھ رکھی گئیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اوپر سے ان تختیوں پر سیب گرایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے راستہ ہی میں سیب کٹ کر آدھا ایک تختی پر اور دوسرا آدھا دوسری تختی پر گرا۔ اس طرح احکم الحاکمین جل جلالہ نے فیصلہ فرمادیا کہ دونوں صاجزادوں کی تحریریں اچھی ہیں اور کسی ایک کی تحریر کو اچھی قرار دے کر دوسرے کی دل شکنی گوارا نہ فرمایا۔

(نزہۃ المجالس جلد 2 صفحہ 390)

یزید پلید

یزید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے اور اس کی کنیت ابو خالد اور خاندان بنی امیہ تھا۔
یزید 25ھ میں پیدا ہوا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی عمر کے آخری تقریباً چالیس سال ملک شام میں زیادہ تر شہر دمشق گزارے ہیں۔ یزید ملک شام میں پیدا ہوا اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سارے ملک شام کے حاکم اعلیٰ تھے یزید وہیں پلا اور بڑا ہوا کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمر عزیز کے آخری بیس سال بطور خلیفہ ملک شام دمشق میں ہی گزارے تھے اس لئے یزید کی پرورش شاہانہ ماحول میں ہوئی اور وہ شاہانہ طور واطوار لے کر جوان ہوا۔
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تقویٰ، پرہیزگاری، عبادات واتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی رہ کر اپنی زندگی گزاری اور حکومت کے معاملات، ملکی معاملات اپنی نظر میں رکھ کر اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ امور مملکت چلاتے رہے اور یزید شاہی ماحول میں پلتا رہا، بڑا ہوتا رہا اور اس دوران بلاشبہ اسے اپنے والد محترم کے وقار ورتبہ یا حکومت میں اعلیٰ ترین عہدہ پر فائز ہونے کا، خلیفہ وقت ہونے کے سبب عزت ووقار حاصل رہا جو اس کا اپنا حاصل کردہ نہ تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امور مملکت میں مصروف رہے، اتنی بڑی مملکت کے مسائل بھی بہت زیادہ ہوتے ہوں گے پھر وہ صحابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے کہ جن کے لئے قرآن و سنت وحدیث اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خدمت خلق میں ہی خوشی، راحت سرور وسرفرازی تھی وہ یقیناً شفقت پدری کے تحت تو ہر روز اپنی اولاد سے ملتے ہوں گے ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے ہوں گے اور بڑی نرینہ اولاد کو اپنے ساتھ نماز کے لئے لے جاتے ہوں گے

یا انہیں اپنے محل میں باقاعدہ نماز پڑھنے، تلاوت قرآن حکیم کرنے کے لئے کہتے ہوں گے اتنی بڑی مملکت کے سربراہ ہوتے ہوئے (جتنی بڑی سلطنت اتنے ہی امور مملکت اور اتنے ہی زیادہ مسائل اور اتنی ہی زیادہ محنت، وقت، توجہ انہیں حل کرنے کے لئے) اتنی زیادہ مصروفیت کے سبب آپ کو اپنے گھر کے افراد پر اس سے زیادہ وقت نہ ملتا ہوگا اور یوں یزید کے گرد خوشامدی، موقع پرست، عیش پرست، ہم عمر، ہم خیال دوستوں کا حلقہ بن گیا ہوگا جس میں ظاہراً آپ کو کوئی برا نہ لگا ہوگا۔ ویسے بھی فطرتاً اللہ کا ہر نیک بندہ دوسروں کو بھی نیک ہی جانتا ہے۔

قارئین کرام! آدمی کی فطرت وقسمت اللہ تبارک وتعالیٰ نے عجیب وغریب بنائی ہے۔ وہ معصوم ہوتا ہے پھر اپنے ماحول میں پلتا ہے، بڑا ہوتا ہے، جوان ہوتا ہے تو کہیں تو وہ بہت برے، گندے ماحول میں رہ کر بھی اپنے ماحول کی تمام آلودگیوں سے محفوظ رہتا ہے اور کہیں وہ پاک صاف، پیار ومحبت والے، ایماندار، دیانتدار، متقی، پرہیزگار حلال کی روزی سے پلنے والے ماحول، میں پلتا ہے تو اس ماحول کی خوبیوں سے، صفات سے بالکل عاری ہوتا ہے جس میں وہ پیدا ہوا پلا بڑھا اور جوان ہوا۔

جیسا کہ اوپر لکھا ہے کہ انسان پیدا معصوم ہوتا ہے لیکن پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ماحول، اپنے گھر، اپنے حالات سے اپنی استعداد یا قدرتی صلاحیت کے مطابق اچھے یا برے طور اطوار، طرز عمل یا طرز زندگی کی مثبت، منفی، یا اعتدال والی صلاحیتیں حاصل کرتا ہے۔ ہم انسانوں میں ایک اور فطری صلاحیت بہت زیادہ موجود ہے اس صلاحیت کو ہمارے جیسے عام انسان کم از کم 99.99 فیصد ضرور بروئے کار لاتے ہیں۔ خاص طور پر اس صلاحیت کا استعمال آدمی اس وقت کرنا شروع کرتا ہے جب وہ جوانی میں قدم رکھتا ہے اور اس وقت تک کرتا جاتا ہے جب تک وہ معاشرہ میں ذمہ دار، آزاد خود کفیل نہ ہو جائے اور پھر اپنی مثبت، منفی، یا اعتدال والی صفات سے اپنی پہچان کراتا ہے۔

یہ انسانی فطرت ہے (جو انسان میں شروع سے تھی اور ہمیشہ رہے گی) کہ اسے اپنے اس باپ، بہن بھائی، گھرانے، اہل محلہ یا اہل گاؤں یا قریبی لوگوں کا احترام ہوتا ہے اور

جہاں تک ممکن ہو وہ بھی ان میں محترم بن کر رہنا چاہتا ہے، وہ خود عزت دار، محترم اس لئے بن کر رہنا چاہتا ہے کہ وہ اپنے والدین، بہن بھائیوں کی عزت افزائی اسی میں پاتا ہے، اچھے نیک والد کا نیک بیٹا۔

ہم میں سے 99.99 فی صد انسان جب کچھ کرنے کے قابل ہوتے، جوان ہوتے ہیں تو زندگی کے انہی دنوں میں کوئی شرارتیں کرتے، تفریحاً فصل سے پھل وغیرہ چرا لیتے ہیں۔ دوستوں کی محفل میں بیٹھ کر چوری چھپے فحش حرکات اور برے گانے گاتے ہیں، لطیفہ بازی ہوتی ہے، کبھی سگریٹ وغیرہ کے بھی کش لگا لیتے ہیں یا باقاعدہ پینا شروع کر دیتے ہیں، موقع ملا تو مفت کی بھی پی لی اور کسی دلربا سے عشق بھی فرما لیا۔ یہ آپ، یا میں، یا ہم سب انتہائی احتیاط سے چوری چھپے کرتے ہیں کہ ہمارے والدین عزت والے ہیں، ان کی عزت پر حرف نہ آئے۔

یہ کتنا بڑا دوغلا پن ہے لیکن مصلحت اسی میں ہے، والدین، خاندان کی عزت پر حرف نہ آئے، اگر محفل اور خراب ہوگئی تو خود میں بھی اور زیادہ خرابیاں آگئیں، عشق و محبت یا عورت پسندی اور بھی بڑھی تو اور پریشانیاں، مالی مشکلات بڑھیں اور گھر سے، اپنوں سے دوری کے اوقات میں اور اضافہ ہوا اس کے باوجود ہر ایک کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو یہ عیب، خرابیاں، غلط کاریاں سب سے چھپی رہیں اور والدین کی عزت کو پتہ نہ لگے اور ان تمام خرابیوں کے باوجود وہ نیک والدین کا نیک بیٹا ہی لوگوں میں، ماحول میں، معاشرہ میں پہچانا جانا چاہئے۔

میں آپ کو اپنی اس بات کو، دوسرے انداز سے سمجھاتا ہوں۔ ہم جب اپنے والدین بہن بھائیوں یا عزیزوں کے زیر نگاہ ہوتے ہیں تو ان کے احترام کی خاطر، نیک نامی کی خاطر ہم اپنی تمام بری عادات و حرکات ہر ممکن حد تک سب سے چھپائے رکھتے ہیں لیکن جیسے ہی ہمیں باہر جانے کا موقع ملتا ہے، ان سے دور رہنے کا موقع ملتا ہے جیسے تعلیم کے سلسلہ میں ہوسٹل وغیرہ یا کسی اور سبب سے ان سے دور آزاد ماحول ملتا ہے، تو وہاں پر ہماری ایک اور ہی شخصیت ظہور پذیر ہوتی ہے جو کہ اصلی ہوتی ہے ہم بری محفلیں جماتے ہیں،

گاتے بجاتے ہیں، لوگوں کو تکلیف پہنچانے والی شرارتیں کرتے ہیں، سگریٹ وغیرہ خوب پی لیتے ہیں، حسب محفل شراب یا نشہ وغیرہ سے گریز نہیں کرتے، کھلے عام شریف زادیوں کا پیچھا کرتے ہیں اور تسکین کی خاطر ہر حد سے گزر جاتے ہیں یعنی کہ آزاد ماحول میں، والدین یا بڑوں کی نظر سے دور انسان کا دوغلہ پن نمایاں ہو جاتا اور اس کے چہرے سے مصنوعی ماسک، شریف، نیک، کم گو، بے ضرر والا ماسک اتر جاتا ہے اور جب ہم آزاد، خود مختار ہوتے ہیں تو جو خوبیاں، اچھائیاں یا برائیاں ہم کرتے ہیں وہی ہمارا اصل ہوتی ہیں وہی ہماری شخصیت ہوتی ہے اور اسی سے ہم معاشرہ میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔

یزید بھی ایک عام آدمی تھا اور یزید نے بھی ایک عام آدمی کی طرح اپنے والد بزرگوار کے سامنے اپنے والدین یا بڑوں کے سامنے یا ان صحابہ کرام کے سامنے جو مکہ مدینہ یا دوسرے علاقوں سے وہاں ملنے یا کسی کام سے وقتی طور پر چلے جاتے تھے، ان کے سامنے یزید نے اپنے آپ ایک نمازی، پرہیزگار، تابعدار نیک بخت وصالح کے طور پر پیش کیا اور اپنی زندگی خراب پہلوؤں کو حتی الامکان ان کی نظر سے چھپائے رکھا۔

والدین تو اپنے بچے کے بارے میں حسن ظن ہی رکھتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ ﷛ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تو ویسے ہی امت کے وہ مقدس پاکباز نفوس ہیں جو ہر ایک کو اچھی نظر سے ہی دیکھتے ہیں، جو ہر ایک کے بارے میں حسن ظن ہی رکھتے ہیں وہ گنہگاروں اور برے لوگوں کی پہلے پردہ داری کرتے ہیں اور پھر اصلاح یا اصلاح کے لئے دعائیں۔

اگر حضرت امیر معاویہ ﷛ کو یزید میں خوبیاں ہی نظر آئیں تو یہ غیر فطری بات نہیں ہے، ہر ماں باپ کو اپنے بچے کے عیب نظر نہیں آتے اور اگر کہیں کوئی برا واقعہ بیٹے سے، بچے سے وقوع پذیر ہو جائے تو ہمیشہ ماں باپ اپنے بچے کو معصوم ہی جانتے ہیں اور دوسری پارٹی کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔

یزید 25ھ میں پیدا ہوا، اس کی ماں کا نام میسون بنت نجدل کلبی ہے۔ یزید نے خلیفہ وقت کے محلات میں بڑے ناز ونعم میں پرورش پائی، عیش وعشرت وآرام پرستی کے ماحول

میں جوان ہوا۔ یزید بچپن ہی سے موٹا اور بھدے نقوش کا تھا، جوانی میں شہوت پرستی، بد خلقی، شباب وشراب کا دلدادہ ہو گیا اور اسی وجہ سے اپنی نمازوں سے بھی لاپرواہ ہو گیا اور رفتہ رفتہ اس کے دین وایمان میں بھی کمزوریاں پیدا ہونے لگیں، جن کے سبب اسے صحابہ کرام، آل رسول وصالحین کا وہ ادب واحترام نہ رہا، ان کی عظمت، حرمت وعزت کا وہ پاس نہ رہا جو کہ اس زمانے کی امت کی واضح اکثریت میں تھا اور خاص کر اولاد صحابہ میں تو سب میں بہت زیادہ تھا۔

رجب 60ھ میں اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد یزید تخت نشین ہوا۔ یزید کی عمر اس وقت 35 سال تھی وہ اس سے پہلے کہیں بھی بطور گورنر یا کسی انتظامی حکومتی عہدے پر نہیں رہا تھا اسے یہ بنی بنائی بہت بڑی اسلامی مملکت کی حکومت ورثہ میں مل گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ یزید سیر وشکار، شعر وشاعری، شراب وشباب، موسیقی، آرام پرستی و دیگر شہوات کا دلدادہ تھا۔ وہ جہاد کے جھنجھٹ میں نہ اپنے والد محترم کی زندگی میں پڑنا چاہتا تھا اور نہ یہ اسے اپنے دور حکومت میں پسند تھا۔ جس حکمران کے ایسے خیالات ہوں بھلا اس کے دور میں سلطنت اسلامیہ کو کیا وسعت حاصل ہوئی ہوگی بلکہ اس کے دور میں تو اسلامی مملکت کی سرحدیں سکڑنا شروع ہو گئیں۔

اور سرحدیں سکڑنا شروع ہو گئیں

اس بارے میں ملاحظہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ یزید کی نیت جہاد کی تھی ہی نہیں وہ تو زبردستی باپ کے دباؤ کی وجہ سے غازیان روم میں شامل ہو گیا تھا ورنہ اسے جہاد سے کیا سروکار۔ ابھی آپ آگے پڑھیں گے کہ یزید نے جیسے ہی تخت حکومت پر قدم رکھا اس نے اپنی پہلی ہی تقریر میں بحری اور سرمائی جہاد کی معطلی کا اعلان کیا۔

یزید کا جزیرہ روڈس اور جزیرہ ارواد سے مجاہدین کو واپس بلا لینا

حضرت معاویہ ؓ کے دور حکومت میں 53ھ میں جزیرہ ''روڈس'' فتح ہوا اور وہاں

مسلمانوں کی فوجی چھاؤنی قائم کردی گئی۔ اس چھاؤنی کی وجہ سے بحر روم میں عیسائی فوجوں کی نقل وحرکت خطرہ میں پڑگئی تھی۔ امیر معاویہ ﷜ان مجاہدین اسلام کا بڑا خیال رکھتے تھے اور ہروقت ان کی مدد پر کمربستہ رہتے تھے مگر ان کے نالائق بیٹے نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ان مجاہدین کو اس جزیرہ سے منتقلی کے فوری احکام بھیجے آخروہ بیچارے پیچھے سے رسد اور کمک کے منقطع ہوجانے کے ڈر سے شاہی حکم کے مطابق ''روڈس'' کو خالی کر کے اپنی زمین جائیداد، کھیت اور باغات سب کچھ کو خیرباد کہہ کر بادل نخواستہ وہاں سے چلے آئے اور یوں بغیر لڑے بھڑے مفت میں میں یہ مسلمانوں کا مفتوحہ جزیرہ نصاریٰ کے ہاتھ آگیا۔

(البدایہ والنہایہ از ابن کثیر بسلسلہ واقعات وحوادث 53ھ)

اسی طرح 54ھ میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ کے قریب جزیرہ ''ارواد'' فتح کیا تھا، وہاں بھی مسلمان سات سال تک قابض رہے مگر یزید کو وہاں بھی مسلمانوں کا قبضہ ایک آنکھ نہ بھایا اور اپنے دور حکومت کے پہلے ہی سال میں مسلمانوں کو وہاں سے واپسی کا حکم دے کر بلوالیا۔ (تاریخ طبری بسلسلہ واقعات 54ھ)

ظاہر ہے کہ جب یزید نے بحری جنگ بند کردی تھی تو وہ ان دونوں جزیروں پر مسلمان کیسے قابض رہ سکتے تھے۔ یزید نے عنان حکومت سنبھالنے پر سب سے پہلے جو خطبہ دیا وہ یزید کی مندرجہ بالا منفی صفات کی خوبی عکاسی کرتا ہے۔ اس خطبہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ لوگوں کو زر سے کس طرح خریدا جاتا ہے اور نا اہل حکمران قوم وملت کو کس طرح خراب کرتے ہیں اور ان برائیوں کو عام کرنے کا سہرا بھی یزید کے سر جاتا ہے، (براصلہ یا براصدقہ جاریہ) یعنی کہ ان کا براصلہ، براصدقہ جاریہ بھی یزید ہی کے لئے ہے کیونکہ یہ برائی کھلے عام حکومت کے لیول پر اس نے شروع کی تھی۔

یزید کا پہلا خطبہ یہ تھا

''بیشک معاویہ ﷜تم کو بحری جہاد کی مہم پر بھیجا کرتے تھے مگر میں کسی مسلمان کو بحری مہم پر بھیجنے کا روادار (قائل) نہیں اور بے شک معاویہ ﷜تم کو روم میں موسم سرما میں جہاد پر روانہ کرتے تھے مگر میں کسی کو سردیوں میں روم کی سرزمین پر جہاد کرنے کے لیے نہیں بھیجوں

گا اور بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ تمہیں تمہارا وظیفہ سال میں تین قسطوں میں دیا کرتے تھے، میں تم کو اکٹھا، یکبارگی دیا کروں گا"۔

(البدائیہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 143)

بین السطور آپ پڑھیں تو اس خطبہ میں یزید نے کھلے عام یہ کہہ دیا ہے کہ چھوڑو موسموں اور سفر کی سختیاں نہ جھیلو یہ زر و دولت لو اور اپنی بیوی یا محبوبہ کی آغوش میں، اپنے محلات و مکانوں میں، اپنے اہل خانہ کے ساتھ آرام کی زندگی گزارو۔ یہ جہاد وغیرہ بیکار ہیں، میں اپنے باپ کی سنت پر نہ چلوں گا یہ ان ہی کو مبارک ہو۔ میرا باپ جس سنت پر چلا (سلطنت اسلامیہ کی وسعت، استحکام اور مجموعی بھلائی کے لئے) وہ اسی کو مبارک ہو، میں اپنے باپ کے نقش قدم پر قطعاً نہیں چلوں گا۔

ان برے خیالات کے مالک، بدفطرت، بدسیرت، بداخلاق، بدبخت و منحوس یزید نے اپنے والد کی بنائی ہوئی مستحکم و وسیع و عریض سلطنت پر تین سال سات ماہ حکومت کی اور اس کا 39 سال کی عمر میں 15 ربیع الاول 64ھ میں انتقال ہوا۔

اپنی حکومت کے دوران یزید پلید نے امت مسلمہ پر وہ ظلم و ستم ڈھائے کہ بیان سے باہر ہیں۔ اس کی بد حکمت عملی اور بد سوچ کی وجہ سے امت مسلمہ کا وقار بری طرح مجروح ہوا۔ امت کا شیرازہ بکھیر دیا، فتوحات رک گئیں، ملت اسلامیہ انتشار کا شکار ہوگئی، احترام صحابہ، آل رسول و صالحین میں نمایاں کمی آگئی اور غیروں کو اسلام و نظام اسلام کے خلاف انگلی اٹھانے کے مواقع فراہم کردیئے۔

درج ذیل حدیث مبارک کو توجہ سے پڑھیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"چھ اشخاص ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے اور حق تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے (1) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا، (2) تقدیر الٰہی کی تکذیب کرنے والا، (3) جبر و زور سے تسلط حاصل کرکے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے

اسے اعزاز بخشنے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے اسے ذلیل کرنے والا، (4) حرم الٰہی کی حرمت کو پامال کرنے والا، (5) میری عترت (خونی رشتے) کی جو حرمت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اس کو حلال کردینے والا، (6) میری سنت کا تارک۔"

اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ نیز حاکم نے اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو مشکوۃ شریف میں بھی "باب الایمان بالقدر" کی "فصل ثانی" میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے نقل کر کے لکھا ہے کہ:

"اس حدیث کو بیہقی نے المدخل میں اور رزین نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔"

یہ تو نہیں معلوم کہ یزید تقدیر کا بھی منکر تھا یا نہیں مگر باقی چاروں عیب اس میں موجود تھے:

(1) وہ دھونس دباؤ اور جبر و زور سے امت مسلمہ پر مسلط تھا، اہل بیت نبوی صحابہ کرام، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک معزز ترین خلائق ہیں، ان کی توہین و تذلیل کرنے میں اس نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ مفسدین اور شریر لوگ جنہوں نے حرمین شریفین پر چڑھائی کی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ ایسے بدفطرت بدنام زمانہ لوگ، عبید اللہ بن زیاد، عمرو بن سعد، شمر بن ذی الجوشن، مجرم بن عقبہ، حصین بن نمیر وغیرہ ایسے خبیث اور ظالم افراد اس کے نزدیک معزز و محترم تھے۔

(2) اس نے حرم الٰہی کی حرمت کا کوئی پاس و لحاظ نہیں رکھا۔

(3) عترت پیغمبر ﷺ کی عزت کو خاک میں ملایا اور

(4) تارک سنت تو یزید تھا ہی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں بنی نوع انسان میں یہ وہ بدبخت انسان ہے جس کی پیشانی اور چہرے پر نواسہ رسول اور جگر گوشہ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کے قتل کا سیاہ داغ ہی نہیں بلکہ چہرے پر مکمل کالک ملی ہوئی ہے۔

اس روسیاہ یزید نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ بہانہ ملتے ہی مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر دی

اوراس کے حکم سے اس کے لشکر نے وہ قتل وغارت گری کی کہ خدا کی پناہ۔ ظلم و بربریت، قتل وغارت اور وسیع پیمانے پر عصمت دری کی جو داستان اس منحوس، پلید، گھٹیا انسان نے رقم کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور ہم جیسوں کے لئے ناقابل بیان ہے۔ اس کے بعد بھی یزید اپنی مدہوشی سے ہوش میں نہ آیا اور اس کے حکم سے اس کے لشکر نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کر دی، خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اس کی دیواروں کو شکستہ کر دیا، خانہ کعبہ کو آگ لگ گئی اور اس کا غلاف اور اندر رکھے ہوئے تبرکات جل گیے۔

واقعہ کربلا یا شہادت حضرت امام حسین ؑ کا ذکر اسی کتاب میں انشاءاللہ تفصیل سے بعد میں دیا جائے گا پہلے مختصر طور پر مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ پر حملہ کے بارے میں مستند تاریخ کی کتابوں سے بیان۔

یزید کی مدینہ منورہ پر فوج کشی

پھر یزید نے 63ھ میں حرم نبوی پر فوج بھیج کر مدینہ پاک کی حرمت کو جس طرح خاک میں ملایا اور اہل مدینہ پر جو ستم ڈھایا، وہ تاریخ اسلام کا ایک الگ خوں چکاں باب ہے، جس میں مدینہ طیبہ کے گلی کوچے صحابہ کرام اور تابعین عظام کے خون سے رنگین نظر آتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''مدارج النبوۃ'' میں لکھتے ہیں:

''اور حرہ کا واقعہ یزید کے زمانے کے بہت ہی برے واقعات میں سے ایک واقعہ ہے جس کو ہم نے ''تاریخ مدینہ'' میں بیان کیا ہے۔''

(مدارج النبوۃ جلد 1 صفحہ 206)

بیرون مدینہ منورہ مشرقی جانب جو پتھریلا علاقہ ہے، جہاں بڑے بڑے سیاہ پتھر ہیں وہ مقام حرہ کہلاتا ہے، اس کو حرہ واقم بھی کہا جاتا ہے۔ واقم ایک شخص کا نام تھا جو زمانہ قدیم میں یہاں آ کر رہ پڑا تھا۔ اسی مقام پر انصار مدینہ اور یزیدی لشکر کے مابین جنگ ہوئی تھی جو جنگ حرہ کہلاتی ہے۔

(مدارج النبوۃ جلد 1 صفحہ 206)

واقعہ حرہ

اور بلاشبہ یزید نے شدید ترین بہت بڑی غلطی کی کہ جو مسلم بن عقبہ نامی شخص سے کہا کہ وہ مدینہ منورہ کو تین دن تک مباح الدم قرار دے (یعنی خون بہائے) یہ وہ غلطی تھی جس کے ساتھ مزید یہ اضافہ ہوا کہ ایک بڑی تعداد صحابہ اور ابنائے صحابہ قتل ہوگئی اور یہ پہلے ہی

بیان ہو چکا ہے کہ اس نے حضرت امام حسین ؓ اور ان کے ساتھیوں کو عبیداللہ ابن زیادہ کے ہاتھوں سے قتل کرایا۔ ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں بڑے عظیم فساد نمایاں ہوئے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی کیفیت بیان کی جا سکتی ہے انہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ منورہ بھیج کر تو یہ چاہا تھا کہ اس کا ملک مضبوط ہو جائے اور اس کی حکومت دیرپا ہو جائے جس میں کوئی شریک نہ ہو لیکن خدا نے اس کے ان منصوبوں کے خلاف سزا دی اور جو چاہتا تھا وہ نہ ہونے دیا۔ اسے اسی طرح پچھاڑا جس طرح اس نے جابروں کو پچھاڑا ہے اور قضا کے پنجوں سے اسے پکڑا اور ظالموں کے لئے تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی سخت ہوتی ہے۔ اس کی گرفت بے انتہا الم انگیز اور شدید ہوتی ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 222)

یزیدی لشکر کی مدینہ منورہ میں تباہی و بربادی

حضرت امام عالی مقام ؓ کی شہادت کے بعد سب سے شنیع اور قبیح واقعہ جو پیش آیا وہ یزید پلید کے زمانہ میں رونما ہونے والا وہ واقعہ حرہ ہے اس کو حرہ واقعہ اور حرہ زہرہ بھی کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں کہ مدینہ طیبہ رونق و آبادی میں مرتبہ کمال تک پہنچا ہوا تھا۔ انصار و مہاجرین، صحابہ کرام وعلما، کبائر تابعین سے مالا مال تھا۔ یزید نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ اگر مدینہ کے لوگ میری اطاعت کر لیں تو ٹھیک ورنہ جنگ کرو، فتح کے بعد تین دن تک مدینہ تمہارے لئے مباح ہے۔ مسلم بن عقبہ بڑے لشکر کے ساتھ آیا، مقام حرہ پر پڑاؤ ڈالا۔ اہل مدینہ تاب مقابلہ نہ دیکھ کر خندق کھود کر محصور ہو گئے، یزیدی مدینہ میں گھس آئے۔ ابتدا میں حرم نبوی کے پناہ گزینوں نے بڑی شد و مد کے ساتھ مدافعت کی مگر کب تک عبداللہ بن مطیع رئیس قریشی مع اپنے سات فرزندوں کے شہید ہو گئے۔ آخر میں یہ شامی درندے حرم پاک میں گھس گئے، نہایت بے دردی کے ساتھ قتل عام کیا۔ ایک ہزار سات سو مہاجرین وانصار صحابہ کرام اور کبائر علمائے تابعین کو، سات سو حفاظ کو اور دو ہزار ان کے علاوہ عوام الناس کو ذبح کیا۔ نہ بوڑھے بچے، نہ مرد نہ عورتیں، مال ومتاع جو کچھ ملا سب لوٹا، ہزاروں دوشیزگان

حرم مصطفیٰ علیہ السلام کی عصمت دری کی۔ مسجد نبوی میں گھوڑے دوڑائے، روضہ جنت میں گھوڑے باندھے، گھوڑوں کی لید و پیشاب سے اسے ناپاک کیا، تین دن تک کسی اہل مدینہ کی جرات نہ ہوسکی کہ مسجد نبوی میں جاکر آذان دے اور نماز ادا کرے اور نہ یزیدی درندوں کو خود اس کی توفیق ہوسکی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک نوچ لی گئی، جان اس کی بچی جس نے ان الفاظ کے ساتھ یزید کی بیعت کی (مدینہ تین دن لوٹنے کے بعد یزید کی اس بیعت کی دعوت دی گئی) ''کہ یہ لوگ یزید کے غلام ہیں، اللہ عزوجل کی اطاعت و معصیت میں ہے''، ان درندوں کے ظلم وستم سے مرعوب ہوکر سب نے بیعت کرلی، ایک قریشی نے نہ کی تو اسے قتل کردیا گیا۔

سعید بن مسیب کو جو کبار تابعین اور قراسبعہ میں سے ہیں انہیں پکڑا ان سے یزید کی بیعت لینی چاہی، انہوں نے فرمایا ابوبکر وعمر کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ مسلم ابن عقبہ (لشکر کا کمانڈر) نے حکم دیا کہ اسے قتل کردیا جائے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اس نے ان کے مجنون ہونے کی گواہی دی تب کہیں جاکر اس کی جان بچی۔

(جذب القلوب الی دیار محبوب صفحہ 35)

حرہ کے مظالم

اور امام دارمی اپنی ''سنن'' میں روایت کرتے ہیں:

سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ ''جنگ حرہ'' میں تین دن تک مسجد نبوی میں نہ تو اذان ہوئی نہ اقامت، البتہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو نہیں چھوڑا (وہ وہیں چھپے رہے) اور وہ بھی نماز کا وقت صرف اس ہلکی سی آواز سے پہچانتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے وہ سنا کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری، مشکوۃ)

جنگ حرہ کا سبب یہ تھا کہ جب انصار مدینہ نے یزید کی مے خواری و بدکرداری کے سبب اس کی بیعت توڑ دی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو ایک فوج کثیر کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تین دن تک مدینہ طیبہ کو اپنی فوج کے لئے حلال کردینا، ان

تین دنوں فوج کے لئے کھلی چھٹی ہے جو چاہیں وہاں کرتے پھریں اس مدت میں کسی کی جان ومال کو امان نہیں چنانچہ جیسا کہ امام طبری نے بسند نقل کیا ہے۔

''اس مسلم نے ایک جماعت کو زندہ گرفتار کر کے قتل کرا دیا جس میں حضرت معقل بن سنان، محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ اور یزید بن عبداللہ بن زمعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی تھے اور باقی لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں۔'' اور حافظ ابوبکر بن ابی خثیمہ بسند صحیح جویریہ بن اسماء سے ناقل ہیں:

''اور جن کو قتل ہونا تھا وہ قتل کر دیئے گئے تو مسلم نے لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں، ان کی جان ومال، بیوی بچوں کے بارے میں یزید جو چاہے حکم کرے۔'' اور امام طبری نے اپنی معجم میں بطریق محمد بن سعید بن رمانہ، اس بیعت کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''پھر جب اہل مدینہ سے یزید کی جو مخالفت ظاہر ہوئی تھی ظاہر ہوئی تو یزید نے مسلم کو ان کی طرف بھیجا اس نے آ کر تین دن تک مدینہ کو حلال کر دیا (کہ فوج کے لئے اہالیان مدینہ پر ہر قسم کے ظلم وستم کی کھلی چھٹی تھی) پھر لوگوں کو یزید کی بیعت کے لئے اس شرط پر دعوت دی کہ وہ یزید کے زر خرید غلام ہیں اور اللہ کی اطاعت ہو یا معصیت دونوں صورتوں میں اس کا حکم بجالانا ضروری ہے۔ (طبری)

اور امام طبرانی ہی نے حضرت عروہ بن زبیر ؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ:

''پس یزید نے مسلم بن عقبہ کو شامی فوجوں کے ساتھ روانہ کیا اور اس کو یہ حکم دیا کہ پہلے اہل مدینہ سے قتال کرنا پھر حضرت ابن زبیر ؓ سے لڑنے کے لئے مکہ معظمہ کا رخ کرنا، عروہ کا بیان ہے کہ مسلم بن عقبہ جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوا تو وہاں بقیہ (بزرگ) صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی۔ اس (مردود) نے نہایت بے دردی سے ان کا قتل عام کیا اور پھر مکہ معظمہ کی طرف چل پڑا مگر راہ ہی میں اس کو پیک اجل نے آلیا۔''

(فتح الباری شرح بخاری جلد 13 صفحہ 60، 61)

یاد رہے کہ یہی وہ مسلم بن عقبہ ہے جس کو تاریخ میں اس کے ظلم وستم کی وجہ سے

''مسرف'' یا ''مجرم'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

علامہ یاقوت حموی کے معجم البلدان میں ''حرہ واقم'' کے تحت لکھا ہے کہ فتنہ حرہ میں لشکر شام کے ہاتھوں:

''موالی میں ساڑھے تین ہزار، انصار میں سے چودہ سو اور بعض سترہ سو بتاتے ہیں اور قریش میں سے تیرہ سو حضرات تہ تیغ کر دیئے گئے۔ یزیدی لشکر نے مدینہ منورہ میں داخل ہو کر لوگوں کے اموال لوٹے اور ان کی اولاد کو اسیر بنایا۔''

اور محذرات (بہت ہی عزت و شرف والیاں) عصمت کی جو عصمت دری ہوئی اس کو بیان کرتے ہوئے قلم بھی شرماتا ہے۔

حرم مکہ کا محاصرہ اور اس پر گولہ باری

پھر یزید کی ہدایت کے بموجب اس لشکر نے مکہ مکرمہ کا رخ کیا اور وہاں جا کر حرم الٰہی کا محاصرہ کیا۔ مجرم خبیث تو راستہ ہی میں مر گیا تھا اور اس کی وصیت کے مطابق حصین بن نمیر سکونی نے لشکر کی کمان سنبھال لی تھی چنانچہ اسی کی زیر کمان منجنیق سے خانہ کعبہ پر گولہ باری کی گئی۔ مجرم نے ذی الحجہ 63ھ میں مدینہ میں داخل ہو کر اس کو تباہ و تاراج کیا تھا۔ (فتح الباری)۔

حصین بن نمیر نے صفر 64ھ میں کعبہ شریف پر گولہ باری کی جس سے خانہ کعبہ کے پردے جل گئے اور چھت میں آگ لگ گئی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دنبہ کے وہ دونوں سینگ بھی جل کر خاکستر ہو گئے جو اب تک خانہ کعبہ میں محفوظ چلے آ رہے تھے یہ اسی دنبہ کے سینگ تھے جو آپ کی قربانی کے فدیہ میں جنت سے لایا گیا تھا۔

(تاریخ الخلفاء از علامہ سیوطی)

اس کے بعد پھر حق تعالیٰ کی طرف سے یزید کو مزید مہلت نہ ملی اور وہ بھی اسی واقعہ کے کچھ دن بعد اسی سال 15 ربیع الاول کو مر گیا۔

واقعہ حرہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی

صحیح بخاری میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مدینہ میں جو گڑھیاں ہیں ان پر تشریف لے گئے اور وہاں ایک مقام بلند پر چڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمہیں بھی وہ دکھائی دیتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں تمہارے گھروں میں فتنوں کے اترنے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح بارش کے مقامات نظر آیا کرتے ہیں۔'' (صحیح بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فتنوں کے نزول کو بارش کے نزول سے تشبیہ دی جس سے مراد فتنوں کا بکثرت عام ہونا ہے۔ یہ پیشین گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے جو حرف بحرف پوری ہو کر رہی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''چنانچہ اس پیشین گوئی کا مصداق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ظاہر ہوا اور پھر سلسلہ چلتا ہی رہا اور بالخصوص حرہ کا واقعہ تو اس کا صریح مصداق ہے''۔

اس حدیث میں جو ''رویت'' کا ذکر ہے اس سے رویت علمی بھی مراد ہو سکتی ہے یعنی آپ کے علم میں ان فتنوں کا وقوع لایا گیا تھا اور رویت عینی بھی کہ یہ تمام فتنے عالم مثال میں آپ کو دکھلا دیئے گئے ہوں۔ ''فتنہ حرہ'' سے کیسی تباہی مچی، اس کے بارے میں حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان پڑھئے جو صحیح بخاری میں منقول ہے:

''پہلا فتنہ جب واقع ہوا یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت، تو اس نے بدری صحابہ میں سے کسی کو باقی نہ رکھا (باقی نہ چھوڑا، آخر سب ختم ہو گئے) پھر دوسرا فتنہ یعنی جنگ حرہ جب واقع ہوئی تو اس نے اصحاب بیعت الرضوان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد 2 ص 573)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان نالائق حکمرانوں میں سے بعض کا ذکر اشارہ کنایہ میں کر دیا کرتے تھے مگر صراحۃً ان کا نام نہیں لیتے تھے کہ کہیں وہ ان کو جان سے نہ مار ڈالیں۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ ''میں اللہ تعالیٰ سے 60ھ کے شروع ہونے اور لونڈوں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں'' یہ یزید بن معاویہ کی بادشاہی کی طرف اشارہ تھا کہ وہ 60ھ میں قائم ہوئی اور حق تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ ص کی دعا قبول بھی فرمائی چنانچہ وہ یزید کے بادشاہ ہونے

سے ایک سال پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما گئے۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد 1 صفحہ 193)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک دوسری روایت میں جس کو علی بن الجعد اور ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے، ان الفاظ میں مذکور ہے۔

''میں اللہ سے لونڈوں کی امارت سے پناہ مانگتا ہوں'' حاضرین نے عرض کیا، لونڈوں کی امارت کیا معنی؟ فرمایا یہ کہ اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو ہلاک ہوئے (کہ دین برباد ہوا) اور اگر تم نے ان کی نافرمانی کی تو وہ تمہیں ہلاک کر کے چھوڑ دیں گے (یعنی تمہیں جان سے مار ڈالیں گے یا تمہارا مال لوٹ لیں گے یا تمہاری جان و مال دونوں تباہ کر کے رکھ دیں گے۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد 13 ص 8)

حضور انور ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

''جو شخص بھی اہل مدینہ پر داؤ چلائے گا وہ اسی طرح گھل جائے گا جس طرح کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔'' (بخاری شریف)

اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت سعد بن ابی وقاص و ابوہریرہ ص کے یہ الفاظ آتے ہیں:

''جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا حق تعالیٰ اس کو اسی طرح پگھلا کر رکھ دے گا جس طرح کہ نمک پانی میں گھل جایا کرتا ہے''۔ (مسلم)

قاضی عیاض اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''جس طرح کہ ان لوگوں کی شان (وشوکت) ختم ہو کر رہ گئی جنہوں نے بنوامیہ کے عہد حکومت میں اہل مدینہ سے جنگ کی تھی جیسے مسلم بن عقبہ کہ وہ اسی جنگ سے پلٹتے ہی ہلاک ہو گیا اور پھر اسی طرح اسی مہم پر اس کو بھیجنے والا یزید بن معاویہ بھی اس کے پیچھے پیچھے موت کے منہ میں چلا گیا۔''

(شرح مسلم از نووی)

اور امام نسائی نے حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

''جو ظالم اہل مدینہ کو خوف میں مبتلا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر خوف کو مسلط کر دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گی۔'' (نسائی)

صحیح ابن حبان میں بھی بروایت حضرت جابر بن عبداللہ ص اسی مضمون کی روایت آتی ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد 8 صفحہ 810)

حضرت ابو درداء سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: ''میری سنت کو بدلنے والا پہلا شخص بنی امیہ کا ہو گا جس کا نام یزید ہو گا''۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ 142)

ابو یعلیٰ اپنی مسند میں (بسند ضعیف) حضرت ابو عبیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت ہمیشہ عدل و انصاف پر قائم رہے گی یہاں تک کہ پہلا رخنہ انداز بنی امیہ کا ایک شخص ہو گا جس کا نام یزید ہو گا۔''

(تاریخ الخلفاء صفحہ 142)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بنو امیہ خاندان کے ایک فرد ہیں یعنی مروان کے پوتے اور خلیفہ عبدالملک بن مروان کے داماد جن کے فضل و کمال، تقویٰ و پرہیز گاری کے بارے میں صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ان کی خوبیوں کے سبب ان کو خلفائے راشدین میں احتراماً شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کے سامنے کسی شخص نے بات چیت کے دوران یزید بد بخت کو امیر المومنین کہا تو آپ نے اس شخص کو کوڑے لگوائے اور سزا دی۔ (تاریخ الخلفاء، صفحہ 142)

اور علامہ حبان تحریر فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ یزید کے کفر کے قائل ہیں اور تجھے (ہمیں) ان کا یہ فرمان کافی ہے، ان کا تقویٰ اور علم اس امر کا متقاضی ہے کہ انہوں نے یہ بات اس لئے کہی ہو گی کہ ان کے نزدیک ایسے امور صریحہ کا یزید سے صادر ہونا ثابت ہو گا جو موجب کفر ہیں۔ اس پر ابن جوزی نے موافقت کی، یزید کے فسق پر سب کا اتفاق ہے،

بعض علمائے خاص نے اس کے نام سے لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ (برکات آل رسول صفحہ 155)

حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین ﷛ کے قتل اور اہل بیت کی توہین و تذلیل پر یزید کی رضا و خوشنودی تواتر سے ثابت ہے۔ لہٰذا ہم اس کی ذات کے بارے میں توقف نہیں کریں گے (اسے برا بھلا کہیں گے) البتہ اس کے ایمان کے بارے میں توقف کریں گے (نہ اسے کافر کہیں گے نہ مومن)۔ (شرح عقائد نسفی صفحہ 117)

محدث ابن جوزی سے پوچھا گیا کہ یزید کو امام حسین ﷛ کا قاتل کہنا کس طرح صحیح ہے جب کہ وہ کربلا میں شہادت کے واقعہ کے وقت ملک شام کے شہر دمشق میں تھا، تو انہوں نے ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے:

''کہ تیر عراق میں تھا اور تیر مارنے والا ذی سلم (شہر دمشق کا علاقہ) میں تھا، اے تیر مارنے والے تیر انشانہ کس غضب کا تھا۔'' (الشرف المؤبد صفحہ 69)

امام اعظم حضرت ابو حنیفہ ﷛ کا لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت ہے کہ اس (یزید) سے فسق و فجور متواتر ہیں، کفر متواتر نہیں۔

اعلیٰ حضرت پیشوائے اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ یزید پلید فاسق و فاجر و جری علی الکبائر تھا۔ اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اتباع موافقین یزید کو کافر کہتے ہیں اور یہ آیت کریمہ اس پر سند لاتے ہیں۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰىٓ اَبْصَارَهُمْ.

(محمد: 23,22)

''تو کیا تمہارے یہ انداز نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتہ کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا

کردیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔''

''اس میں شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں۔ مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے۔ تین دن مسجد نبوی ﷺ بے اذان و بے نماز رہی، مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کئے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں، رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفیٰ ﷺ کی گود کے پالے ہوئے تن مبارک پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے۔ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے، سر انور جو کہ محمد ﷺ کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا، حرم محترم مخدرات رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا، ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لعنھم اللہ فرمایا۔''

قرآن حکیم سورہ احزاب آیت 57 فرمان رب العالمین ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا.

بے شک جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں۔

(اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب صفحہ 57)

یزید کے بڑے، مہلک کرتوت

یزید کی ان حرکات نے آپ ﷺ کو بار بار رنج پہنچایا، دکھی کیا، ایذاء دی ہے۔ اس

بارے میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عباس ابن عباس ﷺ کی روایات کا اس کتاب میں حادثہ کربلا کے بعد ذکر کیا جائے گا جو کہ اس حقیقت کا ثبوت ہیں کہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ ایذاء حادثہ کربلا میں شہادت حضرت امام حسین ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی ظالمانہ شہادت سے ہوئی۔ اس بارے میں بعض لوگ جان بوجھ کر یزید کے بارے میں اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی اس خوش فہمی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں ''کہ یزید نے اہل بیت کے لٹے ہوئے قافلہ کے ساتھ شہر دمشق ملک شام پہنچنے پر اس کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا۔ حضرت امام حسین ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے قتل (شہید) کردیے جانے پر اظہار ندامت کیا اور اہل بیت کے ساتھ دمشق میں بہت اچھا برتاؤ کیا۔'' جب کہ یہ ایک منظم جھوٹ ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قتل حسین ﷺ یزید کے کہنے اور اس کی تدبیر کے مطابق ہوا جس سے یزید بے حد خوش اور مطمئن ہوا۔ یزید نے لٹے ہوئے اہل بیت کے قافلہ کو مخدرات کے قافلہ کو، روئے زمین پر سب سے زیادہ عزت وشرف والوں کے قافلہ کو بہت طویل دشوار گزار راستوں سے بلایا، جی بھر کے ذلیل ورسوا کیا، یزید نے شہر دمشق میں پہلے منادی کرادی تھی کہ شہر کے عوام باغیوں کا حشر دیکھیں۔ ایک منصوبہ کے تحت امام عالی مقامی ﷺ کا سر نیزے پر چڑھا کر سب سے آگے رکھا ان کے پیچھے حضرت زین العابدین پابہ جولاں اور پھر مخدرات۔ تذلیل وتحقیر کی خاطر انہیں مختلف تنگ بازاروں سے گزار کر دارالامارۃ لے جایا گیا جہاں کہ یزید کا دربار لگا ہوا تھا۔ اپنی طرف سے اہل دربار کو خوش کرنے کے لئے یزید نے خطاب کیا جو کہ اس کی سنگ دلی، شقاوت، خباثت، اہانت اہل بیت وجہالت سے بھرا پڑا تھا اور جھوٹ کا پلندہ تھا۔ مجبوراً حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یزید کی خباثت و جھوٹ کا جواب دیا جو کہ نہایت مہذب، مدلل، شائستہ، قرآن وسنت سے بھرپور اور حقیقت پر مبنی تھا حاضرین پر سکوت طاری ہوگیا اور انہیں یزید شیطان نظر آنے لگا۔

دوسرے روز بھی یزید نے اپنی حاکیت وطاقت کے نشہ میں اہل بیت کے ساتھ اسی عمل کو دہرایا اور پھر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زین العابدین نے جو کہ

بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے، پھر بہت ہی مدلل، شائستہ، برجستہ، قرآن وسنت سے بھر پور انداز سے حاضرین دربار کو حقیقت بتلائی اور یوں اہل دمشق دو دن میں یزید سے ناراض ومتنفر ہو گئے تو پھر مجبوراً اس گرگٹ نے اپنا رنگ بدلا اور خوشامد پر اتر آیا۔

جب لوگوں نے پھٹکار کی تو یزید نے مجبوراً قتل حسین ﷛ پر اظہار ندامت کیا

اگرچہ ہمارے نزدیک یزید کے بارے میں ان روایات میں جو کتب تاریخ میں مذکور ہیں سرے سے کوئی تعارض ہے ہی نہیں، بات صرف اتنی ہے کہ پہلے یزید قتل حسین ﷛ پر بہت خوش تھا، بعد کو جب مسلمانوں نے ہر طرف سے اس پر لعنت اور پھٹکار شروع کی اور اہل اسلام کی نظر میں وہ حقیر ہونے لگا تو پھر اس نے اظہار ندامت شروع کر دیا۔ چنانچہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''تاریخ الخلفاء'' میں لکھتے ہیں:

''جب حضرت حسین ﷛ اور ان کے بھائی شہید کر دیئے گئے تو ابن زیاد نے شہداء کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا، وہ اول تو اس پر بہت خوش ہوا پھر جب مسلمانوں نے اس وجہ سے اس پر پھٹکار شروع کی اور اس سے نفرت کرنے لگے تو اس نے اظہار ندامت کیا اور مسلمانوں کو تو اس سے نفرت کرنا ہی چاہیے تھی۔''

(تاریخ الخلفاء صفحہ 81)

قارئین کرام! جلیل القدر علمائے محققین کے بیانات سے خوب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ یزید کیسا تھا اور اس نے کیسے کیسے مظالم ڈھائے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ہم اسے کیا کہہ سکتے ہیں اور کیا نہیں کہہ سکتے۔

اہل بیت سے جنگ کرنا باجماع امت مذموم ہے

اہل بیت سے جنگ کرنا ایسی مذموم حرکت ہے کہ جس کی مذمت پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔

چنانچہ محدث ملا علی قاری مشکوۃ کی شرح ''مرقاۃ'' میں لکھتے ہیں:

''اہل بیت کی فضیلت اور ان سے جنگ کرنے والوں کی مذمت علماء اہل سنت اور

اکابر آئمہ امت کے نزدیک متفق علیہ ہے"۔

(مسند احمد جلد 11 صفحہ 387)

یزید کا فسق اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے

اس لئے علماء اہل سنت و جماعت میں جو حضرات اکابر، یزید پر لعن طعن یا اس کی تکفیر و تفسیق کرتے ہیں وہ بلاوجہ نہیں کرتے۔ یزید کا فسق تمام اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

یزیدواقعاتی شہادتوں کے کٹہرے میں

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

قارئین کرام! یہ تمام شہادتیں، واقعات، تاریخی بیانات اس کتاب میں بھی، اپنے موضوع کے لحاظ سے مختلف ابواب میں جابجا لکھی ہوئی ہیں، موجود ہیں۔ اب میں نے وہ تمام شہادتیں، واقعات، تاریخی بیانات جو اس موضوع ''یزیدواقعاتی شہادتوں کے کٹہرے میں'' سے متعلق ہیں یا مطابقت رکھتی ہیں وہ اس موضوع کو اچھی طرح بیان کرنے، اسے آسانی سے قابل فہم بنانے کی خاطر یکجا کر کے دوبارہ لکھ دی ہیں۔

یہ سب شہادتیں، واقعات، تاریخی بیانات بہت ہی معتبر، مستند ومعروف ومشہور زمانہ کتابوں جیسے کہ طبری، بخاری، ترمذی، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، الحیات الحی، الصواعق المحرقہ، الشرف المؤبد وغیرہا سے لئے گئے ہیں اور وہ باقاعدہ حوالہ کے ساتھ لکھی ہیں تاکہ کسی قسم کے شکوک وشبہات نہ رہیں۔ میں نے اس میں یہ کوشش بھی کی ہے کہ یہ تمام شہادتیں زمانے کے لحاظ سے اس ترتیب سے لکھی جائیں کہ تسلسل قائم رہے اور قارئین کرام کو یہ کہیں بھی بے موقع محسوس نہ ہوں تاکہ وہ میری بات کو اچھے خوبصورت انداز سے سمجھ سکیں اور اس سے پوری طرح مستفید ہوں۔

قارئین کرام! یہ شہادتیں، واقعات، تاریخی بیانات سب ہی بہت اہم اور توجہ طلب ہیں۔ انہیں تسلیم سے اور غور سے پڑھئے۔ ان میں، ہر ایک میں یزید کا حکم، فرمان، ہدایات

رابطہ برائے اطلاع واحکامات یا اس کا حتمی فیصلہ یا ہدایت کہ کیا کرنا ہے موجود ہیں۔ چاہے وہ عبید اللہ ابن زیاد کے لئے ہوں، چاہے کسی گورنر کے لئے، چاہے ان کی معزولی یا تبدیلی تقرری کے متعلق ہوں اور چاہے اپنے خفیہ خاص آدمیوں، کارندوں کے لئے ہوں لیکن وہ سب حکم، فرمان، ہدایات، ہدایات برائے طریق کار، خط وکتابت، پیغام رسانی سب ہی بلواسطہ بلاواسطہ یزید کی اپنی جاری کردہ ہیں یزید ہی کے قلم وزبان سے ہیں۔ نمبر (1) سے لے کر نمبر (12) تک کی تمام شہادتوں میں عبید اللہ ابن زیاد اور دیگر اہلکار یزید کے احکامات، تدابیر و ہدایات پر، یزید کی خوشنودی کے لئے پورے خلوص، تابعداری اور مستعدی سے عمل کرتے نظر آتے ہیں۔ اس لئے یزید ہی ان کے اچھے، برے نتائج کا ذمہ دار ہے۔

(1) سے (12) تک کی شہادتوں کا تعلق براہ راست حضرت امام حسین ؓ کے قتل سے ہے اور شہادت نمبر (13) جو کہ آپ کی شہادت کے ڈھائی سال کے بعد کی ہے اس کو اس لئے ان میں شامل کیا گیا ہے کہ یہ شہادت یزید پلید کے بیٹے حضرت معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو کہ الفاظ میں مختصر ہے لیکن مفہوم میں بہت واضح و جامع اور سو فی صدحق ہے اور یزید پلید کی دنیا اور آخرت دونوں کو خوب واضح وظاہر کرتی ہے۔

حضرات امام حسین ؓ کے بارے میں تو یزید اس قدر الرٹ، خبردار اور چوکنا تھا کہ وہ آپ ؓ کی تمام حرکات وسکنات سے ہر وقت پوری طرح آگاہ تھا۔ اس بارے میں یزید کی مستعدی کا یہ حال تھا کہ حضرت امام حسین ؓ کے مکہ سے کوفہ کے لئے روانہ ہونے کی اطلاع پہلے یزید کو ملی جو کہ مکہ سے ڈھائی ہزار کلومیٹر دور تھا اور بعد میں عبید اللہ ابن زیاد گورنر کوفہ کو (اور یہ اطلاع بھی یزید نے ہی ابن زیاد کو دی) جو کہ مکہ سے ڈیڑھ ہزار کلومیٹر دور تھا۔ یزید کا یہ خط یا اطلاع نامہ بنام عبید اللہ ابن زیاد البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 165 پر مرقوم ہے اور چند صفحوں بعد اس باب میں بھی آپ اسے پڑھ سکیں گے۔

یزید کی طلب بیعت

(1) ماہ رجب 60 ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی بیعت کے لئے ہر طرف خطوط و حکم نامے روانہ کئے۔ مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عقبہ تھے ان کو اپنے باپ کی وفات کی اطلاع کی اور لکھا کہ ہر خاص و عام سے میری بیعت لو اور حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے پہلے بیعت لو، ان سب کو ایک لمحہ مہلت نہ دو۔

مدینہ منورہ کے لوگوں کو ابھی تک حضرت امیر معاویہ کے انتقال کی خبر نہ تھی۔ یزید کے حکم نامہ سے ولید بہت گھبرایا اس لئے کہ ان حضرات سے بیعت لینا آسان نہیں تھا۔ اس نے مشورہ کے لئے مروان بن حکم کو بلایا۔

مروان بن حکم وہ شخص ہے کہ جب اس کی پیدائش ہوئی اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں تحنیک (کوئی چیز چبا کر نرم کر کے کھلانے) کے لئے لایا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ 45)

مدینہ منورہ کے گورنر ولید نے جب مروان سے مشورہ لیا تو اس نے کہا ان تینوں کو اسی وقت بلائیں اور بیعت کے لئے کہیں۔ اگر وہ بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ تینوں کو قتل کر دیں۔

پھر آپ اندر تشریف لے گئے۔ ولید نے آپ کو حضرت امیر معاویہ کی وفات کی خبر سنائی اور یزید کی بیعت کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے جیسا آدمی اس طرح چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا آپ باہر نکل کر سب لوگوں سے بیعت طلب کریں تو ان کے ساتھ مجھ سے بھی بیعت کے لئے کہیں۔

ولید امن پسند آدمی تھا اس نے کہا اچھا آپ تشریف لے جائیے۔ جب آپ چلنے لگے تو مروان نے برہم ہو کر ولید سے کہا کہ اگر آپ نے اس وقت ان کو جانے دیا اور بیعت نہ لی تو پھر ان پر قابو نہ پا سکیں گے۔ اگر یہ بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ ان کو قتل کر دو۔ یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا او ابن الزرقا، کیا تو مجھے قتل کرے گا یا یہ قتل کریں گے خدا کی قسم تو جھوٹا اور کمینہ ہے۔ یہ کہہ کر آپ باہر تشریف لے آئے۔

(طبری جلد 2 صفحہ 162، البدایہ والنہایہ ج 8 صفحہ 45)

یزید کا گورنر مدینہ کو معزول کرنا

(2) رجب 60ھ میں یزید بادشاہ بنا، اور اسی سال ماہ رمضان میں یزید نے اپنے چچازاد بھائی ولید بن عقبہ بن ابوسفیان کو مدینہ منورہ کی گورنری سے معزول کر کے اس کی جگہ عمرو بن سعید کا تقرر کر دیا ہے۔ ولید کا قصور یہ تھا کہ اس نے بیعت کے معاملہ میں حضرت حسین و حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر وہ سختی نہ کی تھی جو یزید کو مطلوب تھی۔ اس لئے یہ دونوں حضرات یزید کی بیعت کئے بغیر مدینہ منورہ سے بخیر و عافیت مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے حالانکہ یزید کا ان کے بارے میں ولید کو فرمان آچکا تھا۔

''اما بعد حسین، عبداللہ عمر ؓ اور عبداللہ ابن زبیر ؓ کو بیعت کے لئے سختی کے ساتھ پکڑو اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کرلیں ذرا ڈھیل نہ ہونے پائے۔''

(البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 147,146)

مروان کا برا مشورہ

مروان کا مشورہ ان حضرات کے بارے میں ولید کو یہ تھا کہ اگر یہ حضرات بیعت نہ کریں تو فوراً ان کا سر قلم کر دو مگر ولید نے مروان کی بات نہ مانی اس لئے اس شاہی فرمان کی تعمیل میں کوتاہی کا لازمی نتیجہ معزولی تھا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس کی معزولی کی وجہ میں ''تفریط'' کا لفظ لکھا ہے وہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 148)

نیا گورنر، بڑا متکبر

چنانچہ اس کی جگہ گورنر ہو کر عمرو بن سعید اشدق اسی ماہ میں مدینہ آ گیا۔ یہ مزاج کا بڑا فرعون اور بڑا متکبر تھا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے اس کے بارے میں یہ الفاظ ہیں: ''وہ اپنے آپ کو خدا کی جگہ پر سمجھنے والا بڑا ہی مغرور تھا۔'' (یعنی کہ آل رسول کے لئے خصوصی بے رحم تھا)۔

(البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 148)

یزید آپ کے قتل کے درپے

(3) یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس سفر سے روکنے کے لئے کہا کہ آپ مسجد حرام میں رہئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر ایک بالشت بھر مسجد کے اندر قتل کیا جاؤں۔ بخدا اگر میں حشرات الارض کے کسی سوراخ میں بھی چھپوں گا تو لوگ مجھے وہاں سے نکال لیں گے اور جو سلوک میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں کریں گے۔

(طبری جلد 2 صفحہ 213)

غرضیکہ بڑے بڑے صحابہ کرام آپ کو اس سفر سے روکنے کے لئے بہت اصرار کرتے رہے اور آخر تک یہی کوشش کرتے رہے کہ آپ مکہ معظمہ سے تشریف نہ لے جائیں مگر ان کی کوششیں کارآمد نہ ہوئیں یہاں تک کہ امام عالی مقام 3 ذی الحجہ 60ھ کو اپنے اہل بیت اور موالی وخدام کل بیاسی (82) نفوس کے ساتھ مکہ شریف سے عراق کے لئے روانہ ہو گئے۔

بات اصل میں یہ تھی کہ آپ کو گرفتار ہونے کا اندیشہ تھا اور یہ راز اس وقت کھلا جب فرزدق شاعر سے آپ کی راستہ میں ملاقات ہوئی اور اس نے پوچھا کہ فرزند رسول! حج کے دن بالکل قریب آ گئے تو اتنی جلدی آپ نے کس لئے فرمائی کہ حج بھی نہ ہو سکا؟ امام نے جواب دیا کہ اگر میں اتنی جلدی نہ کرتا تو وہیں گرفتار کر لیا جاتا۔

(طبری جلد 2 صفحہ 214)

یزید نے حاجیوں کے لباس میں کئی آدمی بھیجے ہوئے تھے کہ موقع پر ہی حضرت امام حسین ؑ کی شمع حیات کو گل کر دیں چنانچہ کتب سیر وتواریخ سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔

''اس تاریخ 3 ذوالحجہ 60ھ کو حضرت امام حسین ؑ مکہ سے روانہ ہوئے طواف وسعی کے بعد اپنے حج کو عمرہ مفردہ کے ساتھ بدل کر محل ہو گئے تھے۔ کیونکہ تکمیل حج نہ کر سکتے تھے اس لئے کہ یزید نے تیس آدمی حج کے بہانہ سے حاجیوں کے لباس میں بھیجے تھے اور ان کو حکم دیا کہ ہر حال میں موقعہ پا کر حضرت امام حسین ؑ کو قتل کر دیں۔

(الحیات النبی جلد 2 صفحہ 63)

حرمین میں یزید اور اس کے عمال نے حضرت حسین ؓ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا

اس کے حضرت ابن عباس ؓ کا وہ خط جو یزید کے نام لکھا گیا تھا اس کے پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت حسین ؓ کو یزید کے عمال نے حرمین میں چین سے بیٹھنے ہی نہ دیا۔ مدینہ میں تھے تو بیعت یزید پر اصرار تھا، مکہ معظمہ آگئے تو وہاں بھی یزید نے حضرت ابن عباس ؓ کے نام خط لکھ کر اپنے اشعار میں حضرت حسین ؓ کو قتل کی دھمکی دی۔

(ابن کثیر جلد 8 صفحہ 164)

حضرت حسین ؓ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے حرم مکہ میں خونریزی ہو اور حرم کی عزت خاک میں ملے۔ (ابن کثیر جلد 8 صفحہ 161 تا 165)

یزید نے ابن زیاد کو لکھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین کوفہ کی طرف چل پڑے ہیں، اب زمانوں میں تیرا زمانہ اور شہروں میں تیرا شہر ان کے بارے میں مبتلا ہوا ہے اور گورنروں میں تو خود ان کے معاملہ میں مبتلا ہو چکا ہے اور ایسی صورت میں یا تو آزاد کر دیا جس طرح غلاموں کو غلام رکھا جاتا ہے تجھے بھی غلام بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ ابن زیاد نے حضرت حسین ؓ کو قتل کر کے ان کا سر یزید کے پاس بھیج دیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 165، طبع بیروت)

حسین اگر آئیں گے تو اسے قتل کر دیں گے

(4) ابن زیاد نے کہا اب تم بچ نہیں سکتے قتل کر دیئے جاؤ گے آپ نے فرمایا واقعی؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا اچھا مجھے اتنا موقع دے دو کہ میں کچھ وصیت کر دوں۔ کہا ہاں وصیت کر دو۔ مسلم نے لوگوں پر نگاہ ڈالی تو ان میں ابن سعد نظر آیا، آپ نے اس سے فرمایا کہ تم قریش خاندان کے آدمی ہو میں تم سے کچھ راز کی باتیں کہنا چاہتا ہوں انہیں تنہائی میں سن لو۔ حکومت کا چاپلوس سننے کے لئے تیار نہ ہوا۔ ابن زیاد نے کہا سننے میں کیا حرج ہے، تو ابن سعد اٹھا اور حضرت مسلم کے ساتھ تھوڑی دور جا کر ایسی جگہ بیٹھا جہاں سے ابن زیاد کا بھی سامنا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا ایک بات یہ کہنی ہے کہ میں نے کوفہ میں فلاں شخص سے

سات سودرہم قرض لیا ہے تم اسے ادا کر دینا اور دوسری بات یہ ہے کہ قتل کے بعد میری لاش دفن کر دینا۔ تیسرے حضرت امام حسین ؓ کے پاس کسی کو بھیج کر میرے واقعہ کی اطلاع کر دینا تا کہ وہ واپس چلے جائیں۔

حضرت مسلم نے یہ باتیں ابن سعد سے راز کے طور پر کہیں تھیں مگر اس بد بخت نے یہ ساری باتیں ابن زیاد سے کہہ دیں پھر ان وصیتوں کے جاری کرنے کے بارے میں اس سے دریافت کیا۔ ابن زیاد نے قرض کی ادائیگی کے بارے میں تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو اور حسین کے متعلق یہ ہے کہ اگر وہ ہماری طرف نہیں آئیں گے تو ہمیں ان سے کوئی مطلب نہیں اور اگر (حسین بن علی (آئیں گے تو ہم انہیں بھی نہیں چھوڑیں گے اور لاش کے بارے میں ہم تمہاری بات نہیں سنیں گے کہ جس شخص نے ہماری مخالفت کی اور لوگوں میں اس قدر انتشار پیدا کیا کہ اس کی لاش کسی رعایت کے مستحق نہیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ لاش کے متعلق اس نے کہا قتل کے بعد ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں تم جو چاہو کرو۔

(طبری جلد 2 صفحہ 205)

یزید نے نعمان بن بشیر کو معزول اور عبداللہ ابن زیاد کی تقرری کر دی

(5) صحابی رسول ﷺ حضرت نعمان بن بشیر ؓ جو اس زمانہ کے کوفہ کے گورنر تھے جب وہ حالات سے باخبر ہوئے تو منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے اور وہ اس پر بہت بھڑکے گا اور فتنہ وفساد برپا ہو گا۔ عبداللہ بن مسلم حضرمی جو بنی امیہ کے خیر خواہوں میں سے تھا اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ آپ جو دیکھ رہے ہیں سخت گیری کے بغیر اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ آپ دشمن کے مقابلہ میں بہت کمزور ثابت ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ میرا شمار کمزوروں میں ہو، یہ اس بات سے بہتر ہے کہ اس کی نافرمانی کے ساتھ میرا شمار عزت والوں میں ہو۔ یہ فرما کر آپ منبر سے اتر آئے۔ عبداللہ حضرمی نے وہاں سے اٹھ کر یزید کو خط لکھ دیا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آ گئے ہیں شیعوں نے حسین بن علی کے نام پر ان سے

بیعت کر لی ہے اگر آپ کوفہ کو بچانا چاہتے ہیں تو کسی زبردست (سخت) آدمی کو حاکم بنا کر بھیجئے جو آپ کے فرمان کے مطابق عمل کر سکے۔ نعمان بن بشیر یا تو کمزور ہیں اور یا وہ جان بوجھ کر کمزوری دکھا رہے ہیں۔ (طبری جلد 2 صفحہ 181)

یزید کا حکم نامہ، بیعت یا قتل

(6) عمارہ بن عقبہ اور عمر بن سعد نے بھی اسی مضمون کے خطوط یزید کو لکھے۔ ان خطوط کے پہنچنے پر یزید سخت غضبناک ہوا۔ اپنے خاص دوستوں کو بلا کر ان سے مشورہ کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ کوفہ کا گورنر عبید اللہ بن زیادہ کو مقرر کیا جائے کہ وہ بہت سخت آدمی ہے کسی کی پرواہ نہ کرے گا۔ یزید نے ان لوگوں کے مشورہ پر عمل کیا۔ کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر ﷺ کو معزول کر دیا اور عبید اللہ بن زیاد جو بصرہ کا گورنر تھا اسے کوفہ کا بھی گورنر بنا دیا اور حکم دیا کہ وہ فوراً کوفہ پہنچ جائے۔ مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے شہر بدر کر دے یا قتل کر ڈالے اور حسین بن علی آئیں تو ان سے بھی میری بیعت طلب کرے اگر وہ بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ ان کو بھی قتل کر دے۔

امام عالی مقام حضرت امام حسین ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ورود کربلا کا جب والی کوفہ عبید اللہ ابن زیاد کو علم ہوا تو اس نے اولین حضرت امام حسین ﷺ کو ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔

الحاصل یہ ہے کہ اے حسین مجھے آپ کے کربلا پہنچنے کی خبر ملی ہے اور امیر یزید نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس وقت تک نرم تکیہ پر سر نہ رکھوں اور نہ عمدہ خوراک کھاؤں جب تک آپ کو قتل نہ کر لوں مگر یہ کہ آپ میرے اور یزید کے حکم کے آگے سر تسلیم خم (بیعت) کر لیں۔ (الحیات الخفی جلد 2 صفحہ 189)

خط کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبید اللہ ابن زیادہ نے حضرت امام حسین ﷺ کو قتل کی دھمکی دے دی اور واضح کر دیا کہ اگر آپ امیر یزید کے آگے سر خم نہ کریں گے تو اس وقت تک میں آرام کی غذا نہیں کھا سکوں گا جب تک آپ کو قتل نہ کر دیا جائے۔

ابن زیاد کی تابعداری، مستعدی

عبید اللہ ابن زیاد بذات خود کوفہ اور کربلا کے درمیان ایک جگہ مقام نخیلہ پر آ گیا اور یہاں اقامت اختیار کی تا کہ نوے کلومیٹر کربلا سے دور کوفہ دارالامارت تک حالات کے پہنچنے میں جو تاخیر ہوتی ہے وہ دور ہو جائے۔ میں اتنا نزدیک ہو جاؤں کہ تمام کام کی دیکھ بھال بھی ہوتی رہے اور مجھ تک جلدی جلدی خبریں پہنچتی رہیں اور میں یزید کو باخبر رکھوں۔ حر ابن ریاحی کی سربراہی میں ایک ہزار کا لشکر بھیج چکا تھا اور پھر اس کے بعد چار ہزار کا لشکر عمرو بن سعد کے ہمراہ روانہ کر چکا تھا اور پھر برابر لشکر کے لشکر بھیجتا رہا۔

(الحیات الخفی جلد 2 صفحہ 201)

ابن زیاد کا یزید سے طلب ہدایات وحکم

(8) دارالامارۃ کوفہ میں عبید اللہ ابن زیاد نے اجلاس برخاست کرتے ہوئے کہا کہ ان اسیران آل نبی کو جامع مسجد کوفہ کے کمروں میں سے ایک کمرہ میں قید رکھا جائے۔ چنانچہ ان کو اس کمرہ میں لے جا کر قید و بند کر دیا گیا اور شہدائے کربلا کے سرہائے مبارکہ کو ایک اور کمرہ میں رکھ دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عبید اللہ ابن زیاد نے اپنے ایک قاصد کے ذریعہ ایک خط دے کر یزید کی طرف دمشق روانہ کر دیا اور یہ واقعہ محرم 61ھ کی تیرہویں، چودھویں تاریخ کا ہے عبید اللہ ابن زیاد نے سرہائے مقدسہ کو دمشق بھیجنے کو لکھا کہ اگر حکم ہو تو وہاں بھیج دیتا ہوں اور دوسرا اہل بیت میرے پاس اسیر کئے ہوئے ہیں حکم ہو تو ان کو بھی بھیج دوں۔ اب جب تک وہاں سے یزید کا جواب نہ آنے پائے اس وقت تک اس کو انتظار ہے۔

(الحیات الخفی جلد 2 صفحہ 351)

جب عبید اللہ ابن زیاد کے پاس دمشق سے یزید کا پیغام تحریری طور پر پہنچ گیا کہ سرہائے شہداء اور اسیران اہل بیت کو اس کے پاس دارالامارۃ دمشق جائے مقام پر بھیج دیئے جائیں تو عبید اللہ ابن زیاد نے زحر بن قیس کی نگرانی میں شہدائے سرہائے مبارکہ ملک شام روانہ کر دیئے۔ اس کے ساتھ ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ظبیان اور تقریباً پچاس آدمی روانہ کر

دیئے۔اس میں محضر بن ثعلبہ عاندی اور شمر ذی الجوشن بھی تھے۔

(الحیات الحی جلد 2 صفحہ 352)

انتخاب طویل راستہ برائے تحقیر و تذلیل

(9) تکریت، موصل، نصیبین، قنسرین، سیبود، حلب، حما، ہمز، بعلبک والا غیر معروف اور طویل راستہ جسے طے کرنے میں کافی دن لگے یہ کیوں اختیار کیا گیا۔اس کا سبب معتبرہ کتب سے ظاہر ہوتا ہے کہ راستہ میں اہل بیت اور سرہائے مبارک کو دیکھ کر عوام مشتعل نہ ہو جائیں اور مزاحمت، مخالفت اور جنگ نہ ہو۔ چنانچہ اس احتیاط کے باوجود بھی بعض مقامات پر جب لوگوں کو معلوم ہوا تو قنسیرین، سیبود اور حمص میں مزاحمت ہوئی اور ان مقامات پر بھی جنگ کرتے ہوئے ان کی مخالفت سے بچتے بچاتے نامعلوم مقامات سے ہوتے ہوئے دور کے راستہ سے دمشق لایا گیا۔

(الحیات الحی جلد 2 صفحہ 352، تاریخ کربلا)

اس کا اولین مقصد یہ تھا کہ محبان حق، محبان اہل بیت یا یزید کی حکومت سے ناخوش لوگوں کو قافلہ اہل بیت کا برا حال دکھا کر انہیں خوف زدہ کیا جائے تاکہ کوئی یزید کی حکومت کے خلاف قدم نہ اٹھائے اور دوسرا یہ کہ اس دوران اہل بیت کی تحقیر و تذلیل بھی خوب ہو جائے گی۔

زحر بن قیس یزیدی کا واقعہ کربلا کو مسخ کر کے بیان کرنا ایک معنی خیز غلط بیانی

(10) اس کے بعد یزید پلید کو عبید اللہ ابن زیاد کے مقرر کردہ زحر بن قیس نے واقعہ کربلا میں جو کچھ ہوا اور جس طرح ہوا اس کو بالکل مسخ کر کے بیان کیا اور کہا اے امیر یزید یہ حسین اور اس کے کچھ ساتھی جو سو افراد پر مشتمل تھے اور اس کے اپنے خاندان کے اٹھارہ افراد کربلا میں آگئے تو ہم نے ان سے کہا کہ دو باتوں میں سے ایک بات مان لیں۔ یا تو بلا مشروط طریقہ سے اپنے آپ کو عبید اللہ ابن زیاد کے حوالے کر دیں یا پھر جنگ کے لئے تیار ہو جائیں تو انہوں نے جنگ کو اختیار کیا۔ پھر ہم نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور

خوب حملے کیے یہ ادھر ادھر بھاگتے پھرتے تھے مگر یہ بچ نہ سکے۔ پھر آن کی آن میں ہم نے ان کو ذبح کر دیا۔ سران کے پچھ لے آئے ہیں اور جسم ان کے وہاں پڑے ہیں۔

(الحیات الخفی جلد 2 صفحہ 356)

یزید اور ابن زیاد کی سر مبارک کے ساتھ گستاخی

(11) یہ روایت صحیح بخاری میں بھی ہے اور جامع ترمذی میں یہ روایت ان الفاظ میں آئی ہے، حفصہ بنت سیرین کا بیان ہے مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ:

''میں ابن زیاد کے پاس تھا اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اس کے سامنے لایا گیا تو وہ چھڑی سے آپ کی ناک کو چھیڑ کر (بطور طنز) کہنے لگا میں نے تو ایسا حسین ہی نہیں دیکھا پھر اس کے حسن کا کیوں چرچا ہے میں نے کہا خبردار! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت مشابہ تھے۔'' (جامع ترمذی جلد 2 صفحہ 219)

امام کا سر مبارک اور یزید

(12) پھر یزید پلید نے امام عالی مقام کے لبوں اور دانتوں کو چھڑی لگاتے ہوئے کہا کہ اب ہماری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ حصین بن حمام شاعر نے کہا ہے کہ ہماری قوم نے تو انصاف کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن ان تلواروں نے انصاف کر دیا جن سے خون ٹپکتا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے انہوں نے فرمایا اے یزید! تم اپنی چھڑی حسین کے دانتوں اور لبوں سے لگا رہے ہو جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوما، چوسا کرتے تھے۔ سن لو! قیامت کے دن تمہارا حشر ابن زیاد کے ساتھ ہوگا اور حسین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔ یہ کہہ کر وہ دربار سے اٹھے اور چلے گئے۔

(طبری جلد 2 صفحہ 296)

سوال؟

کیا حضرت امام حسین ؓ کی شہادت عظمیٰ کے بعد (ناک، دندان، لب) چہرہ مبارک کو چھڑی کا لگانا امام عالی مقام کے قتل سے ناخوشی کی دلیل ہوگی؟ اور کیا یہ گستاخانہ نازیبا اور تحقیر آمیز رویہ وہ شخص اختیار کر سکتا ہے جو اس قتل سے ناخوش ہو؟ ایسا تو وہی کرے گا جو دل میں انتہائی خوشی کے جذبات لئے ہوئے ہو۔

اگر یزید قتل حسین ؓ سے ناخوش ہوتا تو

اگر یزید کو دین اسلام، بانیان دین صحابہ کرام آل رسول کا احترام ہوتا یا یزید کربلا میں اہل بیت کے ظالمانہ قتل و غارت کا براہ راست ذمہ دار نہ ہوتا یا وہ قتل حسین ؓ و کربلا میں غارت گری سے ناخوش ہوتا یا قتل حسین ؓ اہل بیت و جاں نثاران، یزید کی مرضی و تدبیر مطابق نہ ہوا ہوتا یا اس فعل شنیع کے کرنے سے یزید کو اپنی حکومت کا مضبوط کرنا مقصود نہ ہوتا تو قتل حسین ؓ کے بعد، سانحہ کربلا کے بعد اس کا رویہ یہ ہوتا:

(1) خود کوفہ پہنچتا اور اہل بیت سے ہمدردی و معذرت کے ساتھ انہیں فوری مدینہ واپس بھیجتا۔

(2) اس سانحہ پر ملت اسلامیہ سے اور خاص طور پر مدینہ منورہ، مکہ معظمہ کے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آل رسول سے اظہار افسوس کرتا۔

(3) اس سانحہ کے ذمہ دار کرداروں کو فوری کڑی سزائیں دیتا۔

(4) آل رسول صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ کی عظمت و حرمت کا پرچار کرتا۔

مگر یزید سے یہ نہ ہو سکا اور اہل بیت کو کوفہ لے جایا گیا جہاں وہ اندازاً 14 محرم سے 15 صفر تک قید و بند میں ہر طرح کی اذیتوں سے دوچار رہے۔ یزید کو بلاشک وشبہ سانحہ کربلا اور اہل بیت کے ساتھ انتہائی تذلیل و تحقیر آمیز سلوک اور ان کے قیدی بنا کر کوفہ لے آنے کا علم 25 محرم سے پہلے پہلے ہو چکا تھا۔

اس وقت تک بھی اگر یزید نے سانحہ کربلا سے کوئی مثبت سبق سیکھا ہوتا یا اسے قتل حسین

ناحق لگتا یا قتل حسین سے وہ ناخوش ہوتا تو کم سے کم جو وہ کر سکتا تھا وہ یہ کہ:

(1) اہل بیت کی کوفہ سے ہی رہائی اور مدینہ روانگی کے احکام صادر کر دیتا۔

(2) قافلہ کو اپنی حاضری کے لئے دمشق نہ بلاتا۔

(3) سانحہ کربلا سے جو عوام میں غم وغصہ پایا جاتا تھا اسے سیاسی تدبر سے کم کرتا۔

مگر یزید سے یہ بھی نہ ہو سکا اور اس نے اہل بیت کی تذلیل وتحقیر کی خاطر، عوام پر اپنی فاش غلطی کو فتح ثابت کرنے کی خاطر اور عوام پر اپنا اور اپنی حکومت کا رعب و دبدبہ جمانے کی خاطر اہل قافلہ کو ایک بہت زیادہ طویل اور دشوار گزار رستہ سے اپنے دربار میں انہیں مزید ذلیل ورسوا کرنے کے لئے دمشق بلایا۔

(1) اگر یزید نے اس دوران تک بھی سانحہ کربلا سے کوئی مثبت سبق سیکھا ہوتا یا اسے اپنے اس ظلم وستم کا ہی احساس ہو گیا ہوتا تو: اہل بیت کو دمشق نہ بلاتا۔

(2) اگر وہاں بلانا کسی طرح سے مجبوری تھی تو انہیں چھوٹے معروف راستہ سے بلاتا۔

(3) ایسا کرنے کے لئے وہ چاہتا تو عوام کو اس ایک فقرے سے اعتماد میں لے سکتا تھا کہ:

''جو کچھ ہوا ہے، بہت برا ہوا ہے میں اب اس کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔''

لیکن یزید سے یہ بھی نہ ہو سکا۔ اگر یزید قتل حسین ؑ کا ذمہ دار نہ ہوتا۔ قتل حسین، سانحہ کربلا سے ناخوش ہوتا اور یہ سب کچھ اس کی مرضی، خواہش، ہدایات، تدبیر کے مطابق نہ ہوا ہوتا تو اب جب کہ اس نے اتنے دشوار گزار، طویل راستہ سے اہل بیت کو دمشق بلا ہی لیا تھا تو:

(1) مقام جیرون پر خود جا ملتا، ان سے ہمدردی کرتا، اپنی صفائی پیش کرتا۔

(2) اہل بیت کو خاموشی سے باعزت طریقے سے شہر دمشق میں لاتا۔

(3) انہیں پہلے دو دن تحقیر وذلت آمیز طریقوں سے شہر کی گلیوں بازاروں میں گھما کر دار الامارۃ نہ لاتا بلکہ

(4) پہلے ہی دن انہیں اپنے اہل خانہ کے پاس لے جاتا اور وہیں رکھتا اور پھر

(5) وہیں سے خاموشی اور عزت کے ساتھ انہیں مدینہ بھیج دیتا۔

مگر یزید سے یہ بھی نہ ہو سکا اور وہ اپنی ہی دھن میں مگن رہا۔

زحر بن قیس یزیدی کا دربار یزید میں واقعہ کربلا کو مسخ کر کے بیان کرنا بے معنی نہ تھا۔ اس نے عبید اللہ ابن زیاد کی ہدایات و سمجھانے کے مطابق واقعہ کربلا کو اس طرح اور ان الفاظ میں بیان کیا جو یزید کو اور زیادہ خوش کرنے کے لئے مطلوب تھے یعنی کہ یزید ایسے ہی انداز بیان اور ایسے ہی الفاظ کے استعمال سے جو حضرت امام حسین ؑ یا اہل بیت کی تذلیل و تحقیر و کم ہمتی کو ظاہر کریں، ان سے خوش ہوگا۔

اگر یزید قتل حسین ؑ سے ناخوش ہوتا۔

(1) زحر بن قیس واقعہ کربلا کو مسخ کر کے نہ سناتا۔

(2) یزید سب موجود ذمہ دار افراد کو فوری حراست میں لیتا۔

(3) اس سانحہ کے موجود ذمہ دار افراد کو وہیں کیفر کردار تک پہنچاتا۔

مگر یزید سے یہ بھی نہ ہو سکا (صرف اس لئے کہ انہوں نے قتل حسین ؑ و غارت گری یزید کے حکم و ہدایات پر ہی کی تھی) جب یزید کے دربار میں حضرت امام حسین ؑ کا سر مبارک طشت میں لایا گیا اگر یزید قتل حسین ؑ سے ناخوش ہوتا تو اس وقت یزید کو چاہئے تھا کہ:

(1) خود بھی ادب سے کھڑا ہو جاتا اور دوسروں سے بھی احترام کراتا۔

(2) سر مبارک کو ادب سے چھوتا اور خاموشی سے دو آنسو بہا دیتا۔

(3) سر مبارک کو غسل دلاتا، اسے خوشبو لگاتا اور

(4) ادب و احترام سے اسے دفن کرتا یا مدینہ واپسی کے لئے احترام و ادب سے اپنے پاس رکھتا۔

لیکن یزید سے یہ بھی نہ ہو سکا بلکہ اس نے نہایت تحقیر آمیز اور آمرانہ انداز سے آپ کی ناک مبارک کو چھڑی سے چھیڑا اور آپ کی مردانہ وجاہت پر طنز کی۔ یزید نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ قتل حسین ؑ پر بہت خوش ہونے کا اظہار وہ اشعار کہہ کر کیا جن کا مطلب

واضح طور پر فخریہ خوشی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں یزید کے کفریہ عقائد اور اشعار کے بارے میں لکھتے ہیں۔ یہاں صرف متعلقہ اشعار کا ترجمہ حاضر ہے:

☆ کاش میرے بدر والے وہ بزرگ جو کافر تھے اور حضور کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے جنہوں نے تیر کھا کر بنی خزرج کی جزع وفزع اور اضطراب کو دیکھا تھا آج موجود ہوتے۔

☆ اور وہ دیکھتے کہ ہم نے تمہارے سرداروں میں سے بڑے سردار امام حسینؓ کو قتل کر کے بدر والی کجی کو سیدھا کر دیا ہے۔

☆ تو اس وقت خوشی کے مارے ضرور بہ آواز بلند پکار کر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔

☆ میں اولاد خندف سے نہیں، اگر ولاد احمد سے ان کے کئے ہوئے کا بدلہ نہ لے لوں۔

نتیجہ یا حاصل کلام

کوئی بھی ذی شعور انسان مندرجہ بالا اور ان اشعار کو پڑھنے سمجھنے کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ یزید قتل حسینؓ سے ناخوش تھا، بے خبر تھا بلکہ یہ اشعار بھی پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ:

1- قتل حسینؓ یزید کا مقصد حیات تھا۔
2- قتل حسینؓ سوچی سمجھی تدبیر کے مطابق تھا۔ آپ کا کوفہ جانا بہانہ بنا۔
3- قتل حسینؓ سے یزید نے دلی مسرت اور سکون حاصل کیا۔
4- قتل حسینؓ کو یزید نے اپنے لئے باعث فخر جانا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قتل حسینؓ، یزید نے کیا، کرایا اور محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا "تیر عراق میں تھا جب کہ تیر مارنے والا ذی سلم (دمشق کا علاقہ) میں تھا۔ اے تیر مارنے والے تیر انشانہ کس غضب کا تھا" سو فیصد سچ ہے۔

یزید کا بالآخر وقتی طور پر رویہ بدلا

یزید میں یہ تبدیلی اپنی خوشی، شوق یا فہم وفراست سے نہیں آئی بلکہ دو تین دنوں میں یزید نے نوشتہ دیوار کو پڑھ لیا، اس حقیقت کو دیکھ لیا جس کو وہ اب تک حکومت، طاقت، خلافت کے نشہ اور اپنی عیاش فطرت کے سبب نہ دیکھ پایا تھا۔ ان دو تین دنوں میں اس نے اہل بیت کا صبر، ہمت واستقامت دیکھ لی ان کے لئے خیر خواہی عوام میں خیر خواہی کے جذبات وخواہشات دیکھ لیں، یزید کو اس دوران شدت سے یہ احساس ہو گیا کہ ہر طرف سے اس پر لعنت، ملامت و پھٹکار پڑ رہی ہے اور اسے یقین ہو گیا کہ اگر حالات اسی ڈگر پر رہے تو اس کی حکومت چند ماہ کی ہے۔

جب ان مشکل حالات میں یزید نے آل رسول ﷺ کے بارے میں حواریوں سے مشورہ کیا تو ان کی رائے سے وہ اور بھی گھبرا گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت نعمان بن بشیر ﷺ (صحابی رسول ﷺ) نے کھڑے ہو کر کہا اے یزید! میں تجھ کو ایک مشورہ دیتا ہوں اگر تم مان جاؤ تو تمہارے لئے بہتر ہے وہ یہ کہ اسیران آل رسول ﷺ کے ساتھ وہ سلوک کرو جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ کیا۔ جو سلوک سرور کون ومکان ﷺ ان کے ساتھ کیا کرتے تھے وہ تم کرو۔

(الحیات الحمی جلد 2 صفحہ 364)

یزید نے آپ کا مشورہ فوراً مان لیا جس کی اصل وجہ یہ تھی حضرت نعمان بن بشیر ﷺ نے یزید کو واضح کر دیا کہ جو کچھ کربلا میں اور کربلا سے کوفہ اور دمشق تک اسیران آل رسول کے ساتھ کیا گیا اس سے کثرت رائے عوام الناس تیرے مخالف ہو چکی ہے اور اب مزید جاہلانہ اقدامات تیرے لئے تباہی حکومت کا سبب بن جائے گا۔ لہٰذا ان کو رہا کر دینا بہت بہتر ہے اور یوں یزید وقتی طور پر کچھ بدلا اور اسیران اہل بیت کی رہائی عمل میں آئی۔

اس نے فوراً سیاسی رویہ اپنا لیا اور کہنے کی حد تک یہ بھی کہا کہ ابن زیاد کا برا ہو اس نے یہ کیا کر دیا۔ اہل بیت کے سامنے مگرمچھ کے چند آنسو بھی بہائے اور کچھ سرکردہ لوگوں کے سامنے یہ بھی کہا، اے حسین ﷺ! واللہ اگر تمہارا معاملہ میرے ہاتھ پڑتا تو میں تم کو قتل نہ

کرتا۔

جب یزید نے یہ فقرہ کہا تو اس وقت اس کے پاس مروان کا بھائی یحییٰ بن حکم جو اس کے بالکل ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس نے دو شعر پڑھے جس کا مطلب تھا یزید یہ تمہاری بناوٹی بات ہے تمہاری اور ابن زیاد کی قرابت اہل بیت یا حضرت امام حسینؓ کی نسبت اس لشکر کوفہ، لشکر یزیدی سے زیادہ تھی جس سے زمین طف (کربلا) میں تم نے اسے قتل کرایا۔ یزید نے یہ سن کر یحییٰ بن حکم کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا خاموش رہو۔

(طبری جلد 2 صفحہ 291)

بہر حال یہ سیاسی اور وقتی بیان بازی تھی کہ مزید بدنامی نہ ہو اور حکومت بھی قائم رہے۔ اگر یزید قتل حسینؓ پر راضی نہ ہوتا، ناخوش ہوتا تو ابن زیاد، ابن سعد اور دیگر قاتلین امام حسینؓ سے ضرور مواخذہ کرتا اور انہیں سزا دیتا۔

قارئین کرام! یہاں بھی آپ نے دیکھ لیا کہ یزید نے اپنے طور پر:

(1) اہل بیت کا حق نہیں پہچانا۔

(2) اپنے طور پر یزید نے دل سے ان کا احترام و اکرام نہیں کیا۔

(3) یزید نے حالات سے مجبور ہو کر انہیں رہا کیا اور مدینہ بھیجا۔

یزید حقیقت میں کیا تھا؟

مندرجہ بالا تمام مواقع پر یزید نے کوئی ایک بھی عمل وہ نہیں کیا جو یہ ظاہر کر سکے کہ یزید قتل حسین سے ناخوش تھا بلکہ ہر موقع پر اس نے وہ قدم اٹھائے، وہ احکام و ہدایات دیئے، وہ طریقے اختیار کیے جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ:

(1) یزید نے اپنے باپ کی وصیت سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حضرت امام حسینؓ ہی اس (یزید) کے لئے سب سے پہلی اور بڑی رکاوٹ ہیں، خلافت کیلئے مستقل خطرہ ہیں۔

(2) یزید امام عالی مقامؓ کو اپنی راہ کا سب سے بڑا کانٹا جانتا تھا۔

(3) یزید نے موقع ملتے ہی بہانے سے اپنی تدبیر کے تحت اس کانٹے کو دور کیا۔

(4) یزید کو سانحہ کربلا کے بعد بھی یہ احساس نہ ہوا کہ وہ کس کو قتل کر چکا ہے اور اس کے

نتائج کیا ہو سکتے ہیں۔

(5) یزید کے دل میں دین اسلام، بانیان دین، صحابہ کرام آل رسول ﷺ کا احترام نام کو بھی نہ تھا۔

(6) یزید نام کا مسلمان تھا باپ کے خوف و عزت کے سبب وہ مجبوراً نماز، روزہ ادا کرتا رہا۔

(7) یزید بلاشک وشبہ اسلام سے باغی، متنفر، دنیا پرست اور مکمل عیش پرست دماغ کا مالک تھا۔

(8) یزید کے لئے حکومت کے معاملات چلانا چلتی کا نام گاڑی تھا ورنہ وہ خود اس کا اہل نہ تھا۔

(9) یزید دور اندیش بھی نہ تھا کہ سانحہ کربلا کے نتائج کے بارے میں سوچتا، اسے شراب وشباب کی مدہوشی نے ایسی باتیں سوچنے کے قابل ہی نہ چھوڑا تھا۔

(10) یزید سیاسی سوجھ بوجھ کا مالک بھی نہ تھا ورنہ وعدے وعید سے امت مسلمہ کو اعتماد میں لینا یا اسے پرسکون رکھنا اس زمانے میں (کیونکہ لوگ زبان کا اعتبار، یقین کرتے تھے) مشکل نہ تھا۔

یزید کو عوام کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر وقتی طور پر ہوش آ گیا اور اس نے اہل بیت کو جلدی رہا کر دیا اور حضرت نعمان بن بشیر ؓ کی نگرانی وحفاظت میں باعزت طریقے سے مدینہ منورہ بھجوا دیا یہ میں نے جو لکھا ہے ناں کہ یزید کو وقتی طور پر ہوش آ گیا وہ بالکل صحیح لکھا ہے کیونکہ اس کے کچھ عرصہ بعد ہی یزید پھر اپنی اصلیت پر آ گیا اور مدینہ منورہ میں خون خرابے، تباہی و بربادی، قتل وغارت گری اور بہت ہی عزت واحترام والی قابل صد عزت و احترام خواتین مدینہ کی عصمت دری کرائی اور پھر مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کا محاصرہ کرایا اس پر گولہ باری کرائی۔

یہ سب واقعات یزید کی اصلیت کو ظاہر کرتے ہیں، وہ قتل حسین ؓ کا براہ راست ذمہ دار ہے۔ وہ اہل بیت کی تذلیل وتحقیر و دیگر اذیتوں ومصائب کا ذمہ دار ہے۔ مدینہ طیبہ

میں قتل وغارت گری، تباہی وبربادی، عصمت دری اور مسجد نبوی کی بے حرمتی کا ذمہ دار ہے اور خانہ کعبہ پر گولہ باری کر کے اسے آگ لگانے اور اس کی بے حرمتی کرنے کا ذمہ دار بھی یزید ہی ہے۔

آئمہ کرام، صالحین، محدثین کی رائے

لیجئے اب آئمہ کرام، صالحین، محدثین کی رائے بھی پڑھیئے کہ وہ یزید کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے فقرے کو دو تین بار پڑھیں کہ اس میں بہت وزن ہے، حقیقت ہے۔

اور بالکل آخر میں یزید کے اپنے بیٹے معاویہ بن یزید کا بیان پڑھئے۔ اس نے یزید کو نااہل، دنیا پرست، عیش پرست، اسلام کی روح سے عاری اور اگلے جہاں میں اس کے مغضوب وجہنمی ہونے کا برملا کہا ہے اور یہ یزید پلید کے کفن پر لگنے والا آخری کیل ہے۔

جنگ حرہ کا سبب یہ تھا کہ جب انصار مدینہ نے یزید کی مے خواری وبدکرداری کے سبب اس کی بیعت توڑ دی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو ایک فوج کثیر کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تین دن تک مدینہ طیبہ اپنی فوج کے لئے حلال کر دینا۔ ان دنوں فوج کے لئے کھلی چھٹی ہے جو چاہیں وہاں کرتے پھریں اس مدت میں کسی کی جان و مال کی امان نہیں چنانچہ امام طبری نے بسند نقل کیا ہے۔

''اس مسلم نے ایک جماعت کو زندہ گرفتار کر کے قتل کرا دیا جس میں حضرت معقل بن سنان، محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ اور یزید بن عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی تھے اور باقی لوگوں سے اس طرح پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں۔''

(طبری)

اور امام طبری نے اپنی معجم میں بطریق محمد بن سعید بن رمانہ، اس بیعت کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''پھر جب اہل مدینہ سے یزید کی جو مخالفت ظاہر ہوئی تھی ظاہر ہوئی تو یزید نے مسلم کو ان کی طرف بھیجا اس نے آ کر تین دن تک مدینہ کو حلال کر دیا (کہ فوج کے لئے اہالیان

مدینہ پر ہر قسم کے ظلم وستم کی کھلی چھٹی تھی) پھر لوگوں کو یزید کی بیعت کے لئے اس طرح پر دعوت دی کہ وہ یزید کے زر خرید غلام ہیں اور اللہ کی اطاعت ہو یا معصیت دونوں صورتوں میں اس کا حکم بجالانا ضروری ہے۔" (طبری)

مجرم نے ذی الحجہ 63ھ میں مدینہ منورہ کو تباہ و برباد کیا۔ یاد رہے کہ یہی مسلم بن عقبہ ہے جس کو تاریخ میں اس کے ظلم وستم کی وجہ سے "مسرف" یا "مجرم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں "حرہ واقم" کے تحت لکھا ہے کہ فتنہ حرہ میں لشکر شام کے ہاتھوں "موالی میں سے ساڑھے تین ہزار، انصار میں سے چودہ سو اور بعض سترہ سو بتاتے ہیں اور قریش میں سے تیرہ سو حضرات تہ تیغ کر دیئے گئے۔ یزیدی لشکر نے مدینہ منورہ میں داخل ہو کر لوگوں کے اموال لوٹے اور ان کی اولاد کو اسیر بنایا۔"

اور (مخدرات) عصمت کی جو عصمت دری ہوئی اس کو بیان کرتے ہوئے قلم بھی شرماتا ہے۔ (معجم البلدان طبری)

مدینۃ الرسول میں قتل و غارت گری، عصمت دری

ان مظلوم خواتین و حضرات میں اکثریت مدینہ کی تھی، یہ انصار و مہاجرین وہ مقدس، قابل صد عزت و احترام ہستیاں تھیں جن کی قربانیوں اور احسان تلے پوری امت مسلمہ ہمیشہ کے لئے دبی ہوئی ہے، یہی مقدس لوگ تھے جو نبی کریم ﷺ کو مکہ سے اپنی حفاظت میں مدینہ لائے۔ جنگ بدر کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے انصار مدینہ کی طرف سے کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ ہم آپ کے دائیں بائیں اور ہر طرف سے لڑیں گے اسلام کا اور آپ ﷺ کا ہر طرح سے تحفظ و دفاع کریں گے اور آپ ﷺ کے حکم پر سب سمندر میں کود جائیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی ان کی عظمت کو یوں دوبالا کیا کہ فتح مکہ و حنین کے وقت انصار مدینہ سے فرمایا: "اوروں کے لئے مال غنیمت اور انصار مدینہ کے لئے اللہ کے رسول، میں تمہارے ہی ساتھ جاؤں گا اور تمہارا ہی حصہ ہوں۔"

آپ ﷺ نے انصار مدینہ ان کی اولاد بچوں، عورتوں اور اولاد کی اولاد کے لئے بھی

خاص عزت واحترام کی تاکید کی ہے اور آپ ﷺ انصار مدینہ کی نصرت، محبت، شجاعت، سخاوت کے سبب اور ان سے اپنی دائمی محبت کے سبب مدینہ طیبہ میں ہی آرام فرما ہیں۔

قارئین کرام! کیا یہ مقدس نفوس اس لائق تھے کہ ان کے گھروں میں گھس کر انہیں قتل کر دیا جائے ان کی پاکدامن و مقدس خواتین کی بے حرمتی کی جائے، عصمت دری کی جائے ؟

یزید پلید نے قتل حسین کے بعد ایک اور گھناؤنا بہت بڑا جرم کر دیا اور اس نے اسی فعل قبیح پر ہی بس نہیں کی بلکہ اس کے بعد خانہ کعبہ کی بے حرمتی کی، اس کے تقدس کو پامال کیا۔ ان انتہا کے تکلیف دہ، بہت ہی برے، اذیت ناک حقائق کی موجودگی میں بھی کچھ نہ سمجھ، اسلام دشمن، تخریب کار لوگ یزید پلید کی کردار سازی میں مصروف ہیں۔ کیا اتنے بڑے بڑے بھیانک جرم کرنے والے مجرم یزید کی، اس کا ان مصدقہ برے واقعات کے کر گزرنے کے بعد بھی، کیا اس کی کردار سازی کے لئے کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

پھر یزید کی ہدایت کے بموجب اس لشکر نے مکہ مکرمہ کا رخ کیا اور وہاں جا کر حرم الٰہی کا محاصرہ کر لیا۔ مجرم (مسلم) کی موت کے بعد حصین بن نمیر سکونی نے منجنیق سے خانہ کعبہ پر گولہ باری کرائی جس سے خانہ کعبہ کے پردے جل گئے چھت میں آگ لگ گئی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدل والے دنبہ کے سینگ بھی جل گئے۔ یہ واقعہ صفر 64ھ کا ہے۔

یزید پر لعنت کے بارے میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ

اور یزید پر لعنت کے بارے میں بھی خود حضرت شاہ صاحب ممدوح کی جو رائے ہے وہ ان کے مشہور شاگرد مولانا سلامت اللہ صاحف کشفی نے ''تحریر الشہادتین'' میں نقل کر دی ہے فرماتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید پلید ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دینے والا اور اس پر راضی اور خوش تھا اور یہی جمہور اہل سنت و جماعت کا پسندیدہ مذہب ہے۔ چنانچہ معتمد علیہ کتابوں میں جیسے کہ مرزا محمد بدخشی کی ''مفتاح النجا'' اور ملک العلماء قاضی شہاب الدین

دولت آبادی کی ''مناقب السادات'' اور ملا سعد الدین تفتازانی کی ''شرح عقائد نسفیہ'' اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ''تکمیل الایمان'' اور ان کے علاوہ دوسری معتبر کتابوں میں مع دلائل وشواہد مذکور ومرقوم ہے اور اسی لئے اس ملعون پر لعنت کے روا ہونے کو قطعی دلائل اور روشن براہین سے ثابت کر چکے ہیں اور راقم الحروف اور ہمارے اساتذہ صوری ومعنوی نے جس مسلک کو اختیار کیا ہے وہ بھی یہی ہے کہ یزید ہی قتل حسین ؓ کا حکم دینے اور اس پر راضی اور خوش تھا اور وہ لعنت ابدی اور وبال وننگ سرمدی کا مستحق ہے۔

(شہادتین صفحہ 96,97)

اور علامہ حبان تحریر فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ یزید کے کفر کے قائل ہیں اور تھے ان کا فرمان کافی ہے، ان کا تقویٰ اور علم اس امر کا متقاضی ہے کہ انہوں نے یہ بات اس لئے کہی ہوگی کہ ان کے نزدیک ایسے امور صریحہ کا یزید سے صادر ہونا ثابت ہوگا جو موجب کفر ہیں۔ اس معاملہ میں ایک جماعت نے ان کو موافقت کی ہے مثلاً ابن جوزی وغیرہ، رہا اس کا فسق تو اس پر اتفاق ہے بعض علماء نے خاص اس کے نام سے لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ (برکات آل رسول صفحہ 155)

اور حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین ؓ کے قتل اور اہل بیت نبوت کی توہین وتذلیل پر یزید کی رضا وخوشنودی تواتر سے ثابت ہے لہٰذا ہم اس کی ذات کے بارے میں توقف نہیں کریں گے (اسے برا بھلا کہیں گے) اس کے ایمان کے بارے میں توقف کریں گے (نہ اسے کافر کہیں گے اور نہ مومن)۔

(شرح عقائد نسفی صفحہ 117)

کسی نے محدث ابن جوزی سے پوچھا کہ یزید کو امام حسین کا شہید کرنے والا کہنا کس طرح صحیح ہے جب کہ وہ کربلا میں شہادت کے واقعہ کے وقت ملک شام میں تھا تو انہوں نے کا ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تیر عراق میں تھا جب کہ تیر مارنے والا ذی سلم میں تھا۔ اے تیر مارنے والے تیر انشانہ کس غضب کا تھا۔

(الشرف المو بد صفحہ 69)

یزید کے بارے میں اس کے بیٹے کی شہادت

(13) یزید کے بارے میں سب سے بڑی شہادت خود اس کے گھر والوں کی موجود ہے، حقیقی بیٹے سے زیادہ باپ کے حالات سے اور کون واقف ہو سکتا ہے اور پھر بیٹا بھی وہ جو نہایت صالح ہو، اب دیکھئے معاویہ بن یزید اپنے باپ کے بارے میں کیا شہادت دیتے ہیں، یزید کے یہ سعادت مند بیٹے جب متولی ہوئے تو انہوں نے بر سر منبر اپنے باپ کے بارے میں جو اظہار خیال کیا وہ یہ ہے:

''میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے نزاع کی، آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہوگئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہو گیا۔ یہ کہہ کر رونے لگے پھر کہنے لگے جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے (اور کیوں نہ ہو جب کہ) اس نے واقع رسول اللہ ﷺ کی عترت کو قتل کیا، شراب کو مباح کیا، بیت اللہ کو برباد کیا اور میں نے خلافت کی حلاوت ہی نہیں چکھی تو اس کی تلخیوں کو کیوں جھیلوں؟ اس لئے اب تم جانو اور تمہارا کام۔ خدا کی قسم اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا حصہ حاصل کر چکے ہیں اور اگر شر ہے تو جو کچھ ابو سفیان کی اولاد نے دنیا سے کما لیا وہ کافی ہے''۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ 134 طبع مصر)

چشم بینا کے لئے تو معاویہ بن یزید کا بیان یا شہادت ہی کافی ہے۔ جس میں اس نے مختصر اً مگر واضح طور پر بتلا دیا ہے کہ یزید کیا تھا اس نے کیا کیا گل کھلائے اور اس کا انجام و عاقبت (آخرت) کیا ہوگی۔

باب 5

ڈاکٹر اسرار احمد کا علامہ اقبال کے بارے میں آدھا سچ

اور

ابوالکلام آزاد اور مودودی کے بارے میں دو جھوٹ

ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کی قومی سیاست مذہب سے جس تیزی سے دور ہوتی جارہی تھی اگر یہ بعد اسی طرح بوھتا رہتا تو بات نہ معلوم کہاں تک جا پہنچتی لیکن اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہوا کہ اس دور میں چند شخصیتیں ایسی بھی ابھریں جنہوں نے اس بعد کو کم کرنے کی کوشش کی......اور اس میں انہیں کسی حد تک کامیابی بھی ہوئی۔

ان شخصیتوں میں سرفہرست علامہ اقبال کا نام ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کی قومی تحریک میں مذہبی جذبے اور رنگ کی آمیزش کی جو کامیاب کوشش کی وہ ظاہر و باہر ہے۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ مذہبی، آدمی ہر گز نہ تھے لہذا ان کی کوششوں سے قومی تحریک میں کم از کم وقتی طور پر مذہبی روح تو ایک حد تک پیدا ہوگئی لیکن مذہبی طبقوں، سے اس کا بعد کسی طرح کم نہ ہوا۔

علامہ کے ساتھ ہی ایک دوسری عظیم شخصیت جس نے ایک بار حکومت الٰہیہ کا نعرہ لگا کرامت مسلمہ کی ''عمر رفتہ'' کو آواز دی اور ''امام الہند'' کا خطاب پایا وہ مولانا ابوالکلام آزاد

مرحوم کی تھی انہوں نے الہلال، اور البلاغ، کی ولولہ انگیز دعوت کے ذریعے ایک بار اسلامیان ہند کے دل میں پھر سے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کردی۔ لیکن وہ بھی جلد ہی جب کہ ابھی ان کی زوردار دعوت کی صدائے بازگشت خود ان کے اپنے کانوں تک بھی نہ پہنچ پائی تھی اس کام سے دست بردار ہو گئے...... تاہم ان کی دعوت سے بھی وقتی طور پر ایک دینی جذبہ ہندوستان کی پوری مسلم قوم میں تازہ ہو گیا۔

امام الہند، کی دعوت کی گھن گرج کچھ کم ہوئی ہی تھی کہ ایک تیسری شخصیت جسے ان ہی کی شخصیت کا معنوی تسلسل قرار دیا جا سکتا ہے انہیں ان کی زندگی ہی میں مرحوم قرار دے کر ان کے ترک کردہ مشن کی تکمیل کے عزائم کے ساتھ سامنے آئی...... یہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی تھے! جو اگرچہ معروف ''مذہبی حلقوں'' سے تو متعلق نہ تھے لیکن ان کی ''مذہبیت'' بہر حال مسلم تھی! انہوں نے ایک طرف ان مذہبی حلقوں، پر شدید تنقید کی جو ہندوستان کی اکثریت کے عزائم سے بے خبر، آزادی کی محبت اور انگریز دشمنی کے جذبے سے مغلوب ہو کر ایسی راہ پر چل پڑے تھے جس کا نتیجہ ہندوستان میں ایک متحدہ قومیت کا قیام اور اس میں مسلمانوں کی قومیت کا کلی انضمام تھا...... اس طرح ان کے قلم نے گویا پہلی بار مسلمانان ہند کے سواد اعظم کے دلی احساسات کی ترجمانی مدلل و مفصل طور پر کی! چنانچہ قوم نے ان کا پر جوش خیر مقدم کیا...... دوسری طرف انہوں نے اپنے مخصوص کلامی انداز میں ہندوستان کے مسلمانوں کو دین کی طرف متوجہ کیا اور مغرب کے ملحدانہ افکار و نظریات کا پر زور ابطال کر کے اسلام کی حقانیت اور خصوصاً اس کے ایک مکمل اور بہترین نظام حیات ہونے کو واضح کیا...... چنانچہ ان کی کوششوں سے ایک بڑی تعداد میں مسلمان نوجوان خصوصاً وہ جو انگریزی تعلیم یافتہ اور اس سے پہلے مغربی تہذیب و تمدن کے دلدادہ تھے دین کی جانب راغب ہوئے۔

(اسلام اور پاکستان از ڈاکٹر اسرار احمد ص 9)

نوٹ: قارئین کرام اگلے صفحات میں مذکورہ بالا سطور کا تجزیہ حاضر خدمت ہے۔ معروف محقق و مصنف سردار محمد چودھری سابقہ آئی جی پنجاب لکھتے ہیں:

علامہ اقبال اور مولانا مودودی کا فکری تضاد؟

لیکن میرے لئے ہمیشہ یہ حیرانی کی بات رہی ہے کہ دونوں شخصیات کا ایک ہی مطمع نظر تھا یعنی احیاء اسلامی۔ مگر دونوں کے طریقہ کار میں ایسا بنیادی فرق ضرور موجود ہے کہ نتائج کے لحاظ سے ان حضرات کی کوششیں بالکل مختلف اثرات مرتب کرتی ہیں۔ علامہ اقبال کا کلام بکھرے ہوئے مسلمانوں کو متحد کر دیتا ہے۔ اور ان کی تحریر میں ایک خاص قسم کا ولولہ پایا جاتا ہے جب کہ مولانا مودودی کے ہاں منطق اور عقلیت پر زور ہے۔ علامہ اقبال کے ہاں بھی عقل پسندی کا عمل دخل ہے مگر وہ عشق پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ خاص طور پر عشق رسول ﷺ نے ان کے کلام کو ایک روحانی رنگ دے دیا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے ہاں عملیت پسندی پر بہت زور ہے جب کہ مولانا مودودی کے ہاں عملیت پسندی بھی موجود ہے البتہ منطق اور دلیل پر زیادہ زور ہے۔ اس طرح کے فکری اختلافات تو معمول کی بات ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ ایک کلام سے وحدانیت اور اتحاد جنم لیتا ہے جب کہ دوسرے کی سوچ کے نتیجہ میں مسلمانوں کے اندر فرقہ واریت جنم لیتی ہے۔ میں نے اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لئے بہت صاحبان فکر سے کئی دفعہ بات کی مگر مجھے خاطر خواہ جواب نہ مل سکا۔

علامہ اقبال اور مولانا مودودی دونوں ہی مغرب کے فلسفہ سے متاثر تھے اور دونوں کے ہاں یہ قدر مشترک پائی جاتی ہے کہ جہاں اقبال نے لینن سے متاثر ہو کر معروف نظم لکھی کہ ''اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو'' تو مولانا مودودی نے بھی اسلام میں مساوات اور اخوت کی تصویر کو اپنی تحریروں کے ذریعے خوب ابھارنے کی کوشش کی ہے۔''

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کے مشترک ورثہ کے باوجود یہ دونوں حضرات عامتہ الناس کی سوچ پر مختلف رنگ کیوں جماتے ہیں۔ آخر کار میری یہ گتھی میرے ایک مرحوم دوست چودھری مظفر حسین نے نہایت آسانی سے سلجھا دی۔ (چودھری مظفر حسین مرحوم نے اپنی ساری عمر جماعت اسلامی میں گزاری وہ بچپن ہی میں علامہ اقبال کی شاعری سے متاثر ہوئے تو جوانی اور بڑھاپا مولانا مودودی کی پیروکاری میں گزر گیا۔) چودھری صاحب

مرحوم اس نکتہ کو بہت ہی سادہ اور عمدہ طریقے سے یوں بیان کرتے ہیں کہ مولانا مودودی کے طریقہ کار میں یہ نقص تھا کہ وہ اپنے خیالات کی ترویج کے لئے جو طریقہ کار اپنے سامنے رکھتے تھے وہ مارکسزم کا تھا جب کہ ان کے پیغام کا مغز اسلام تھا۔ اس طرح فکری تصادم کی صورت بنی۔ فرماتے ہیں میں نے خود مولانا مودودی سے سوال کیا کہ تبلیغ کرتے ہوئے آپ کے سامنے کون سا ماڈل ہوتا ہے تو مولانا نے فرمایا کہ ''میرے سامنے صرف ایک ہی ماڈل ہے اور وہ ہے آپ حضور ﷺ کا نمونہ'' بقول چودھری مظفر حسین انہوں نے مولانا مودودی سے کہا کہ '' آپ حضور ﷺ کے مخاطب اس وقت کے مشرک تھے کیا آپ پاکستان میں بسنے والوں کو اسی قسم کے مشرکین سمجھتے ہیں؟'' اس پر مولانا مودودی نے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔ ہم کسی کلمہ گو کو مشرک کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ میں تو صالحین کی ایسی جماعت تیار کرنا چاہتا ہوں جو عامۃ المسلمین کی امامت کے اہل ہوں اس پر چودھری مظفر حسین نے یہ نتیجہ نکالا کہ علامہ اقبال اور مولانا مودودی کے طریقہ کار کا یہی وہ فرق تھا جس کی وجہ سے علامہ اقبال کی فکر نے وحدت ملی پیدا کی اور مولانا مودودی کے اسلامی پیغام کے باوجود کمیونسٹ طریقے نے نفاق ملی کو جنم دیا۔ مجھے چودھری مظفر حسین مرحوم کے استدلال سے کافی حد تک اتفاق ہے اور انہوں نے میری بہت پرانی الجھن نہایت آسانی سے دور کردی ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت 6 جون 2004)

یزید کے وکیل ابوالکلام آزاد کا تعارف

ابوالکلام آزاد اور مرزا قادیانی کا جنازہ

عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی کے مرید خاص اور ابوالکلام آزاد کے صحافتی جانشین شورش کاشمیری فرماتے ہیں۔

''بہر حال مولانا ابوالکلام مرزا صاحب کے دعوے مسیحیت موعود سے تو کوئی سروکار نہ رکھتے تھے لیکن ان کی غیرتِ اسلامی اور حمیتِ دینی کے قدردان ضرور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا امرتسر کے اخبار ''وکیل'' کی ادارت پر مامور تھے اور مرزا صاحب کا انتقال انہی دنوں ہوا تو مولانا نے مرزا صاحب کی خدمات اسلامی پر ایک شاندار شذرہ لکھا امرتسر سے لاہور آئے اور یہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک گئے۔

(یارانِ کہن از عبدالمجید سالک ص 42 مطبوعات چٹان لاہور)

آزاد دارالعلوم دیوبند کے عالم وفاضل ہیں

ابوالکلام آزاد کی یہ تربیت دارالعلوم دیوبند نے کی۔ شورش کشمیری فرماتے ہیں۔

''مولانا لاہور میں زیادہ تر ہندوؤں اور سکھوں سے تعلقات رکھتے تھے مسلمانوں سے چنداں واسطہ نہ تھا اور دیوبند کے عالم ہونے کے باوجود غیر شرعی داڑھی اور آزادانہ رویہ ؟

کل جو تھا آزاد مسلمان آج غلام الہندو ہے
گلہ رسوائی اسلام کا احرار سے ہے

(ظفر علی خان) (ایضاً ص 209)

انجمن خدام الدین سے تعلق

مزید فرماتے ہیں

انجمن خدام الدین کے اجلاس پر یہ بزرگ تشریف لائے۔ انور شاہ کشمیری، شبیر احمد عثمانی اور انور شاہ نے فرمایا ہمارے دار العلوم دیوبند کا عالم اور یہ حلیہ؟ تم نے پڑھ لکھ کر کھو دیا تھوڑی دیر بعد آزاد اٹھ کر چلے گئے۔ (ایضا 209)

اب تو اتنا کچھ لکھا اور چھپ چکا ہے یہ بات سب کو معلوم ہو چکی ہے کہ ابوالکلام آزاد کانگرس کے تنخواہ دار (Pay roll) ملازم تھے۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ آزاد کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔

He is a show boy

اب ایسا شخص امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں یزید کی وکالت کرے اور ڈاکٹر اسرار احمد اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے یزید کو جنتی و مغفور کہے تو اقبال یہی کہے گا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے یہ وہ تحریک ہے جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔

(اقبال کے حضور از سید نذیر نیازی ص 241)

گلہ وفا جفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
جو بت کدے میں کروں بیاں تو کہے صنم بھی ہری ہری

ڈاکٹر اسرار احمد شغل بیعت بھی فرماتے ہیں اور اپنے آپ کو دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن کا جانشین قرار دیتے ہیں وہی محمود الحسن جو رشید احمد گنگوہی کا غالی مرید ہے۔

محمود الحسن دیوبندی......ڈاکٹر اسرار احمد کے مرشد

اپنے مرشد رشید احمد گنگوہی کے بارے فرماتے ہیں:

عقیدہ نمبر 1

محمود الحسن کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مربی خلائق ہیں۔ جو رب العالمین کے ہم معنی ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

خدا ان کا مربیّ وہ مربیّ تھے خلائق کے
مرے مولی مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

(مرثیہ رشید احمد مصنفہ مولوی محمود حسن: ص33)

وضاحت

مذکورہ شعر میں مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی رشید احمد صاحب کو ''مربی خلائق لکھا ہے جو رب العالمین کے ہم معنی ہے۔ (سارے جہان کا پالنہار) شاید ضرورت شعری کی وجہ سے رب العالمین نہیں لکھا۔

عقیدہ نمبر 2

اہل دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مسیحا ہیں۔ یعنی مردے کو جلاتے ہیں۔ صرف جلاتے ہی نہیں بلکہ زندوں کو مرنے نہیں دیتے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

(مرثیہ رشید احمد ص 33)

وضاحت

دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب کی مسیحائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت آگے نکل چکی ہے کیونکہ جو کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت پیغمبر نہ کر سکے اس کام کو رشید احمد صاحب نے کر کے دکھا دیا۔ مردے جلانے میں رشید احمد صاحب بزعم مرثیہ نگار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برابر ہی تھے۔ مگر زندوں کو موت سے بچانے میں سبقت لے گئے لیکن مجھے حیرت ہے اس بات پر کہ آنجناب خود موت کے چنگل میں پھنس گئے اور مر بھی گئے۔

عقیدہ نمبر 3

علماء دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی کو بانی اسلام (خدا) کا ثانی جانتے اور مانتے ہیں۔

حوالہ ملاحظہ کیجئے:

زبان پر اہل اہوا ئی ہے کیوں اعل وہبل شاید
اٹھا عالم سے، کوئی بانی اسلام کا ثانی!

(مرثیہ: رشید احمد ص 6)

وضاحت

مذکورہ شعر میں مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی رشید احمد صاحب کو بانی اسلام کا ثانی لکھا ہے۔ اشرف علی تھانوی نے اپنے وعظ ذکر الرسول مطبع کانپور کے صفحہ 22 پر لکھا ہے کہ ''بانی اسلام خدائے تعالیٰ ہے'' مذکورہ شعر میں بانی اسلام کا ثانی لکھ کر مرثیہ نگار نے بھی عوام کو یہ ذہن اور تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مولوی رشید احمد خدا کا ثانی ہے۔ یعنی دوسرا خدا ہے۔ (معاذ اللہ)

عقیدہ نمبر 4

علماء دیوبند کے نزدیک گنگوہ کی خانقاہ کا مرتبہ اتنا عظیم ہے کہ وہ کعبہ شریف سے بھی بڑھ کر ہے۔ جبھی تو عرفائے دیوبند نے کعبہ شریف پہنچ کر گنگوہ کا راستہ ڈھونڈا۔ حوالہ ملاحظہ کریں:

پھرے تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی

(مرثیہ رشید احمد ص13)

وضاحت

خانہ کعبہ وہ عظیم بابرکت جگہ ہے جہاں پر ایک رکعت نماز کا ثواب ایک لاکھ رکعت کے برابر ہے۔ ایسی بابرکت جگہ پہنچ کر بھی اہل دیوبند کو تسکین نہیں ہوئی۔ بلکہ اپنی اندھی عقیدت کے مطابق گنگوہ جو کعبہ سے بھی بہتر اور افضل ان کی نگاہ میں ہے اس کا راستہ دوسروں سے معلوم کرتے رہے اور گنگوہ پہنچنے کی دھن میں حج کے سارے احکام کو پس پشت ڈال کر گنگوہ، گنگوہ کی رٹ لگاتے رہے۔

عقیدہ نمبر 5

علماء دیوبند کے نزدیک روحانی اور جسمانی سب حاجتوں کا قبلہ مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں۔ ساری حاجتیں انہیں سے طلب کرنا چاہئے ان کے سوا کوئی دوسرا حاجت روا نہیں۔ حوالہ ملاحظہ کریں:

حوائج دین و دنیا کے فقط اللہ سے لیں گے
وہی ہے قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

(مرثیہ: رشید احمد ص10)

وضاحت

مولوی رشید احمد صاحب نے غیر اللہ سے مدد مانگنے کو شرک بتایا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ 6 پر ہے "غیر اللہ سے مدد مانگنا اگرچہ ولی ہو یا نبی شرک ہے۔" اس کے

برخلاف مولوی محمود حسن صاحب دونوں جہان کی حاجتیں انہیں (مولوی رشید احمد) سے مانگ رہے ہیں۔ قبلہ حاجات انہیں کو کہہ رہے ہیں۔ لہٰذا فتاویٰ رشیدیہ کے حکم سے مولوی محمود حسن صاحب مشرک ہوئے اور اگر مولوی محمود حسن صاحب کو موحد کہا جائے تو مولوی رشید احمد صاحب کو ضرور خدا کہنا پڑے گا۔ فیصلہ علمائے دیوبند خود کریں۔

عقیدہ نمبر 6

علماء دیوبند کے نزدیک امتی کو رحمۃ اللعالمین کہہ سکتے ہیں۔ اس مقولے کے بموجب مولوی رشید احمد صاحب رحمۃ اللعالمین ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کریں:

رحمۃ اللعالمین" صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے۔ بلکہ دیگر اولیائے کرام اور علماء ربانین (علماء دیوبند) بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ 12)

وضاحت

علماء دیوبند کے نزدیک چونکہ مولوی رشید احمد صاحب عالم ربانی ہیں اور انہیں کا حکم بھی ہے کہ عالم ربانی کو رحمۃ اللعالمین کہنا درست ہے لہٰذا مذکورہ حکم کے مطابق اہل دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب رحمۃ اللعالمین ہیں حالانکہ قرآن مجید میں صرف رسول پاک صاحب لولاک کو رحمۃ اللعالمین کہا گیا ہے اور یہ صفت خاص ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے۔

عقیدہ نمبر 7

علماء دیوبند کے نزدیک مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے۔ حوالہ ملاحظہ کریں:

"واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پیر دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے"۔

(تذکرۃ الرشید حصہ اول ص 113)

وضاحت

مذکورہ عقیدے میں شک وشبہات کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ کیوں کہ لفظ واللہ العظیم جوقسم کے لئے مستعمل ہے اس سے مذکورہ جملے کے شک وشبہات کویکسر ختم کردیا گیا ہے۔ اب کسی..... کا کوئی کھٹکا نہیں۔ اگر کھٹکا ہو بھی تو مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر دھو کر پی لے آخرت میں نجات مل جائے گی۔

عقیدہ نمبر 8

علماء دیوبند کے نزدیک امتی اعمال میں نبی سے بڑھ جاتے ہیں حوالہ ملاحظہ کریں۔

''انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔''

(تحذیر الناس مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی ص 5)

وضاحت

تھانوی صاحب نے حضور سرکار دو عالم ﷺ کے علم کو عام انسان کے علم سے گھٹایا نانوتوی صاحب نے حضور کے عمل کو امتی سے گھٹایا۔ لہٰذا دونوں فضیلتیں ختم ہو گئیں۔ اگر علم و عمل میں فضیلت ہے تو صرف علماء دیوبند کو حاصل ہے۔

عقیدہ نمبر 9

دیوبندی مذہب میں مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کا گھر میں رکھنا۔ پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہے۔ حوالہ ملاحظہ کریں۔

''اس کا (تقویۃ الایمان) رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام اور موجب اجر کا ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص 50)

وضاحت

جب تقویۃ الایمان کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے تو ضروری ہے کہ جس شخص نے تقویۃ الایمان نہ پڑھی اور جس نے اپنے پاس نہ رکھی وہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ جب کہ قرآن پاک کا پڑھنا اور رکھنا عین اسلام نہیں ہے۔ یعنی اگر کسی محروم القسمت نے قرآن پاک نہیں پڑھا یا اپنے گھر میں نہیں رکھ سکا۔ پھر بھی وہ داخل اسلام ہی رہے گا۔ لیکن فتاویٰ رشیدیہ کی روشنی میں وہ شخص اسلام سے خارج ہے کہ جس کے پاس تقویۃ الایمان نہیں ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی نکلا۔

تنبیہ: یاد رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتے ہیں اور اللہ کے حکم سے مردے جلاتے ہیں۔

اب مذکورہ آیتوں پر دیوبندیوں کے شہید اور علم بردار توحید مولوی اسمٰعیل دہلوی کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے۔

"روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کر دینا، حاجتیں برلانی، بلا ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے۔ اور کسی انبیاء، واولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اس سے مرادیں مانگے مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے پھر خواہ یوں سمجھے کے ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قدرت بخشی ہے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (انتہی ملخصا)

(تقویۃ الایمان ص 11 مطبع صدیقی دہلی)

مرثیہ گنگوہی کے بارے میں علمائے دیوبند کے فتاوے

جناب حکیم اللہ بخش انصاری اسد نظامی لکھتے ہیں:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

دیوبندی حضرات کی یہ زیادتی ہے کہ وہ دوسروں کے خلاف تو شرک و بدعت کا لٹھ لیے پھرتے ہیں لیکن انہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا اگر کوئی ان کی غلطیوں کی نشاندہی بھی کرے تو وہ اپنی کبھی غلطی تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے اور الٹا اپنے مخلص ناصح کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

لطف بالائے لطف یہ ہے کہ جس غلطی و بے ادبی کو دیدہ دانستہ کبھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے اگر وہی چیز ان کی کتابوں اور پیشواؤں کے نام واظہار کے بغیر ان کے مفتیوں سے دریافت کی جائے تو پھر کوئی تحریر مخالف تصور کر کے جھٹ فتوے رسید کرتے ہیں۔ ایسا تماشا اگرچہ ان کے ہاں بارہا ہو چکا ہے مگر ہم ان کے ایک تازہ تماشا سے آپ کو روشناس کرانا چاہتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔

دیوبندی مکتبہ فکر کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی کے فوت ہو جانے کے بعد دیوبند کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے ان کا مرثیہ لکھا جو بارہا شائع ہو چکا ہے اس مرثیہ میں مولوی محمود الحسن نے ایک طرف تو جی بھر کر شان رسالت و مقام نبوت کی توہین و تنقیص کی اور دوسری طرف مولوی رشید احمد گنگوہی کی منقبت میں ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں جسے دیوبندی حضرات شرک و بدعت اور حرام و ناجائز وغیرہ گردانتے ہیں۔

چنانچہ مرثیہ گنگوہی کے بعض اشعار کے متعلق جب دیوبندی مفتیوں سے بغیر اظہار

نام کے استفسار کیا گیا تو انہوں نے اشعار پر سخت گرفت کی حالانکہ اگر رشید و محمود کا نام لے کر ان سے دریافت کیا جاتا تو ان کا قلم کبھی حرکت میں نہ آتا اور اب بھی ہم کہے دیتے ہیں کہ دیوبندی مفتیوں کے فتوے کے باوجود اب بھی دیوبندی اپنے اکابر کی غلطی و بے ادبی کبھی تسلیم نہیں کریں گے اور ناواقفیت میں جن مفتیوں نے فتویٰ لکھ دیا ہے وہ بھی کبھی اس غلطی کو غلطی ماننے کے لیے آمادہ نہیں ہوں گے۔

امام حسینؓ کا مرثیہ جلادینا چاہیئے

قبل اس کے کہ ہم مرثیہ دیوبند کے متعلق علماء دیوبند کے فتاویٰ کا انکشاف کریں ہم پہلی منزل میں خود مرثیہ کے متعلق دیوبندی تضاد بیان کرنا چاہتے ہیں۔ مرثیہ کے متعلق خود مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ہے۔ نمبر 1 مرثیہ خواں فاسق ہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صفحہ 39)

نمبر 2 شہیدان کربلا کا مرثیہ جلادینا یا زمین میں دفن کرنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 276 مطبوعہ کراچی)

رسالہ حارق الاشرار جو کہ تقوتیہ الایمان کے ساتھ کتب خانہ فاروقی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان سے شائع ہو چکا ہے اس کے صفحہ نمبر 12 پر لکھا ہے کہ مرثیہ کہنا مجوسیوں کا شعار ہے۔

یہ ہے دیوبندی تحقیق و دیانت کہ دوسروں کے لیے شہیدان کربلا رضی اللہ عنہم کا مرثیہ بھی جلا دینا یا دفن کرنا ضروری اور مجوسیوں کا شعار اور اپنے مولانا اس دنیا سے رخصت ہوں تو ان کے مرثیہ کی باقاعدہ تصنیف و اشاعت سب روا۔

اب آیئے مرثیہ گنگوہی کے متعلق علمائے دیوبند کے فتاویٰ کی طرف مرثیہ گنگوہی کے ایک شعر میں مولوی محمود الحسن نے رشید احمد گنگوہی کے متعلق لکھا ہے:

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

(مرثیہ گنگوہی نمبر 7 مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

اس شعر میں رشید احمد گنگوہی کو روحانی وجسمانی حاجت روا قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ

جب اس شعر کے متعلق مفتیان دیو بند سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے حسب ذیل جواب دیا۔

جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی جمیل احمد تھانوی لکھتے ہیں:

قبلہ حاجات روحانی وجسمانی کے یہ معنی ہوں کہ وہ خود بخود بلا حق تعالیٰ کی منظوری و اجازت کے حاجات پوری کرنے والے ہیں تو یہ شرک ہے کفر ہے اس سے توبہ فرض ہے اور اگر یہ معنی ہوں کہ وہ دعا کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ سب حوائج پوری کر دیں گے یہ درجہ حاصل ہے تو حضور ﷺ کے یہاں ثابت اوروں کے یہاں نہیں۔ شعر یوں پڑھیے۔

حوائج دین و دنیا کے فقط اللہ سے لیں گے

وہی ہے قبلہ حاجات روحانی وجسمانی

فقط جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور 11 شوا 1393ھ

مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی

کے مفتی عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں:

حاجت روا خواہ حاجات دنیوی ہوں یا اخروی ہوں صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی نہیں ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو حقیقتاً حاجت روا سمجھے وہ بحکم قرآن حکیم مشرک ہے چنانچہ ارشاد ہے:

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادًا یحبّونھم کحب اللہ الیٰ اخر الایات ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی 8 شعبان 1393ھ

مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی (بہاولنگر)

کے مفتی عبداللطیف صاحب لکھتے ہیں:

کہ اس قسم کے موہم شرک اشعار سے احتراز کرنا چاہیے تاکہ عوام الناس کے عقائد

خراب نہ ہوں لیکن چونکہ اس میں ایسی توجیہات ہو سکتی ہیں جو کفریہ نہیں ہیں اس واسطے اس کے پڑھنے یا نظم کرنے والے پر فتویٰ کفر نہیں لگایا جا سکتا۔ عبداللطیف مفتی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی 23 شوال 1393ھ

مدرسہ نعمانیہ پشاور

کے مفتی روح اللہ لکھتے ہیں کہ اگر شاعر کا یہی عقیدہ ہو کہ بالذات روحانی وجسمانی حاجات پورا کرنے والا ہے اعاذنا اللہ تو شرک کا خوف ہے اور اگر مجازاً بھی کہے تو بھی احتیاط کے خلاف ہے وہ الفاظ جو موہمات شرک ہوتے ہیں اس سے اجتناب ضروری ہے ہمارے علمائے دیوبند لفظ قبلہ بھی محاسن خطاب سے نہیں ٹھہراتے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

روح اللہ دارالعلوم نعمانیہ اتمان زئی تحصیل چارسدہ پشاور 12/11/1393ھ

مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کے مفتی محمد انور لکھتے ہیں:

اس قسم کی مبالغہ آمیزی کرنا جو بظاہر حدودِ شرعیہ سے تجاوز ہے درست نہیں بدلیل لاتطروني في الحديث تاویل ایسے کلمات کا مطلب اگرچہ درست بیان کیا جا سکتا ہے لیکن عام محفلوں میں اس قسم کے اشعار کہنا درست نہیں احتراز لازم ہے۔

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان 15 ذیقعدہ 1393ھ، الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، 16 ذیقعدہ 1393ھ

مرثیہ گنگوہی کے ایک شعر کے جواب میں چھ دیوبندی مفتیوں کا فتویٰ قارئین کے پیش نظر ہے جن کے مطابق مرثیہ گنگوہی کا مذکورہ شعر تبدیلی کا مستحق ہے شرک ہے کفر ہے موہم شرک ہے اور عوام الناس کے عقائد کی خرابی کا ذریعہ ہے حدود شرعیہ سے متجاوز ہے اور پڑھنے کے قابل نہیں۔ مفتیان دیوبند کے بقول یہ شعر کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔ مفتی جمیل احمد تھانوی نے شعر میں عملاً ترمیم کر کے صاف لکھ دیا ہے کہ فقط اللہ ہی قبلہ حاجات روحانی وجسمانی ہے مگر اس کے باوجود یہ شعر ابھی تک مرثیہ گنگوہی میں چھپ رہا ہے۔

زباں پر اہل اھوا کی ہے کیوں اعل ھبل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

(مرثیہ گنگوہی صفحہ 4 مصنف مولانا محمود الحسن دیوبندی)

اس شعر میں مولوی رشید احمد گنگوہی کو بانی اسلام کا ثانی کہا گیا ہے بانی اسلام سے مراد اللہ تعالیٰ ہوگا یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لہٰذا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کے ثانی ہوئے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ظاہر ہے کہ یہ گنتی اور شمار کا موقع نہیں اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ مولوی محمود الحسن صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوہی کو اللہ تعالیٰ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل قرار دے کر خدا اور رسول کی شان میں توہین کی جب دیوبندی مکتبہ فکر کے مفتی صاحبان سے اس شعر کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے حسب ذیل جواب دیا۔

دار العلوم حنفیہ عثمانیہ راولپنڈی

کے مفتی محمد امین صاحب لکھتے ہیں:

شعراء کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "والشعراء یتبعھم الغاؤن" الآیۃ شعراء اس قسم کی بے تکی باتیں کرتے ہیں جس سے مراتب کا لحاظ کھو بیٹھتے ہیں۔ بانی اسلام صرف حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں (کسی اور کے متعلق اس قسم کی بات کہنا سراسر شریعت کے خلاف ہے) احقر قاری محمد امین عفا اللہ عنہ، مدرس دار العلوم حنفیہ عثمانیہ محلّہ ورکشاپی راولپنڈی یکم ذیقعدہ 1393ھ

دار العلوم اسلامیہ سوات

کے مفتی محمد ادریس لکھتے ہیں کہ:

اس شعر سے صاحب مزار کو صفات نبوی ثابت کرنا ہو حتیٰ کہ صفت رسالت بھی تو یہ قول کفر ہے کیونکہ قرآن میں خاتم النبیین آپ کی صفت موجود ہے۔ پس دوسرے نبی کا دعویٰ کرنا نص قطعی سے مخالف ہے۔ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول

اللہ و خاتم النبیین" اور اگر مراد جمیع صفات کمالیہ محمدیہ میں سوائے نبوت کے ہے تو یہ قول فسق اور مخالف اہل سنت والجماعت ہے اور اگر مماثلت صورت ظاہری میں یا اور ایک صفت خاصہ غیر النبوۃ ولوازمہا سے ہے تو یہ امر شرعاً مستبعد نہیں مگر یہ امر محتاج اثبات طلب ہے بغیر تنقیح کے یہ دعویٰ بھی جائز نہیں ہاں صورت ثانی وثالث میں اگر مقام مدح ہو تو کوئی حرج نہیں مگر خلاف اولی ہے بے ادبی ہے۔ فسق و فجور کی وجہ سے۔ الجواب صحیح محمد ادریس صدر دار العلوم اسلامیہ چار باغ

الجواب صحیح محمد عمر خان غفرلہٗ مدرسہ اسلامیہ چار باغ سوات 73-12-6 ہذا الجواب صحیح خونہ گل نائب صدر

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسفِ ثانی

(مرثیہ گنگوہی صفحہ 8)

اس شعر کے متعلق علمائے دیوبند کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کراچی

کے مفتی محمد اسماعیل صاحب لکھتے ہیں کہ:

اس قسم کے اشعار کو شریعت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے اور اس قسم کے اشعار کی وجہ سے ہی شریعت نے شعراء کو گمراہ لکھا ہے کہ وہ خیالات کی وادیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ دیکھیے سورہ شعراء کا آخری رکوع پارہ 19، شریعت کی نظر میں وہی درست ہے جس سے دین کی خدمت ہو اور موافقت ہو اور باقی جو واہی تباہی اشعار ہیں ان کی شریعت میں سخت مذمت ہے۔ یہ شعر بھی انہیں اشعار میں شامل کر لیں جو شریعت کو ناپسند ہیں۔

واللہ علم بالصواب محمد اسماعیل غفرلہٗ مدرسہ عربیہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ کراچی پاکستان 14 ذیقعدہ 93ھ۔

ناظرین ہی انصاف فرمائیں کہ بقول حضرات دیوبند ہم سنیوں نے انہیں بدنام کیا یا

کہ خود ان کے آوارگی قلم نے انہیں تباہ کیا۔ کہنے والے نے کتنے پتے کی بات کہی ہے۔

آپ کہتے ہیں کیا ہم کو غیروں نے تباہ
بندہ پرور یہ کہیں اپنوں کا ہی کام نہ ہو

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولا مرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی
(مرثیہ گنگوہی صفحہ 8)

مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی

کے مفتی عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں کہ:

یہاں اس بزرگ پر مربی کا اطلاق بمعنی تعلیم ظاہر یا باطن ہر دو کے ہے فلہذا بصورت مراد اس کے کوئی خاص بڑی حرج نہیں ہے البتہ ایہام کے مکروہ تنزیہہ کے درجہ میں ہے۔ برملا عوام میں ایسے موہم الفاظ سے احتراز مناسب ہوتا ہے اور اگر عقیدہ فاسد ہو اور غلطی معنی میں اس کو استعمال کیا جائے تو جائز نہ ہوگا۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی 26 جمادی الثانی 194ھ

جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا
میرے قبلہ میرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی
(مرثیہ گنگوہی صفحہ 8)

دارالعلوم سرحد پشاور

کے مفتی عبداللطیف صاحب لکھتے ہیں کہ:

از روئے شریعت جائز نہیں کیونکہ جو تاویل ممکن ہے وہ مراد شاعر نہیں اور جو مراد شاعر ہے وہ جائز نہیں، زیادہ سے زیادہ جو تاویل ممکن ہو سکتا ہے وہ، وہ ہے جو کہ شرح عقائد صفحہ 65 پر لکھا ہے ''وتحقیقہ ان صرف العبد قدرتہ وارادتہ الی الفعل کسب وایجاد اللہ تعالیٰ عقیب ذلک خلق'' یعنی کسب عبد مقدم ہے ایجاد رب پر یا ایجاد رب بعد کسب عبد ہے لیکن یہ معنی مراد

شاعر نہیں کیونکہ اس معنی کے لحاظ سے صاحب قبر کی عظمت ثابت نہیں ہوتی یہ معاملہ تو ہر عبد کے ساتھ ہے شاعر کا مطلب صاحب قبر کی عظمت ہے۔ جیسا نصف آخیر (مرے قبلہ مرے کعبہ الخ) اس دال ہے تو عظمت تو یہ ہے کہ العیاذ باللہ حضرت حق تابع ہے اور صاحب قبر متبوع اعاذنا اللہ منہ اور اللہ بچائے۔ آخر صاحب قبر پیغمبر تو نہیں کہ معصوم ہو آخر کبھی تو کوئی گناہ کر لیا ہوگا تو گناہ کی صورت میں یہ کیسا صحیح ہوگا۔ جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا

اور قطع نظر معیار شرع سے ویسا بھی یہ کلام ردی اور ساقط الاعتبار ہے کیونکہ آخر الکلام معارض ہے اول کلام سے، نصف اول سے معلوم ہوتا ہے کہ العیاذ باللہ صاحب قبر متبوع ہے اور حق تابع اور نصف اخیر سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قبر تابع حق ہے کیونکہ کہتا ہے۔

میرے قبلہ میرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی

کہا جاتا ہے رجل حقانی یا رجل ربانی یعنی تابع حق یا تابع رب، خلاصہ یہ ہے کہ شعر مذکورہ کا کہنا از روئے شرع ممنوع ہے اس سے تائب ہونا چاہیے۔ فقط

مفتی دار العلوم عبداللطیف عفا اللہ عنہ 23 ذوالقعدہ 1393ھ محمد ایوب بنوری غفرلہ۔

ہمارا جہاں تک خیال ہے کہ مولوی محمود الحسن صاحب مدرس دار العلوم دیوبند اس شعر کے متعلق توبہ کیے بغیر ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے کیونکہ ابھی تک توبہ نامہ شائع نہیں ہوا اور نہ ہی اس شعر کو مرثیہ سے نکالا گیا ہے

کچھ نہ صیاد کا شکوہ نہ گل چیں کا گلہ
اپنے ہاتھوں سے جلایا ہے نشیمن اپنا
چھپائے جامۂ فانوس کیوں کر شمع روشن کو
تھی اس نور مجسم کے کفن میں وہی عریانی

(مرثیہ گنگوہی صفحہ 11)

مدرسہ احیاء العلوم مظفر گڑھ

کے مفتی محمد حسن صاحب اس شعر کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

یہ شعرا کا تخیل ہوتا ہے درست یا نہ درست کی پرواہ نہیں کرتے "والشعراء یتبعھم الغاون" اگر شاعر کا خیال عریانی سے ننگا پن ہے کہ باوجود کفن کے بھی وہ ننگا ہے تو یہ بھی ولی کی توہین ہے حالانکہ کفن ستر کے لیے شریعت نے مقرر کیا ہے اگر اس کا تخیل یہ ہے کہ صاحب قبر ایسے نور مجسم تھے کہ باوجود کفن کے بھی اس میں عریانی تھی تب بھی توہین ہے اگر سرے سے صاحب قبر کو بنی نوع انسان سے نکال کر کوئی اور مخلوق میں شامل کرتا ہے مثلاً ملک جن وغیرہ تو یہ بھی سراسر جھوٹ ہے اور یہ بھی ولی کی توہین ہے کیونکہ ساری مخلوق سے انسان برتر ہے "ولقد کرمنا بنی آدم" یہ تو انسان بھی نہیں مانتا۔ بہر حال جو تخیل بھی لیا جائے بندہ کی سمجھ تو صاحب قبر کی توہین ہے اور بے ادبی ہے باقی یہاں نور سے مراد نور ولایت لیا جائے تو پھر عریانی کا مطلب نہیں بنتا یا کہ نور سے مراد دل منور لیا جائے تو پھر شاعر کا یہ تخیل نہیں ہے کہ کیونکہ وہ ممدوح کی مدح میں نورِ مجسم کا لفظ استعمال اس کا جسم مراد لیا ہے کہ جسم اس کا نور ہے بہر حال شرع شریف میں ایسا شعر جو کہ اصل کے خلاف ہو کہنا گناہ ہے اور بے ادبی ہے۔ کتبہٗ محمد حسن غفرلہ مدرس عربیہ احیاء العلوم عید گاہ مظفر گڑھ، مفتی سعید احمد بخاری 14 ذیقعدہ 1393ھ

مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

کے مفتی محمد عیسیٰ صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ محمود آلوسی نے سورہ نساء کی آیت "لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم" کی تفسیر کرتے ہوئے روح المعانی میں لکھا ہے کہ شیخ ولی الدینؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بشر ہونے کا عقیدہ اور آپ کے عربی ہونے کا علم ایمان کے لیے شرط ہے۔ اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین مانتا ہوں لیکن میں یہ نہیں مانتا کہ آپ بشر ہیں یا فرشتے عربی ہیں تو ایسے شخص کے کفر میں شک نہیں اس نے قرآن کو جھٹلایا اور اجتماعی قطعی عقیدہ کا انکار کیا اس میں کسی کا اختلاف نہیں اگر ایک غبی ان پڑھ اس بات کو نہیں جانتا ہو تو اس کو سمجھانا واجب ہے اگر اس کے بعد بھی نہ

مانے تو پھر اس پر کفر کا حکم صادر کریں گے۔ اس شعر میں اگر بشریت کا انکار ہے جیسے کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے تو آپ کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے اور بشریت کے انکار سے کفر صریح لازم آتا ہے۔

اور اگر صفاتِ نورانی مراد ہیں تو بھی شبہ کفر کی وجہ سے ایسا شعر کہنا حرام ہے*۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد عیسیٰ عفی عنہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ 24 ذیقعدہ 1393ھ

شہید و صالح و صدیق ہیں حضرت باذن اللہ
حیات شیخ کا منکر ہو جو ہے اس کی نادانی

(مرثیہ گنگوہی صفحہ 11)

مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی

کے مفتی محمد عبدالرشید صاحب اس شعر کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ الفاظ مذکورہ ظاہرا اپنے لحاظ سے قابل اعتراض ہیں کیونکہ الفاظ مذکورہ میں سے زیادہ الفاظ بدون تاویل صادق نہیں ہیں اور ایہام خلاف مقصود کا ان میں موجود ہے نیز اطراء فی المدح ہے۔ فلہذا یہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی 23 ذیقعدہ 1393ھ

وفاتِ سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت
تھی ہستی گر نظیر ہستی محبوب سبحانی

مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی

کے مفتی ولی حسن صاحب لکھتے ہیں کہ:

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کسی بھی شخص کی وفات کے مشابہ نہیں ہو سکتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کن یصابرا بمثلی"، یعنی امت کو میری کی طرح کسی کی وفات کا صدمہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے پہلا مصرعہ شرعا غلط اور کذب ہے۔ دوسرا مصرعہ مبالغہ سے خالی نہیں فقط واللہ اعلم ولی حسن دارالافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاون

کراچی۔

رہے منہ آپ کی جانب تو بعد ظاہری کیا ہے؟
ہمارے قبلہ و کعبہ ہو تو دینی و ایمانی
(مرثیہ گنگوہی صفحہ 11)

دار العلوم محمدیہ ڈیرہ غازیخان

کے مفتی عبدالرحیم صاحب نظامی اس شعر کے متعلق کہتے ہیں کہ ایسا کہنا بالکل حرام ہے بلکہ اگر اس شاعر کا عقیدہ بھی یہی ہے تو اس کو ایسے کلمات دوبارہ کہنے سے توبہ کرنی ضروری ہے۔ کیونکہ یہ کلمات قریب الی الکفر ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

جامعہ عربیہ گوجرانوالہ

کے مفتی نذیر احمد صاحب اسی شعر کے بارے میں کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا شعر میں صاحب قبر کو دینی اور ایمانی قبلہ و کعبہ کہا گیا ہے اگر اس سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ صاحب قبر دینی اور ایمانی امور میں آخری سند ہیں تو یہ بالکل غلط اور ناجائز ہے کیونکہ یہ حیثیت صرف خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہے اور اگر صرف عزت و احترام مراد ہے تو پھر بھی ایسے اشعار ناپسندیدہ ہیں کیونکہ اس میں صاحب قبر کو ایسے القاب دیئے گئے ہیں جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہونے چاہئیں۔ واللہ اعلم

نذیر احمد غفرلہ جامعہ عربیہ گوجرانوالہ 12-12-73؛ 11-10-93ھ

تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی میری دیکھی بھی نادانی

جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

کے مفتی محمد جمیل احمد تھانوی صاحب اس شعر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ چونکہ لفظ ''ارنی'' جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اللہ تعالیٰ سے اپنے دکھانے کی درخواست تھی

اس کا جواب نفی میں ملا تھا طور سے تشبیہ دینا اللہ تعالیٰ کی تجلی گاہ سے تشبیہ دینا ہے جو حق تعالیٰ کے جلوہ کی بے حرمتی ہے دوسرے ''ارنی'' کا سوال صاحب قبر سے نہیں خود اللہ تعالیٰ سے بھی ہو تو درست نہیں جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نفی میں جواب ملا ہے اس لیے یہ گناہ ہے ان سے بچنا چاہیے۔

جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن 12 شوال 93ھ

مدرسہ مخزن العلوم خانپور

کے مفتی محمد ابراہیم صاحب لکھتے ہیں کہ

اس قسم کے اشعار قبر پر پڑھنا خلاف ادب ہے اور خلاف طریقہ سنت زیارت قبور ہے۔ عام طور پر اس قسم کے اشعار ریاکاری اور بغیر خلوص کے دنیاوی اغراض کی وجہ سے پڑھے جاتے ہیں محض سمعہ و خوشامد کی بنا پر اس لیے منع و ناجائز ہیں ان امور کی وجہ سے اور مزید وجہ منع یہ بھی ہے جو اوصاف کسی میں نہ ہوں ان سے تعریف ممنوع ہے اور اہل قبر سے خطاب کرنا بغیر السلام علیکم یا اہل القبور الخ ٹھیک نہیں بلکہ مزید اس میں تشبیہ قبر کو طور سے اور صاحب قبر کے دیدار کو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے تشبیہ لازم ہے اور صاحب کو اللہ سے تشبیہ آتا ہے یہ شرعاً جائز نہیں کیونکہ آیت قرآنی ہے۔ ''لیس کمثلہ شیٔ'' بلکہ شبہ کفر ہے۔ العیاذ باللہ بلکہ قائل کو اس سے توبہ کرنا چاہیے۔ تحریر کنندہ محمد ابراہیم عفی عنہ از مخزن العلوم خانپور عید گاہ ضلع رحیم یار خان یکم ذیقعدہ 93ھ

نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا
اس کا جو حکم تھا سیف قضائے مبرم

(مرثیہ گنگوہی صفحہ 21)

جامعہ مدنیہ کیمبل پور

سے قاضی محمد زاہد الحسینی لکھتے ہیں

کہ ایسا عقیدہ نص قرآن مجید کے سراسر خلاف ہے۔ ان الحکم الا اللّٰہ، ولہ

الحکم، الا له الخلق والامر وما تشائون الا ان یشاء اللّٰہ" کی آیت قرآنیہ سے بالکل واضح ہے کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہی چلتا ہے۔ اس عقیدہ سے توبہ کرنی چاہیے۔ واللہ الموافق

قاضی محمد زاہد الحسینی جامعہ مدنیہ کیمبل پور 3 ذیقعدہ 93ھ 29 نومبر 73ء

دار العلوم کراچی

کے مفتی محمد رفیع عثمانی لکھتے ہیں کہ حکم کی صفت اس شعر میں بیان کی گئی ہے وہ صرف خداتعالیٰ کے حکم پر صادق آتی ہے کسی اور کے حکم کی یہ صفت بیان کرنا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

کتبہ، محمد رفیع عثمانی عفاء اللہ عنہ، نائب مفتی دار العلوم کراچی نمبر 14، 11-12-93ھ

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

(مرثیہ صفحہ 22)

دار العلوم تعلیم القرآن کوہاٹ

سے مفتی محمد یوسف صاحب لکھتے ہیں کہ صاحب قبر کے حق میں ایسا کہنا ناجائز ہے کیونکہ یہ شعر موہم غلطی ہے اور موت اور حیات خداوند تعالیٰ کا فعل ہے خلق الموت و الحیاۃ لیبلوکم الایۃ سورۃ تبارک الذی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ خداوند تعالیٰ نے دیا تھا کسی بزرگ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ثابت کرنا درست نہیں۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ احیاء موتی کے فعل کو ظاہر کرتے تھے واذتحی الموتیٰ باذنی " حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فعل نہیں تھا۔ دوسرے شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب بنایا ہے حاضر ناظر صرف خداوند تعالیٰ ہے۔ شرک کی دو قسمیں ہیں ایک شرک فی الذات جیسے عیسائی تین خدا مانتے ہیں اور ایک شرک فی الصفت کہ کسی بندے کو خدا کی طرح صفت مانے قدرت میں یا دیکھنے میں یا سننے

میں یعنی جس طرح خدا ہر چیز پر قادر ہے اسی طرح یہ بزرگ ہر چیز پر قادر ہے یا جیسا خدا دور نزدیک سے سنتا ہے، دیکھتا ہے ویسا بزرگ بھی ہے یہ شرک فی الصفت ہے اگرچہ اس شعر کا معنی تاویل سے صحیح ہوسکتا ہے مگر ظاہر معنی فاسد اور باطل ہیں۔ فقط مفتی محمد یوسف دارالعلوم انجمن تعلیم القرآن کوہاٹ شہر 73-12-4ھ

دارالعلوم شبیریہ ضلع سرگودھا

کے مولوی محمد سعید اس شعر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ احیاء موتی کا معجزہ برحق ہے مگر باذن اللہ کے ساتھ مشروط ہے مردوں کو زندہ کرنا اور زندوں کو مرنے نہ دینا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کسی دوسرے کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا خصوصاً اس شعر میں ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام جو اولعزم پیغمبر ہیں ان سے برتری کا ایہام ہے اس واسطے یہ شعر کہنا مردے کی طرف نسبت کرنا ناجائز اور موہم شرک ہے اس سے بچنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب 73-11-29ھ

دارالعلوم عرفانیہ ریاست

سے مولوی محمد عرفان صاحب لکھتے ہیں کہ یہ کہنا صاحب قبر کے لیے جائز نہیں ہے کیونکہ زندوں کو مرنے تک رسائی اور مردوں کو زندہ کرنا یہ دونوں خدا کے فعل خاص ہیں اس میں کسی اور کی شرکت نہیں ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جزوی طور پر خدا تعالیٰ نے معجزہ دیا تھا یعنی خدا تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر معجزہ کے طور پر اپنا فعل جاری کیا ہے۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے فعل بھی نہیں اس لیے یہ کہنا بغیر از تاویل شرک اور کفر ہے۔ فقط مولوی محمد عرفان بانی و مہتمم دارالعلوم عرفانیہ دیر ضلع دیر 75-3-9ھ

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

کے مفتی عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں کہ یہ شعر اپنے ظاہری مضمون کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں معروف [illegible] یہ اللہ کی طرف [illegible]

نبی ہے اور بدون تاویل یہ شرک ہے نیز اس میں ولی کا تقابل ساتھ نبی کے کیا گیا ہے اور یہ بھی درست نہیں اور اس میں توہین نبوت ہے۔ اشراک سے بچنے کے لیے احیاء کو اپنے ظاہری اور معروف معنی سے پھیر بھی لیا جائے تو بھی ایہام اشراک اور توہین باقی رہتے ہیں فلہذا ایسا کہنا درست نہیں قرآن حکیم میں ہے ''لاتقولوا راعنا الخ'' اور حدیث شریف میں ہے کہ مشتبہ امور سے بچنا چاہیے فقہاء کرام نے بھی موہمات سے بچنے کا امر فرمایا ہے فلہذا یہ شعر مجالس میں پڑھنا درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی 29 شوال 1393ھ

مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسلہ میں کہ چند دن ہوئے یہاں ایک عرس ہوا اس میں ایک نعت خواں نے یہ شعر کہا

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے اجمیر کا راستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی

کیا ایسا کہنا درست ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب: اگرچہ یہ شعر تاویل کا متحمل ہے اور اس کے قائل پر تکفیر کا فتوی نہیں لگایا جا سکتا تاہم اس غلط فہمی اور سوء ادبی ضرور مفہوم ہوتی ہے لہذا اس قسم کے اشعار سے احتراز ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم فقط محمد عبداللہ عفاء اللہ عنہ 14 ذیقعدہ 93ھ مدرسہ خیر المدارس ملتان

مدرسہ مظہر العلوم سکھر سندھ

کے مفتی صاحب لکھتے ہیں ایسا کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اس شعر میں کعبہ پر اجمیر کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے جو صریح کفر ہے لیکن فتوی کفر میں احتیاط ہے اس لیے قائل کی نیت

معلوم کیے بغیر کفر فتویٰ نہیں دیا جا سکتا ہے۔

محمد مراد ہالیجوی مدرسہ مظہر العلوم منزل گاہ سکھر

اصل شعر

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا راستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی

(مرثیہ گنگوہی صفحہ 9 از مولوی محمود الحسن دیوبندی)

ناظرین کرام:

بھانت بھانت کی بولیاں ملاحظہ فرمالیں۔ یہ وہ اونٹ ہے جس کا کوئی کل سیدھا نہیں کوئی تو مولوی محمود الحسن سابق صدر مدرس دار العلوم دیوبند کو جاہل کہہ رہا ہے کوئی کافر اور مشرک کوئی گنہگار کہہ رہا ہے غرضیکہ ان کے یہاں فتویٰ نویسی کا معیاری نہیں اور یہ سارے فتوے اس بنیاد پر ہیں کہ کسی کو بھی اس کی خبر نہیں کہ تیر کے نشانے پر کون ہے اگر یہ معلوم ہوتا کہ جناب شیخ الہند صاحب کا شعر ہے تو پھر ان شعروں میں وہ وہ گوشے نکالے جاتے کہ عالمگیری وشامی کے بجائے دیوان غالب ودیوان ذوق کے صفحات الٹے جاتے اور اردو شاعری میں ان شعروں کو ایک نئے مفہوم کا اضافہ کیا جاتا بلکہ یہ عجیب بات ہے کہ کفر وشرک کے فتاوے خود مدارس مسلکِ دیوبند سے دیے جائیں اور بدنام اہل سنت کو کیا جائے آج بلند وبانگ نعروں سے یہ کہا جاتا ہے کہ کافر کو کافر نہ کہو حالانکہ یہ کہہ کر خود آں بدولت نے کافر کہہ دیا یعنی کافر تو ہے مگر کافر مت کہو۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

آخر میں مرثیے کے متعلق ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی بزرگ کے متعلق مرثیہ لکھنا اور پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: خلاف شرع اشعار پڑھنا تو جائز نہیں خواہ مرثیہ کے ہوں یا غیر مرثیہ کے اور خلاف شرع نہ ہوں تو جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفاءاللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان 96-1-2ھ

اب ناظرین انصاف کریں کہ مفتیان دیوبند نے مرثیہ گنگوہی کے شعروں کو خلاف شرع قرار دیا ہے یا نہیں، تمام فتوؤں میں لکھا ہے کہ ایسے کلمات نہیں کہنے چاہئیں یہ حدود شرعیہ سے متجاوز ہیں ان سے توبہ کرنی چاہیے۔

نوٹ

جن مفتیوں نے یہ فتوے دیئے ہیں ہم ان کی زندگی میں شائع کرا رہے ہیں، تا کہ وہ ان کو پڑھ لیں اور انکار نہ کرسکیں۔ جس شخص کا دل چاہے جس وقت چاہے آ کر فتوے ملاحظہ کرسکتا ہے۔ قلمی فتوے ہمارے پاس موجود و محفوظ ہیں۔

فقط

اسد نظامی غفرلہ،

کتابچہ ''مرثیہ گنگوہی'' علمائے دیوبند کی نظر میں بار اول ۱۳۹۵ھ میں شائع ہوا جسے اب تک تقریباً بتیس سال گزر چکے ہیں کسی جانب سے بھی تردید کا ایک لفظ بھی نہیں آیا۔

ابوالکلام آزاد نے اپنی تمام تر صلاحیتیں ہندو نوازی، اسلام و پاکستان دشمنی میں صرف کر دیں۔ کانگرس کے صدر کی حیثیت سے مسلم دشمن کارناموں کی وجہ سے قائداعظم سے ''شو بوائے'' کا خطاب پایا، جسے تاریخ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے سینے میں محفوظ کر لیا۔

''آزاد'' نے پاکستان کے خلاف زہر اگلتے ہوئے کہا:

''میں اعتراف کرتا ہوں کہ ''پاکستان'' کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ایک حصہ تو پاک ہے اور باقی ناپاک۔

علاوہ ازیں میں تو ایسا محسوس کرتا ہوں کہ پاکستان کی اسکیم شکست خوردگی کی ایک

واضح علامت ہے۔ اس کی تعمیر جس بنیاد پر رکھی گئی ہے...... وہ ہے یہودیوں کے وطن کی مثال۔"

("تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہان پوری لاہور 1970ء ص 351)

("آزادی ہند" مترجم رئیس احمد جعفری لاہور 1973ء ص 127)

ابوالکلام آزاد کی موت پر ہندو روئے اور خوب روئے۔ پنڈت پنت نے درد سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا:

"مولانا ایسے لوگ پھر کبھی نہ پیدا ہوں گے اور ہم تو کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔"

اور بقول شورش کاشمیری: "راجندر بابو نے آنسوؤں کی سیل میں بھگو کر پھول نچھاور کئے۔ پنڈت نہرو نے گلاب چھڑکا، تو بے اختیار ہو گئے۔ لوگوں نے سہارا دیا اور جب مٹی دینے لگے، تو بلک بلک کر رو رہے تھے۔ راجندر بابو دمہ کے مریض ہونے کے باوجود صبح ہی سے تصویریاس بنے کھڑے تھے، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے کہ آج 38 سال کی دوستی اور رفاقت کا انت ہو گیا۔"

("بیس بڑے مسلمان" از عبدالرشید ارشد لاہور 1975ء ص 716, 776, 777)

مزید معلومات کے لئے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

1- مسلمان اور کانگرس، از ابوالکلام آزاد، مطبوعہ آزاد بک ڈپو لاہور۔
2- "اقبال کے آخری دو سال" از عاشق حسین بٹالوی مطبوعہ لاہور 1978ء، ص 29)
3- "مشاہیر جنگ آزادی" از مفتی انتظام اللہ شہابی کراچی 1957ء، ص 241)
4- "نوادر ابوالکلام" از عبدالغفار شکیل، مطبوعہ علی گڑھ 1962ء ص 21 تا 41/25)
5- "ارمغان آزاد" ج 1 از ابو سلمان شاہجہانپوری، مطبوعہ کراچی 1978ء ص 73 تا 197/75)
6- "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" ص 213
7- "مولانا آزاد اور ان کے ناقد" از ایم اے شاہد، مطبوعہ کراچی 1981ء ص 44)
8- "آزادی ہند" از رئیس احمد جعفری، ص 144 تا 146)
9- "عظیم قائد" از نوابزادہ محمود علی خاں، مطبوعہ لاہور 1956ء، ص 90)
10- "آزادی کی کہانی، میری زبانی" از سردار عبدالرب نشتر مطبوعہ کراچی 1979ء ص 84)
11- "قائداعظم اور ان کا عہد" از رئیس احمد جعفری لاہور 1966ء، ص 765
12- "ظفر علی خاں اور ان کا عہد" - از عنایت اللہ نسیم سوہدروی مطبوعہ لاہور 1986ء ص 151`152)
13- "چمنستان" از ظفر علی خاں، مطبوعہ لاہور 1944ء ص 151-152۔

ڈاکٹر اسرار احمد کا دوسرا مرشد مودودی

یہ حقیقت ہے کہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی سے پہلے پاک و ہند میں وہابیت کا نام و نشان بھی نہیں تھا اور محمد بن عبدالوہاب نجدی سے پہلے روئے زمین پر اس جماعت کا کہیں وجود نظر نہیں آتا تھا۔ اسی طرح مولوی رشید احمد گنگوہی سے پہلے دیوبندی عقائد و نظریات کی اس نام سے کوئی جماعت نہ تھی۔ سر سید احمد خاں علی گڑھی سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا کہ نیچریت کون سے درخت کا نام ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی سے پہلے مرزائی فرقہ خواہ وہ قادیانی ہوں یا لاہوری ہرگز نہ تھا مودودی سے پہلے کوئی فرقہ جماعت اسلامی کے نام سے انسانوں متعارف نہیں تھا۔

مودودی صاحب کا خدا

خالق کائنات جل جلالہ، تو ہر عیب و نقص سے پاک ہے لیکن مودودی صاحب کا خدا شاید ایسے امور و صفات کو تکلفات گردانتا ہے کہ ان سے بچنا چنداں ضروری نہیں سمجھتا۔ چنانچہ مودودی نے سورہ بقرہ کے الفاظ اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ کا بقلم خود ترجمہ یوں کیا ہے:

''اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے'' (تفہیم القرآن: جلد اول ص 54)

سورۃ التوبہ کی آیت 79 کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''اللہ ان مذاق اڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے''۔ (ایضاً جلد 3 ص 219)

ہنسی مذاق عام طور پر جھگڑے فساد کی بنیاد ہو کر رہ جاتا ہے۔ اچھا ہوتا اگر مودودی

صاحب یہ بھی بتادیتے کہ جب ان کا پروردگار اکثر اوقات منافقین مدینہ سے مذاق کرتا رہتا تھا تو کبھی ہاتھا پائی یا جوتم پیزار تک بھی نوبت پہنچ جاتی تھی یا نہیں؟ ہوسکتا ہے کہ اگر معمول میں فرق نہ آیا ہو تو عدالتی چارہ جوئی تک نوبت بھی پہنچی ہو۔ بہر حال اچھا ہوتا کہ بین الاقوامی محقق صاحب مذکورہ بالا امور پر بھی روشنی ڈال دیتے۔ جناب مودودی صاحب نے اپنے خدا کی شان، خود اس کی زبانی یوں بھی بیان کی ہے:

''کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں۔'' (ایضاً جلد دوم 61)

''میری چال کا کوئی توڑ نہیں۔'' (ایضاً جلد دوم ص 104

''اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے''۔

(ایضاً جلد دوم 141)

''یہ چال تو وہ چلے اور پھر ایک چال ہم نے چلی جس کی انہیں خبر نہ تھی''۔

(ایضاً جلد سوم 584)

لفظ چال ذو معنی ہے۔ اس میں نا قابل اعتراض مفہوم بھی موجود ہے اور قابلِ اعتراض اس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ مودودی صاحب جیسی بین الاقوامی شخصیت کو اپنے پروردگار کے بارے میں ایسا لفظ استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے تھا جو زیادہ تر قابل اعتراض معنی ہی میں استعمال ہوتا ہے۔ یقیناً وہ اس بات سے بے خبر نہیں ہیں کہ لفظ رَاعِنَا ہرگز ذو معنی نہیں۔ اس میں کوئی قابل اعتراض مفہوم شامل نہیں، لیکن یہودی اپنے بغض وعناد کی آگ میں جلتے ہوئے دلوں کو کسی قدر ٹھنڈک پہنچانے کی خاطر اس لفظ سے ناجائز فائدہ اٹھالیا کرتے تھے یعنی بظاہر یوں معلوم ہوتا کہ وہ رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کہہ رہے ہیں لیکن حقیقت میں رَاعِینَا اور رَاعُوْنَا وغیرہ الفاظ ادا کیا کرتے تھے۔ اللّٰہ جلَّ مجدہٗ نے یہود کی شرارت کے پیش نظر صحابہ کرام جیسی قدسی جماعت اور عشق مصطفیٰ کی ان منہ بولتی تصویروں کو بھی لفظ رَاعِنَا کے استعمال سے روک دیا۔ پروردگار عالم نے اپنے حبیب اور برگزیدہ ترین بندے کی شان میں وہ لفظ استعمال کرنے سے روک دیا جس میں کوئی قابل اعتراض معنی نہیں لیکن معاندین اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر توہین وتنقیص کا پہلو پیدا کر

دیتے تھے۔ کیا وہ خدائے ذوالجلال اپنے متعلق ایسا لفظ پسند فرمائے گا، جو زیادہ تر قابل اعتراض معنی ہی میں استعمال ہوتا ہے۔ ناراض ہونے کی نسبت غور کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ وقار کا مسئلہ بنا کر اکڑ جانا فضول ہے کیونکہ ایمان جیسی متاع عزیز کا حاصل کرنا اور سنبھال کر رکھنا حاصل زندگی ہے۔

انبیائے کرام پر تیراندازی

مودودی صاحب کا قلم جب اپنے پروردگار کو نظر انداز نہیں کرسکتا تو حضرات انبیائے کرام کو اپنی تیر افگنی کا ہدف بنائے بغیر کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ چنانچہ مودودی صاحب نے سیدنا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت کو داغدار کرتے ہوئے یوں اپنا تحقیقی رنگ دکھایا ہے:

"بعض لوگوں نے اس میں عزم نہ پایا کا مطلب یہ لیا ہے کہ ہم نے اس میں نافرمانی کا عزم نہ پایا یعنی اس نے جو کچھ کیا، نافرمانی کے عزم کی بناء پر نہیں کیا، لیکن یہ خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ یہ بات اگر کہنی ہوتی تو لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا عَلَى الْعِصْيَانِ کہا جاتا نہ کہ محض لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا۔ آیت کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ فقدان عزم سے مراد اطاعت حکم کا فقدان ہے نہ کہ نافرمانی کے عزم کا فقدان"۔ (تفہیم القرآن جلد سوم 130)

انبیائے کا معصوم ہونا ایک ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے جس پر تمام مسلمانوں کا ہمیشہ اتفاق رہا ہے لیکن جن حضرات کو شیطان اپنی نیابت میں اس مقدس گروہ کے خلاف کھڑا کرتا ہے وہ اپنے ملعون قائد کی طرح علمی ساز و سامان سے لیس ہو کر محسوس یا غیر محسوس طریقے پر حفاظت توحید یا زور تحقیق کا بہانہ لے کر انبیائے کرام جیسی پاکیزہ ہستیوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بنائے بغیر نہیں چھوڑتے۔ کاش! مودودی صاحب اتنا غور فرما لیتے کہ وہ اس آیت میں لَمْ نجدْ لهٗ عزمًا سے نافرمانی کے عزم کا فقدان ہی مراد لے سکتا ہے اور ایک مسلمان کی روح

بھی اس بات کے تصور تک سے کانپنے لگے گی کہ وہ انبیاء کرام جیسی مقدس ترین ہستیوں میں اطاعت حکم کا فقدان بتائے۔ آگے ملاحظہ ہو کہ بین الاقوامی مفکر صاحب نے اپنی تحقیق کے دریا بہاتے ہوئے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی عظمت کو کس طرح داغدار کرنے اور مسلمانوں کے دلوں سے عصمت انبیاء کے عقیدے کو نکال دینے کی کوشش کی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

> ''اس سلسلے میں ایک اور سوال بھی پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ جب حضرت ابراہیم نے تارے کو دیکھ کر کہا، یہ میرا رب ہے، اور جب چاند اور سورج کو دیکھ کر انہیں اپنا رب کہا، تو کیا اس وقت عارضی طور پر ہی سہی، وہ شرک میں مبتلا نہ ہو گئے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک طالب حق اپنی جستجو کی راہ میں سفر کرتے ہوئے بیچ کی جن منزلوں پر غور وفکر کے لئے ٹھہرتا ہے، اصل اعتبار ان منزلوں کا نہیں ہوتا، بلکہ اصل اعتبار اس سمت کا ہوتا ہے جس پر وہ پیش قدمی کر رہا ہے اور اس آخری مقام کا ہوتا ہے جہاں پہنچ کر وہ قیام کرتا ہے۔ بیچ کی منزلیں ہر جویائے حق کے لئے ناگزیر ہیں۔ ان پر ٹھہرنا بسلسلہ طلب وجستجو ہوتا ہے نہ کہ بصورت فیصلہ۔ اصلاً یہ ٹھہراؤ سوالی و استفہامی ہوا کرتا ہے نہ کہ حکمی طالب جب ان میں سے کسی منزل پر رک کر کہتا ہے کہ ایسا ہے۔ اور تحقیق سے اس کا جواب نفی میں پا کر وہ آگے بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا بالکل غلط ہے کہ اثنائے راہ میں جہاں جہاں وہ ٹھہرتا رہا، وہاں وہ عارضی طور پر کفر یا شرک میں مبتلا رہا۔ (تفہیم القرآن، جلد اول **559،558**)

مودودی صاحب نے کتنے پیچ در پیچ حیلوں بہانوں سے یہ زہریلی دوائی مسلمانوں کے حلق سے، ان کا خیر خواہ بن کر، اتارنے کی کوشش کی ہے کہ واقع ابراہیم علیہ اسلام تارے، چاند اور سورج کو اپنا رب کہتے رہے اور واقعی وہ کفر وشرک سے

عصمت ان

کے نزدیک تک پھٹکنے سے گریز کرتی رہی، فضل خداوندی ہی دستگیری سے قاصر ہوتا رہا لیکن انہیں کفر و شرک میں مبتلا شمار نہ کیجئے کیونکہ یہ وقتی اور عارضی بات تھی۔ وہ تجربہ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ جدھر وہ جا رہے ہیں اس سمت پر اعتبار کیجئے۔ درمیان میں سو کفر یا پانچسو شرک بھی کر لیں تو اس کا کوئی اعتبار نہ کرنا، درمیانی کفریات و شرکیات کو کفر و شرک شمار نہ کرنا۔ مودودی صاحب کو تیر افگنی میں حیرت انگیز مہارت حاصل ہے کہ ایک ہی تیر میں بے شمار شکار کر لیتے ہیں۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر اور اللہ جل شانہ، کے خلیل کی عظمت و عصمت کو اس درجہ داغدار کرنے کی کوشش کی کہ انہیں کافر و شرک تک بنا کر رکھ دیا، دوسری جانب ہزاروں کافروں، مشرکوں اور گمراہوں بدمذہبوں کو برأت کا سرٹیفکیٹ دے دیا۔ جب ان پر گرفت کی جائے تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہماری درمیانی منزلیں ہیں ان کا کیوں اعتبار کرتے ہو؟ اعتبار ہماری اس سمت کا کرو جدھر ہمارا منہ ہے یا ہماری آخری منزل کا اعتبار کرنا۔ معلوم نہیں مودودی صاحب نے پورے دین اور اس کے جملہ احکامات کو یکسر معطل اور حرف غلط کی طرح بیکار ٹھہرانے کی یہ جسارت کس خوشی میں فرمائی ہے؟ ستم بالائے ستم تو یہ کہ حبیب پروردگار، خلاصہ کائنات، سرور کون و مکاں ﷺ کے بارے میں یہاں تک لکھ دیا:

> ”نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے بھی حضور کے ذہن میں یہ تصور تک نہ آیا تھا کہ آپ کو کوئی کتاب ملنے والی ہے یا ملنی چاہئے، بلکہ آپ سرے سے کتب آسمانی اور ان کے مضامین کے متعلق کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ اسی طرح آپ کو اللہ پر ایمان تو ضرور حاصل تھا، مگر آپ نہ شعوری طور پر اس تفصیل سے واقف تھے کہ انسان کو اللہ کے متعلق کیا کیا باتیں بتانی چاہیں اور نہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ اس کے ساتھ ملائکہ اور نبوت اور کتب الٰہی اور آخرت کے متعلق بھی بہت سی باتوں کا ماننا ضروری ہے۔ یہ دونوں باتیں ایسی تھیں جو خود کفار مکہ سے بھی چھپی ہوئی نہ تھیں۔ مکہ معظمہ کا کوئی شخص یہ شہادت نہ دے

سکتا تھا کہ اس نے نبوت کے اچانک اعلان سے پہلے کبھی حضور کی زبان سے کتاب الٰہی کا کوئی ذکر سنا ہو یا آپ سے اس طرح کی کوئی بات سنی ہو کہ لوگوں کو فلاں فلاں چیزوں پر ایمان لانا چاہئے۔''

(تفہیم القرآن: جلد چہارم 51)

جہاں تک کفار مکہ کا ایسی بات کے سننے سے محروم رہنے کا تعلق ہے تو یہ بات درست ہے لیکن فخر دو عالم ﷺ کو اعلان نبوت سے پہلے جاہل محض ہونے کا حکم صادر کرنے سے پہلے کاش! مودودی صاحب کا بیباک قلم ٹوٹ گیا ہوتا۔ کاش! مودودی صاحب اپنے اس سراسر غیر اسلامی عقیدے پر نظر ثانی کر کے حیات مستعار کے ان آخری لحات میں ایمان جیسی متاع عزیز کو حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کرتے۔ جملہ انبیائے کرام کے بارے میں مودودی صاحب کے قلم نے یوں اپنا زور تحقیق دکھایا ہے:

''عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب ونبوت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے مصلحتاً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے ورنہ اگر اللہ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لئے بھی ان سے منفک ہو جائے تو جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے۔ اسی طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں سرزد ہو جانے دی ہیں تا کہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھ لیں اور جان لیں کہ یہ بشر ہیں، خدا نہیں۔''

(مودودی صاحب تفہیمات جلد دوم، ص ۴۳)

معلوم نہیں جناب مودودیت مآب کو عصمت انبیاء سے کیا چڑ ہے؟ کیا منصب نبوت سے انہیں کوئی خاص پرخاش ہے یا خود اس کے طلبگار تھے اور محروم رہنے کے باعث انبیائے کرام کی عصمت سے مکرنے اور ان ہستیوں پر کیچڑ بازی کی مشق فرمانے لگے ہیں؟ حفاظت

تسلیم کر کے گویا انبیائے کرام کو منصب ولایت پر تو فائز سمجھ لیا لیکن فوراً ہی موصوف کا بیباک قلم جوشوخی پر آیا تو طرارے بھرتا ہوا سارے انبیائے کرام کو عام گنہگاروں کی صف میں کھڑا کر گیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ چند عبارتیں محض اس لئے پیش کردی ہیں کہ مودودی صاحب جیسے دین سازوں کو اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ بنا کر جن حضرات نے اپنے دلوں اور دماغوں پر مسلط کر رکھا ہے وہ شاید غور وفکر کو کچھ کام میں لا سکیں اور یہ سوچنے کی توفیق پا سکیں کہ شریعت مطہرہ تو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی اور صحابہ کرام کو اس کی عملی تصویریں بنا کر اللہ کے آخری پیغمبر نے تیار کیا تھا، ان سے تابعین نے، ان سے تبع تابعین نے، غرضیکہ اسی طرح آج تک دین پہنچا لیکن یہ کیا ستم ہے کہ پچھلوں کا سمجھا ہوا دین بیکار ہو کر رہ گیا، چودہ سو سالہ دین فہمی حرف غلط قرار دے دی گئی اور دین صرف مودودی صاحب کے قلم ناحق رقم کی رطب و یابس نگارشات کا نام ہو گیا؟ کاش! ان کے معتقد لوگ یہ یقین کرلیں کہ مودودی صاحب ہرگز نبی نہیں ہیں کہ ان کی تشریح حرف آخر قرار پائے۔ تصریحات وہی قابل تسلیم ہیں جو سید المرسلین ﷺ اور آپ کے غلاموں یعنی ہمارے آقاؤں سے منقول ہیں، ان کے خلاف ہر بات محض دھوکہ ہے۔ (نعوذ باللہ من شرور انفسنا)

صحابہ کرام پر نرالی کرم نوازی

جب مودودی صاحب نے انبیائے کرام تک کو اپنی مشق ستم کا نشانہ بنائے بغیر نہ چھوڑا تو صحابہ کرام کو بھلا کیسے نظر انداز کر سکتے تھے؟ صحابہ کرام جیسے مقدس گروہ، جس کو اللہ تعالیٰ نے فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِہٖ فرما کر معیار حق قرار دیا۔ جن کو فخر دو عالم ﷺ نے اَلصَّحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّهِمۡ اِقۡتَدَیۡتُمۡ اِهۡتَدَیۡتُمۡ کی سند کے ذریعے معیار حق منوانے کی منادی کروائی، انبیائے کرام کے سوا انسانوں کے باقی ہر گروہ سے اس نرالی جماعت کو ممتاز قرار دیا، اسی کے بارے میں بین الاقوامی مفکر صاحب یوں اپنے تفکرات پیش کرتے ہیں:

''رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اسی معیارِ کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجے میں ہو اس کو اسی درجے میں رکھے۔''

(مودودی، دستور جماعت اسلامی، دفعہ ۶، ص ۲۴)

دوسرا ایٹمی حکم ملاحظہ فرما لیا جائے:

''معیاری مسلمان تو دراصل اس زمانے میں بھی وہی تھے اور اب بھی وہی ہیں جو قرآن اور حدیث کے علوم پر نظر رکھتے ہوں اور جن کے رگ و پے میں قرآن کا علم اور نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا نمونہ سرایت کر گیا ہو۔

(مودودی: تفہیمات، ج ۱، ص ۳۱۹)

مودودی صاحب کے نزدیک حضرت عمرؓ کو اپنے دور خلافت میں ایک اندیشہ تھا۔ وہ اپنے متوقع جانشینوں کو اس کے بارے میں سمجھاتے بھی رہے۔ نتیجہ کیا برآمد ہوا؟ یہ مودودی صاحب کے لفظوں میں ملاحظہ ہو:

حضرت عمرؓ کو اپنے آخر زمانے میں اس بات کا خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ان کے بعد عرب کی قبائلی عصبیتیں (جو اسلامی تحریک کے زبردست انقلابی اثر کے باوجود ابھی بالکل ختم نہیں ہو گئی تھیں) پھر نہ جاگ اٹھیں اور ان کے نتیجے میں اسلام کے اندر فتنے برپا ہوں۔ چنانچہ ایک مرتبہ اپنے امکانی جانشینوں کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے حضرت عثمانؓ کے متعلق کہا: اگر میں ان کو اپنا جانشین مقرر کروں تو وہ بنی ابن معیط (بنی امیہ) کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیں گے اور وہ لوگوں میں اللہ کی نافرمانیاں کریں گے۔ خدا کی قسم اگر میں نے ایسا کیا تو عثمان

ؓ یہی کریں گے اور اگر عثمان ؓ نے یہ کیا تو وہ لوگ ضرور معصیتوں کا ارتکاب کریں گے اور عوام شورش برپا کر کے عثمان ؓ کو قتل کر دیں گے۔

(مودودی صاحب: خلافت وملوکیت، طبع پنجم ۱۹۷۰ء، ص ۹۸،۹۹)

حضرت عمر فاروق ؓ کے بعد واقعی حضرت عثمان ؓ ہی مقرر ہوئے۔ مبتدعین کے بین الاقوامی محقق صاحب نے حضرت عثمان ذی النورین ؓ کے بارے میں عمال کے سلسلے میں یوں زہر افشانی کرتے ہوئے دین ودیانت کا سر بازار خون کیا ہے:

''ان کے بعد جب حضرت عثمان ؓ جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ وہ اس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے۔ انہوں نے پے در پے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایات کیں جو عام طور پر لوگوں میں ہدف اعتراض بن کر رہیں۔ حضرت سعد ؓ بن ابی وقاص کو معزول کر کے انہوں نے کوفے کی گورنری اپنے ماں جائے بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو مقرر فرمایا اور اس کے بعد یہ منصب اپنے ایک اور عزیز سعید بن عاص کو دیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کو بصرے کی گورنری سے معزول کر کے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر ؓ کو ان کی جگہ مامور کیا۔ حضرت عمرو بن العاص ؓ کو مصر کی گورنری سے ہٹا کر اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کیا۔ حضرت معاویہ ؓ سیدنا عمر فاروق ؓ کے زمانے میں صرف دمشق کی ولایت پر تھے۔ حضرت عثمان ؓ نے ان کی گورنری میں دمشق، حمص، فلسطین، اردن اور لبنان کا پورا علاقہ جمع کر دیا۔ پھر اپنے ماموں زاد بھائی مروان بن الحکم کو انہوں نے اپنا سیکرٹری بنالیا، جس کی وجہ سے سلطنت کے پورے دروبست پر اس کا اثر ونفوذ قائم ہو

گیا۔ اس طرح عملاً ایک ہی خاندان کے ہاتھ میں سارے اختیارات جمع ہو گئے"۔

(مودودی صاحب: خلافت وملوکیت، طبع پنجم، ۱۹۷۰ء ص ۱۰۶ تا ۱۰۸)

اس مزعومہ طرز عمل پر حضرت عثمانؓ کے بارے میں یہ فیصلہ صادر ہوتا ہے:

"فطری طور پر یہ بات کسی کو پسند نہ آسکتی تھی کہ سابقین اولین ، جنہوں نے اسلام کو سر بلند کرنے کے لئے جانیں لڑائی تھیں اور جن کی قربانیوں ہی سے دین کو فروغ نصیب ہوا تھا، پیچھے ہٹا دیئے جائیں اور ان کی جگہ یہ لوگ امت کے سرخیل ہو جائیں۔

(ایضاً: ص ۱۰۹)

اب مروان بن الحکم کے باعث خلیفہ ثالث کو دوسری جرم فرد یوں سنائی جاتی ہے:

"مروان کے اس پس منظر کو نگاہ میں رکھا جائے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس کا سیکرٹری کے منصب پر مقرر کیا جانا لوگوں کو کسی طرح گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ لوگ حضرت عثمانؓ کے اعتماد پر یہ تو مان سکتے تھے کہ حضورﷺ نے ان کی سفارش قبول کر کے حکم کو واپسی کی اجازت دینے کا وعدہ فرمالیا تھا، اس لئے اسے واپس بلا لینا قابل اعتراض نہیں ہے، لیکن یہ مان لینا لوگوں کے لئے سخت مشکل تھا کہ رسول اللہﷺ کے اسی معتوب شخص کا بیٹا اس بات کا بھی اہل ہے کہ تمام اکابر صحابہ کو چھوڑ کر اسے خلیفہ کا سیکرٹری بنا دیا جائے خصوصاً جب کہ اس کا وہ معتوب باپ زندہ موجود تھا اور اپنے بیٹے کے ذریعے حکومت کے کاموں پر اثر انداز ہو سکتا تھا۔"

(مودودی: خلافت وملوکیت، ص ۱۱۰، ۱۱۱)

مذکورہ دونوں امور کے بارے میں عالی جناب مودودی صاحب کی عدالت سے خلیفہ رسول کے بارے میں یہ فیصلہ سنایا گیا:

حضرت عثمان ؓ کی پالیسی کا یہ پہلو بلا شبہ غلط تھا اور غلط کام بہر حال غلط ہے، خواہ وہ کسی نے کیا ہو۔ اس کی خواہ مخواہ کی تخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔

(ایضا: ص ۱۱۶)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خارجیت کا بیباک قلم کس طرح مجرم ٹھہراتا اور ان کے جرائم کی فہرست مرتب کرتے ہوئے انہیں باغی بتاتا، اسلام سے انحراف کرنے والے باور کراتا ہوا یوں زہر افشانی کرتا ہے:

''حضرت عثمان ؓ کے خون کا مطالبہ، جسے لے کر دو طرف سے دو فریق اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک طرف حضرت عائشہ ؓ اور حضرت طلحہ ؓ و زبیر ؓ اور دوسری طرف حضرت معاویہ ؓ۔ ان دونوں فریقوں کے مرتبہ و مقام اور جلالت قدر کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے بھی یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ دونوں کی پوزیشن آئینی حیثیت سے کسی طرح درست نہیں مانی جا سکتی۔ ظاہر ہے کہ یہ جاہلیت کے دور کا قبائلی نظام تو نہ تھا کہ کسی مقتول کے خون کا مطالبہ لے کر جو چاہے اور جس طرح چاہے اٹھ کھڑا ہو اور جو طریقہ چاہے اس کو پورا کرانے کے لئے استعمال کرے۔ یہ ایک باقاعدہ حکومت تھی جس میں ہر دعوے کے لئے ایک ضابطہ اور قانون موجود تھا۔ خون کا مطالبہ لے کر اٹھنے کا حق مقتول کے وارثوں کو تھا، جو زندہ تھے اور وہیں موجود تھے۔ حکومت اگر مجرموں کو پکڑنے اور ان پر مقدمہ چلانے میں واقعی دانستہ ہی تساہل کر رہی تھی تو بلا شبہ دوسرے لوگ اس سے انصاف کا مطالبہ کر سکتے تھے، لیکن کسی حکومت سے انصاف کے مطالبے کا یہ کون سا طریقہ ہے اور شریعت میں کہاں اس کی نشان دہی کی جا سکتی ہے

کہ آپ سرے سے اس حکومت کو جائز حکومت ہی اس وقت تک نہ مانیں جب تک وہ آپ کے اس مطالبے کے مطابق عمل درآمد نہ کر دے۔ حضرت علی ؓ اگر جائز خلیفہ تھے ہی نہیں تو پھر ان سے اس مطالبے کے آخر معنی کیا تھے کہ وہ مجرموں کو پکڑیں اور سزا دیں؟ کیا وہ کوئی قبائلی سردار تھے جو کسی قانون اختیار کے بغیر جسے چاہیں پکڑ لیں اور سزا دے ڈالیں؟

(مودودی: خلافت وملوکیت، ص ۱۲۴، ۱۲۵)

یہ ہے محبوبِ سید المرسلین اور معتمد صحابہ کرام کے بارے میں مودودی صاحب کے قلم رقم کی وہ ستم ظریفی جس پر ہم کوئی تبصرہ نہیں کرتے بلکہ قارئین کرام کے دین و دیانت پر ان کا فیصلہ چھوڑتے ہوئے محض ایسی چند عبارتوں کی نشان دہی کرنا چاہتے ہیں۔ اب سیدنا امیر معاویہ ؓ کے بارے میں موصوف کی تحقیق ملاحظہ ہو:

''اس سے بدرجہا زیادہ غیر آئینی طرز عمل دوسرے فریق، یعنی حضرت معاویہ ؓ کا تھا جو معاویہ بن ابی سفیان کی حیثیت سے نہیں بلکہ شام کے گورنر کی حیثیت سے خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے اٹھے، مرکزی حکومت کی اطاعت سے انکار کیا، گورنری کی طاقت اپنے اس مقصد کے لئے استعمال کی اور مطالبہ بھی یہ نہیں کیا کہ حضرت علی ؓ قاتلین عثمان ؓ پر مقدمہ چلا کر انہیں سزا دیں، بلکہ یہ کیا کہ وہ قاتلین عثمان ؓ کو ان کے حوالہ کر دیں تا کہ وہ خود انہیں قتل کریں۔ یہ سب کچھ دورِ اسلام کی نظامی حکومت کے بجائے زمانہ قبل اسلام کی قبائلی بدنظمی سے اشبہ ہے۔ خون عثمان ؓ کے مطالبے کا حق اول تو حضرت معاویہ ؓ کے بجائے حضرت عثمان ؓ کا رشتہ جو کچھ بھی تھا، معاویہ بن ابی سفیان سے تھا، شام کی گورنری ان کی رشتہ دار نہ تھی۔ اپنی ذاتی حیثیت میں وہ خلیفہ کے پاس مستغیث بن

کر جا سکتے تھے۔ اور مجرمین کو گرفتار کرنے اور ان پر مقدمہ چلانے کا مطالبہ کر سکتے تھے۔ گورنر کی حیثیت سے انہیں کوئی حق نہ تھا کہ جس خلیفہ کے ہاتھ پر باقاعدہ آئینی طریقے سے بیعت ہو چکی تھی، جس کی خلافت کو ان کے زیر انتظام صوبے کے سوا باقی پوری مملکت تسلیم کر چکی تھی، اس کی اطاعت سے انکار کر دیتے اور اپنے زیر انتظام علاقے کی فوجی طاقت کو مرکزی حکومت کے مقابلے میں استعمال کرتے اور ٹھیٹھ جاہلیت قدیمہ کے طریقے پر یہ مطالبہ کرتے کہ قتل کے ملزموں کو عدالتی کارروائی کے بجائے مدعی قصاص کے حوالہ کر دیا جائے۔ قانونی شہادت ان کے خلاف پیش نہ ہوئی۔ گورنر نے محض اپنے انتظامی ...... اتنے لوگوں کو قطع ید کی سزا دے ڈالی جس کے لئے قطعاً کوئی شرعی جواز نہیں تھا مگر دربار خلافت سے اس کا بھی کوئی نوٹس نہ لیا گیا۔ اس سے بڑھ کر ظالمانہ ...... بسر بن ابی ارطاہ نے کئے جسے حضرت معاویہ ؓ نے پہلے حجاز و یمن کو حضرت علی ؓ کے قبضے سے نکالنے کے لئے بھیجا تھا اور پھر ہمدان پر قبضہ کرنے کے لئے مامور کر دیا اس شخص نے یمن میں حضرت علی ؓ کے گورنر عبیداللہ بن عباس ؓ کے دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ ان بچوں کی ماں اس صدمے سے دیوانی ہو گئی۔ بنی کنانہ کی ایک عورت جو یہ ظلم دیکھ رہی تھی، چیخ اٹھی کہ ''مردوں کو تو تم نے قتل کر دیا، اب ان بچوں کو کس لئے قتل کر رہے ہو؟ بچے تو جاہلیت میں بھی نہیں مارے جاتے تھے۔ اے ابن ارطاۃ! جو حکومت بچوں اور بوڑھوں کے قتل اور بے رحمی و برادر کشی کے بغیر قائم نہ ہو سکتی ہو اس سے بری کوئی حکومت نہیں۔'' اس کے بعد اسی ظالم شخص کو حضرت معاویہ ؓ نے ہمدان پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا، جو اس وقت حضرت علی ؓ

کے قبضے میں تھا۔ وہاں اس نے دوسری زیادتیوں کے ساتھ ایک ظلم عظیم یہ کیا کہ جنگ میں جو مسلمان عورتیں پکڑی گئی تھیں، انہیں لونڈیاں بنالیا۔ حالانکہ شریعت میں اس کا قطعاً کوئی جواز نہیں۔ یہ ساری کارروائی گویا اس بات کا عملاً اعلان تھی کہ اب گورنروں اور سپہ سالاروں کو ظلم کی کھلی چھوٹ ہے اور سیاسی معاملات میں وہ شریعت کی کسی حد کے پابند نہیں ہیں۔

(مودودی: خلافت وملوکیت، ص ۱۷۵ تا ۱۷۷)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک اور الزام بڑے معصومانہ انداز میں خیر خواہ اسلام او مسلمین بن کر عاید کیا ہے:

''سر کاٹ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے اور انتقام کے جوش میں لاشوں کی بے حرمتی کرنے کا وحشیانہ طریقہ بھی، جو جاہلیت میں رائج تھا اور جسے اسلام نے مٹا دیا تھا، تاکہ وہ خود ان سے بدلہ لے۔''

(مودودی: خلافت وملوکیت، ص ۱۶۵، ۱۶۶)

مودودی صاحب کا قلب صحابہ کرام کی دشمنی سے اتنا لبریز ہے کہ انہوں نے روافض بھی ختم کردی۔ برگزیدہ صحابی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر انہوں نے تاریخ کے اور بے سروپا واقعات کا سہارا لے کر وہ جھوٹے الزامات عائد کیے ہیں جن کی کوئی صاحب عقل ودانش مسلمان ہرگز ہرگز جسارت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ سبائی رافضی ٹولے کو تقویت پہنچانے کی غرض سے انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بھی عائد کیا ہے:

''ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر، خطبوں میں برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے، حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عین روضہ نبوی کے سامنے حضورﷺ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور

حضرت علی ؓ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔ کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا، شریعت تو درکنار، انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین واخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آ کر اپنے خاندان کی دوسری غلط روایات کی طرح اس روایت کو بھی بدلا اور خطبہ جمعہ میں سب علی کی جگہ یہ آیت پڑھنی شروع کر دی۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔ (النحل۔ ۹۰)

(ایضاً ص ۱۷۴)

حضرت امیر معاویہ ؓ پر مودودی صاحب نے دین و دیانت سے عاری ہو کر یہ گھناؤنا الزام بھی عائد کیا ہے:

''مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہ ؓ نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ کتاب وسنت کی رو سے پورے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہئے اور باقی چار حصے اس فوج میں تقسیم ہونے چاہیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو لیکن حضرت معاویہ ؓ نے حکم دیا کہ مال غنیمت میں سے چاندی سونا ان کے لئے الگ نکال لیا جائے، پھر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے''۔

(مودودی: خلافت وملوکیت، ص ۱۷۴)

مودودی کا حضرت امیر معاویہ ؓ پر ایک سنگین الزام اور پیش کیا جاتا ہے، جسے انہوں نے مختلف کمزور تاریخی روایات کے سہارے عائد کیا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

''حضرت معاویہ ؓ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر

قرار دیا اور ان کی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کارروائی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ان کا گورنر عبداللہ بن عمرو بن غیلان ایک مرتبہ بصرے میں منبر پر خطبہ دے رہا تھا۔ ایک شخص نے دوران خطبہ میں اس کو کنکر مار دیا۔ اس پر عبداللہ نے اس شخص کو گرفتار کرایا اور اس کا ہاتھ کٹوا دیا۔ حالانکہ شرعی قانون کی رو سے یہ ایسا جرم نہ تھا جس پر کسی کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس استغاثہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں ہاتھ کی دیت تو بیت المال سے ادا کر دوں گا، مگر میرے عمال سے قصاص لینے کی کوئی سبیل نہیں۔ زیاد کو جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بصرے کے ساتھ کوفے کا بھی گورنر مقرر کیا اور وہ پہلی مرتبہ خطبہ دینے کے لئے کوفے کی جامع مسجد کے منبر پر کھڑا ہوا تو کچھ لوگوں نے اس پر کنکر پھینکے۔ اس نے فوراً مسجد کے دروازے بند کرا دیئے اور کنکر پھینکنے والے تمام لوگوں کو (جن کی تعداد ۳۰ سے ۸۰ تک بیان کی جاتی ہے۔ گرفتار کرا کے اسی وقت ان کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ کوئی مقدمہ ان پر نہ چلایا گیا۔ کسی عدالت میں وہ پیش نہ کیے گئے۔

مودودی کی قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دشمنی

''افسوس کہ لیگ کے قائداعظم سے لے کو چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتا ہو۔ یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے۔''

1- ''سید ابوالاعلیٰ مودودی'' از ابوالآفاق، مطبوعہ لاہور 1971ء، ص 49)

2- ''ہمارے سیاست دان'' از محمد موسیٰ بھٹو، مطبوعہ حیدرآباد 1979ء ص 20

3- ''تحریک جماعت اسلامی'' از ڈاکٹر اسرار احمد، مطبوعہ لاہور 1966ء، ص 47۔

4- ''لیڈران کرام'' از ریاض بٹالوی، مطبوعہ لاہور 1970ء، ص 56)

''کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ ہم کانگریس سے تصادم چاہتے ہیں ہرگز نہیں ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے تو ہمارا مقصد وہی ہے جو کانگریس کا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس مشترک مقصد کے لئے بالآخر کانگریس ہی کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔''

(''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش'' حصہ اول، ص 24)

''خواہ ان پڑھ عوام ہوں یا دستار بند علماء یا خرقہ پوش مشائخ یا کالجوں، یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات ..... اسلام کی روح سے ناواقف ہونے میں یہ سب یکساں ہیں۔''

(تفہیمات ص 38)

''یہ انبوہ عظیم'' (حامیان پاکستان) جس کو مسلمان کہا جاتا ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ اس کے 999 فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں، نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔''

(سیاسی کشمکش حصہ دوم ص 130)

''مولانا مودودی نے سب سے پہلے گاندھی کی سوانح عمری لکھی۔''

(ندائے اہل سنت لاہور ص 11،15 تا 31 جولائی 1993ء)

مزید معلومات کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔

1- ''تحریک آزادی ہند اور مسلمان'' ۔ حصہ دوم از مولانا مودودی۔ (مطبوعہ لاہور 1973ء ص 46)

2- ''اسلام اور پاکستان'' از ڈاکٹر اسرار احمد، مطبوعہ لاہور 1983ء، ص 12)

3- ''تاریخ نظریہ پاکستان'' از پیام شاہجہان پوری، مطبوعہ لاہور 1970ء ص 352)

4- ''تاریخ نظریہ پاکستان'' از پیام شاہجہان پوری، مطبوعہ لاہور 1970ء ص 352)

5- پرچہ ''کوثر'' لاہور، شمارہ 17 جون 1947ء

پرچہ ''کوثر'' لاہور، شمارہ 17 جون 1947ء

6- ''سیاسی جماعتیں طلباء کی عدالت میں'' از اشرف رضا مطبوعہ لاہور 1970ء ص 44)

7- مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی'' ۔ از ممتاز علی عاصی مطبوعہ لاہور 1964ء ص 57)

8- ''مکاتیب نواب بہادر یار جنگ'' مطبوعہ کراچی 1967ء ص 238۔256)

9- ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت'' 1953ء، ص 261)

10- ''علامہ اقبال، قائد اعظم، پرویز، مودودی اور تحریک پاکستان'' از چودھری حبیب احمد، مطبوعہ فیصل

آباد، 1972ء، ص258۔

11- ''ترجمان القرآن'' ذی الحجہ 1359ھ لاہور۔

12- ''سرگزشتِ پاکستان'' مطبوعہ لاہور 1974ء، ص208۔

13- ''روزنامہ نوائے وقت'' لاہور، 15 جولائی 1955ء (اداریہ)

14- ''ترجمان القرآن'' لاہور جمادی الآخر 1974ء

15- ''دیوبندی مذہب'' از مولانا غلام مہر علی، مطبوعہ چشتیاں، 1956ء

مجید نظامی اور ڈاکٹر اسرار احمد

جناب مجید نظامی (روزنامہ نوائے وقت) نے ڈاکٹر اسرار احمد کے پیچھے جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا کیونکہ ڈاکٹر اسرار احمد حسین احمد مدنی کی تعریف کرتے نہ تھکتے تھے جب کہ مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی نے قوم پرستی کا نعرہ پورے زور شور سے لگایا اور اپنا سارا زور کانگریس کے پلڑے میں ڈالا۔ تو ان بے بصیرت اور بے شعور علماء دیوبند کے سرخیل مولوی حسین احمد مدنی تھے۔ وہ جامہ جالوس میں عجیب دوئی اور تضاد کو چھپائے ہوئے تھے اور دہری وفاداری کے قائل تھے۔ اسلام سے وفاداری اور بطور ہندی قوم، ملک ہند سے وفاداری۔ قائد اور مسلم لیگ کے بارے میں وہ داڑھی اور نماز کا پیمانہ استعمال کرتے تھے اور بزعم خویش قائداعظم کو کافر اعظم کہنے اور ماننے والے مسلمانوں کی قیادت کا سزاوار نہیں گردانتے تھے۔ گاندھی اور نہرو تعلقات کے معاملے میں وہ اسلام کو ایک نجی معاملہ قرار دیتے تھے۔ حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے تین بلیغ اور جامع اشعار لکھ کر سرخیل دیوبند و کانگرس مولوی حسین احمد مدنی کے تمام علمی تبحر کو ہمیشہ کے لئے خاک میں ملا دیا۔

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زمقام محمد عربی ﷺ است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باونہ رسیدی تمام بولہبی است

(مجلہ "مرغزار" قائداعظم نمبر 1976، گورنمنٹ کالج شیخوپورہ ص 176-178)

حضرت علامہ اقبالؒ کے یہ اشعار آج تک دیوبندیوں کی چھاتیوں کا قابوس بنے

ہوئے ہیں۔ سٹپٹانے کے سوال کے ہاں کوئی چارہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبندی حضرات نے اپنی خفت چھپانے کے لئے حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی ذات پر کیچڑ اچھالنا اپنا وظیفہ حیات بنا رکھا ہے۔ مگر ابھی تک وہ مولوی حسین احمد مدنی کے بے بصیرت داغ دھونے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

ماہنامہ ''الرشید'' ساہیوال کے ''اقبال نمبر و مدنی نمبر'' ماہنامہ فیض الاسلام'' راولپنڈی کے ''اقبال نمبر'' میں مولوی مدنی کے پیروکاروں نے علامہ صاحب علیہ الرحمۃ کو جی بھر گالیاں دی ہیں اور اپنے خبث باطنی کو سب پر عیاں کر دیا۔

اس سلسلے میں مزید معلومات کے لئے مطالعہ فرمائیں۔

1- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور۔ 3 اکتوبر 1980ء۔

2- ''اقبال کا آخری معرکہ'' از سید نور محمد قادری، مطبوعہ لاہور 1979ء

3- ''اقبال اور محبت رسول'' از پروفیسر محمد طاہر فاروقی، مطبوعہ لاہور 1977ء

4- ''اقبال کے حضور'' از سید نذیر نیازی، مطبوعہ کراچی، 1971ء

5- ''اقبال کا سیاسی کارنامہ'' از محمد احمد خاں، مطبوعہ لاہور 1977ء

حسین احمد مدنی نے دو قومی نظریہ کی ڈٹ کر مخالفت کی اور متحدہ ہندوستان کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔ ''ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی سب شامل ہیں۔ حاصل کرنے کے لئے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہئے۔ ایسی مشترکہ آزادی، اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے اور اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔''

(''تاریخ نظریہ پاکستان'' از پیام شاہجہان پوری، لاہور، 1970ء)

حسین احمد مدنی کی ہندو نوازی

احمد علی دیوبندی لاہوری کی روایت ہے۔

جب مولوی مدنی آخری حج سے تشریف لا رہے تھے، تو ہم اسٹیشن پر شرف زیارت کے لئے گئے۔ حضرت کے متوسلین میں سے ایک صاحبزادہ محمد عارف ضلع جھنگ، دیوبند تک ساتھ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی تھے، جن کو ضرورت

فراغت لاحق ہوئی، وہ رفع حاجت کے لئے گئے اور الٹے پاؤں بادل نخواستہ واپس ہوئے۔ حضرت مولانا مدنی سمجھ گئے۔ فوراً چند سگریٹ کی ڈبیاں ادھر ادھر سے اکٹھی کیں اور لوٹا لے کر پاخانہ میں گئے اور اچھی طرح صاف کر دیا اور ہندو دوست سے فرمانے لگے، جائیے پاخانہ تو بالکل صاف ہے۔ نوجوان نے کہا کہ مولانا! میں نے دیکھا ہے پاخانہ بالکل بھرا ہوا ہے۔ قصہ مختصر وہ اٹھا اور جا کر دیکھا تو پاخانہ بالکل صاف تھا۔ بہت متاثر ہوا اور بھر پور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے باہر ہے۔" (بیس بڑے مسلمان، ص 514، 515)

"جمعیت العلماء کی ورکنگ کمیٹی نے اس تجویز پر غور کیا ہے کہ فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے لئے قوم پرست مسلمانوں کو منظم کیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ مسلم لیگ کی پالیسی ہندوستان اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ ان حالات میں مسلم لیگ سے ہمارا کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔"

(ادار یہ روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ 24 نومبر 1944ء)

یہاں ایک اور بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مولانا مدنی صاحب کھدر پوشی اور گاندھی کی اتباع میں اتنا غلو کرتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ جناب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ لکھتے ہیں۔

"سندھ کے فاضل جلیل مولانا ہاشم جان مجددی رحمۃ اللہ علیہ راقم سے فرماتے تھے کہ مولوی حسین احمد مدنی سندھ آئے اور یہاں بھرے مجمعوں میں صافے (عمامے پگڑی) اتروا کر کھدر کی ٹوپیاں پہنوائیں۔"

(تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص 124)

"حضرت مدنی لباس کے معاملے میں سخت گاڑھا کھدر پہننے میں بہت متشدد تھے اور ہمیشہ ساری عمر کھدر پہنا اور اس کے علاوہ اور بھی اشیاء دیسی استعمال کرتے تھے اور ملنے جلنے والوں سے بھی یہی پسند کرتے تھے کہ وہ دیسی کپڑا پہنیں اور دیسی اشیاء استعمال کریں۔......

دیسی لباس کے بارے میں اتنا اہتمام تھا کہ اگر کسی میت کو لٹھے وغیرہ کا کفن دیا جاتا تو اس کا

جنازہ تو پڑھ لیتے، مگر پڑھاتے نہیں تھے۔"

(میں بڑے مسلمان" ص 494)

لیکن صد افسوس کہ زندگی بھر غیر ممالک کی بنی ہوئی گاڑیوں میں سوار ہو کر پورے برصغیر میں کانگرس کی نمک حلالی اور پاکستان دشمنی کا حق ادا کرتے رہے۔

مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے مطالعہ فرمائیں:

1- "متحدہ قومیت اور اسلام" از حسین احمد مدنی، مطبوعہ لاہور 1975ء، ص 4
2- کاروان احرار ج 3، از جانباز مرزا، مطبوعہ لاہور ص 244)
3- روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 3 اکتوبر 1980ء۔
4- "قائداعظم میری نظر میں" از مرزا ابوالحسن اصفہانی، (شاہکار ایڈیشن لاہور 1976ء، ص 10)
5- "آزادی ہند" از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور، ص 151,146)
6- "تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہان پوری، لاہور 1970ء، ص 351
7- روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 14 اپریل 1945ء۔
8- "بہاول پور کی سیاسی تاریخ" از شہاب دہلوی، مطبوعہ بہاولپور، 1977ء، ص 129 تا 134)
9- روزنامہ "کوہستان" لاہور، 17 اگست 1967ء
10- عظیم قائد عظیم تحریک ص 375
11- "قائداعظم اور ان کا عہد" از رئیس احمد جعفری لاہور ص 660
12- "اقبال کے حضور" از سید نذیر نیازی، مطبوعہ کراچی۔ 1971ء، ص 174,161,166)

تحریک پاکستان میں اہل حدیث حضرات نے جو کردار ادا کیا، اس کی تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

1- "الحیات بعد الممات" از مولوی فضل حسین بہاری، مطبوعہ مکتبہ شعیب، حدیث منزل، کراچی نمبر 1۔ 1959ء ص 124 تا 140۔
2- "بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد" مطبوعہ لاہور 1969ء، ص 297۔
3- "تاریخ اہل حدیث" مطبوعہ لاہور 1970ء ص 421۔
4- "جنگ آزادی 1857ء" مطبوعہ کراچی 1976ء ص 410۔
5- "اہل حدیث کا مذہب" مطبوعہ لاہور، 1955ء ص 177۔

6- ''ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک'' ص 29/212۔ بحوالہ ''جنگ آزادی'' از پروفیسر محمد ایوب قادری ص 65,64 و ''حیات سید احمد شہید'' از محمد جعفر تھانیسری، مطبوعہ کراچی (مقدمہ) 1968ء ص 26,25)

7- رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' ج 8، شمارہ نمبر 9، ص 262 بحوالہ ''حیات سید احمد شہید'' (مقدمہ) ص 67۔

8- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، 10 اکتوبر 1982ء۔

9- ''مشکلات لالہ'' از شیخ محمد سعید، ص 108۔

10- ''بوئے گل نالہ دل، دود چراغ محفل''۔ از شورش کاشمیری، ج 1، مطبوعہ لاہور 1972ء، ص 343۔

11- ''تاریخ وہابیہ'' از مولانا محمد رمضان علی قادری، مطبوعہ فیصل آباد 1976ء، ص 117

باب 6

مختصر تاریخ دیوبند

ایک ہنگامہ محشر ہو تو اس کو بھولوں!
سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

21-22-23 مارچ 1980ء کو دیوبندیوں نے مدرسہ دیوبند میں صد سالہ جشن دیو بند منایا۔ ایک مشرکہ عورت اندرا گاندھی کو کرسی صدارت پر بٹھایا اور اندرا گاندھی زندہ باد کے نعرے لگائے۔ اندرا گاندھی نے دیوبندیوں سے انتہائی پیار کا اظہار کیا۔ اس جشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے بھارتی ریڈیو۔ ٹی۔ وی، اخبارات، رسائل، ریلوے وغیرہ ذرائع سے ہر ممکن تعاون کیا۔ بھارتی محکمہ ڈاک وتار نے اس موقع پر 30 پیسے کا ایک یادگار ٹکٹ جاری کیا، جس پر مدرسہ دیوبند کی تصویر نمایاں تھی۔ اندرا حکومت نے جشن دیوبند کی تقریبات پر ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کر کے دیوبند سے دلی محبت کا اظہار کیا۔ پچاس ہزار دیوبندی، اندرا گاندھی کے بیٹے سنجے گاندھی کی روٹیاں کھاتے رہے اور کئی دیوبندی ہندوؤں کے گھروں میں چار چار دن تک ٹھہرے رہے۔ مسلمانوں کی قاتلہ، مشرکہ عورت اندرا گاندھی کے علاوہ دیوبند کے اسٹیج پر مسٹر راج نرائن، جگ جیون رام، مسٹر بہوگنا جیسے مشرکوں نے بھی اپنے قدم ٹکائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ دیوبندی ٹولہ جو اپنے آپ کو توحید کا پرستار اور ٹھیکیدار سمجھتا ہے اور اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک جانتا ہے، اس دیوبندی ٹولے نے مسلمانوں کے دشمن، اسلام و پاکستان کے دشمن، کافروں مشرکوں کو اپنے جشن دیوبند کا صدر بنا کر تقریبات کا افتتاح ان کے ناپاک ہاتھوں سے کرایا (نہایت

افسوس کہ پورے ملک میں صدارت کے لئے انہیں کوئی مسلمان نظر نہ آیا) کتنا عجیب منظر ہے کہ نہرو کا فرکی کافرہ مشرکہ بیٹی بن سنور کر بے پردہ دیو بند کے اسٹیج پر براجمان ہے......
اور جشن عید میلاد النبی ﷺ کو شرک وبدعت کہنے والی ان رندوں کی ٹولی کو مست بنا رہی ہے۔

تیری آواز کا جادو تو چلا محفل پر
کچھ تو وہ تھے جنہیں تیری ادا مار گئی

دیو بندی مولوی، اس نازنین دیوی پرست مشرکہ کے قدموں میں بیٹھے اپنی وفا کے گلدستے نچھاور کر رہے ہیں اور طویل ترین داڑھیاں ہلا کر نعرے لگا رہے ہیں۔ یہ ہے ان کھدر پوش بھگوانوں کی توحید پرستی کی رنگین کہانی!

نہ ادھر اُدھر کی تو بات کر، یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا؟
مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں، تیری رہبری کا سوال ہے

اندرا گاندھی تالیوں کی گونج اور زندہ باد کے نعروں کی گرج میں دیو بند کے اسٹیج پر براجمان ہوئی (جہاں صرف علماء کو ہونا چاہیے تھا) بانی مدرسہ دیو بند کے نواسے اور مدرسہ دیو بند کے بزرگ مہتمم قاری محمد طیب نے اندرا دیوی کو ''عزت مآب وزیر اعظم ہندوستان'' کہہ کر خیر مقدم کیا اور اسے ''بڑی بڑی ہستیوں'' میں شمار کیا۔ اندرا رانی نے اپنے خطاب میں بالخصوص کہا کہ:

''ہماری آزادی اور قومی تحریکات سے دارالعلوم دیو بند کی وابستگی اٹوٹ رہی ہے۔''
علاوہ ازیں جشن دیو بند کے اسٹیج سے پنڈت نہرو کی رہنمائی و متحدہ قومیت کے کردار کو اہتمام سے بیان کیا گیا۔ بھارت کے پہلے صدر راجندر پرشاد کے حوالہ سے دیو بند کو آزادی (ہند) کا ایک مضبوط ستون قرار دیا گیا۔

(ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ جمادی الآخر 1400ھ مطابق اپریل 1980ء)

تصویر

روزنامہ جنگ کراچی 3 اپریل 1980ء کی ایک تصویر میں دیو بندی مولویوں کے

جھرمٹ میں ایک ننگے منہ، ننگے سر، برہنہ باز دعورت کوتقریر کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور تصویر کے نیچے لکھا ہے:

''مسز اندرا گاندھی دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر تقریر کر رہی ہیں''۔

روزنامہ 'نوائے وقت'' لاہور، 9 اپریل 1980ء کی تصویر میں ایک مولوی کو اندرا گاندھی کے ساتھ دکھایا گیا ہے اور تصویر کے نیچے لکھا ہے۔

''مولانا راحت گل، مسز اندرا گاندھی سے ملاقات کرنے کے بعد واپس آ رہے ہیں۔''

سنجے گاندھی کی دعوت

اندرا گاندھی کے بیٹے سنجے گاندھی نے کھانے کا وسیع انتظام کر رکھا تھا۔ سنجے گاندھی نے تقریباً پچاس ہزار افراد (دیوبندیوں) کو تین دن کھانا دیا، جو پلاسٹک کے لفافوں میں بند ہوتا تھا۔ بھارتی حکومت کے علاوہ وہاں کے غیر مسلم باشندوں، ہندوؤں اور سکھوں نے بھی دارالعلوم کے ساتھ تعاون کیا۔

(روزنامہ امروز، لاہور، 9 اپریل 1980ء)

ہندوؤں کا شوق میزبانی

کئی مندوبین (دیوبندی علماء) کو ہندو اصرار کر کے اپنے گھر لے گئے، جہاں وہ چار دن ٹھہرے۔

(روزنامہ ''امروز'' لاہور، 27، مارچ 1980)

بھارتی حکومت نے جشن دیوبند کی تقریبات پر ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کیے، جب کہ ساٹھ لاکھ روپے دارالعلوم نے اس مقصد کے لئے اکٹھے کیے۔

(روزنامہ ''امروز'' لاہور، 27 مارچ 1980ء)

مرکزی حکومت ہند نے قصبہ دیوبند کی نوک پلک درست کرنے کے لئے 30 لاکھ روپے کی گرانٹ الگ مہیا کی۔ روٹری کلب نے ہسپتال کی صورت میں اپنی خدمات پیش

کیمپ، جس میں دن رات ڈاکٹروں کا انتظام تھا۔

(روزنامہ "جنگ" راولپنڈی، 2 اپریل 1980ء)

ہنگامی طور پر جلسہ کے گرد متعدد نئی سڑکوں کی تعمیر کی گئی اور بجلی کی ہائی پاور لائن مہیا کی گئی۔ بھارتی کسٹم اور امیگریشن حکام کا رویہ بہت اچھا تھا۔ انہوں نے مندوبین کو کسی قسم کی تکلیف نہیں آنے دی۔

(روزنامہ "امروز" لاہور 9 اپریل 1980ء)

تقریبات جشن کے انتظامات وغیرہ پر 75 لاکھ سے زائد رقم خرچ کی گئی۔ پنڈال پر چار لاکھ سے بھی زیادہ کی رقم خرچ ہوئی۔ کیمپوں پر ساڑھے چار لاکھ سے بھی زیادہ رقم خرچ ہوئی۔ بجلی کے انتظام پر تین لاکھ سے بھی زیادہ روپیہ خرچ ہوا۔

(روزنامہ "جنگ" راولپنڈی 2 اپریل 1980ء / روزنامہ "امروز" لاہور 9 اپریل 1980ء)

مولوی فضل الرحمٰن کے باپ مفتی محمود نے اسٹیج پر مسز اندرا گاندھی سے ملاقات کی اور ان سے دہلی جانے اور ویزے جاری کرنے کے لئے کہا، اس پر اندرا گاندھی نے ہدایت جاری کی کہ جو چاہے اسے ویزا جاری کردیئے جائیں، چنانچہ بھارتی حکومت نے دیوبند میں ویزا آفس کھول دیا۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور۔ 26 مارچ 1980ء)

زائرین دیوبند جشن دیوبند میں شرکت کے علاوہ واپسی پر وہاں سے بے شمار تحفے تحائف بھی ہمراہ لائے ہیں۔ ان میں کھیلوں کا سامان، ہاکیاں اور کرکٹ گیندوں کے علاوہ سیب، گنے، ناریل، کیلا، اناس، کپڑے، جوتے، چوڑیاں، چھتریاں اور دوسرا اسمگلڑوں قسم کا سامان شامل ہے۔ حد تو یہ ہے کہ چند ایک زائرین اپنے ہمراہ لکڑی کی بڑی بڑی پارٹیشنیں بھی لاہور لائے ہیں۔

(روزنامہ "مشرق" لاہور، روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، مارچ 1980ء)

وقار انبالوی

مولانا احتشام الحق صاحب (تھانوی) کا یہ کہنا:

''بہ دیو بند مسز اندرا، ایں چہ بوالعجبی است''

کی وضاحت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ یہ تو اب تاریخ دیو بند کا ایسا موڑ بن گیا ہے کہ مؤرخ اسے کسی طرح نظر انداز کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے دامن سے یہ داغ شاید ہی مٹ سکے۔ وقتی مصلحتوں نے علمی غیرت اور حمیت فقر کو گہنا دیا تھا۔ اس فقیر کو یاد ہے کہ ''متحدہ قومیت'' کی ترنگ میں ایک مرتبہ بعض علماء سوامی سردھانند کو جامع مسجد دہلی کے منبر پر بٹھانے کا ارتکاب بھی کر چکے ہیں، لیکن دو برس بعد اسی سردھانند نے مسلمانوں کو شدھ کرنے یا پھر بھارت سے نکالنے کا نعرہ بھی لگایا تھا۔

(سر راہے روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، 29 مارچ 1980ء)

قہر خداوندی

دار العلوم دیو بند کے صد سالہ اجلاس کے بعد سے ایک خانہ جنگی شروع ہوئی، جو برابری جاری ہے اور اس عاجز کے نزدیک وہ قہر و عذاب خداوندی ہے۔ راقم سطور تقریباً ساٹھ سال سے اخبارات بھی و رسائل کا مطالعہ کرتا رہا ہے، ان میں وہ رسالے اور اخبارات بھی ہوتے ہیں، جن میں سیاسی ۔ مذہبی مخالفین کے خلاف لکھا جاتا تھا اور خوب خبر لی جاتی تھی، لیکن مجھے یاد نہیں کہ ان میں سے کسی کے اختلافی مضامین میں شرافت کو اتنا پامال اور ذالت وسفالت کو ایسا استعمال کیا گیا ہو، جیسا کہ دار العلوم دیو بند سے نسبت رکھنے والے ان ''مجاہدین قلم'' نے کیا ہے۔ پھر ہماری انتہائی بدقسمتی کہ ان میں وہ حضرات بھی ہیں، جو دار العلوم کے ''سند یافتہ'' فضلاء بتائے جاتے ہیں۔''

(ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ۔ فروری 1981ء) (ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور 20 مارچ 1981ء)

تلاوت و ترانہ کے بعد اسٹیج پر کچھ غیر معمولی حرکات کا احساس ہوا، اس لئے کہ شری متی اندرا گاندھی اجلاس میں آ رہی ہیں۔ اسٹیج پر موجود تمام عرب وفود دو رویہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اندرا گاندھی، ان سب کے خوش آمدید کا مسکراہٹ سے جواب دیتے ہوئے آئیں۔ انہیں مہمان خصوصی کی کرسی پر جو صاحب صدر اور قاری محمد طیب کی کرسیوں کے درمیان تھی، بٹھایا گیا (جب کہ دیگر بڑے بڑے علماء بغیر کرسی کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے)۔ شریمتی کو

دیکھنے کے لئے زبردست ہلچل مچی۔ تمام حاضرین اور خصوصاً پاکستانی شرکاء شریمتی کو دیکھنے کے لئے بے تاب تھے۔ شری متی ایک مرصع اور سنہری کرسی پر لاکھوں لوگوں کے سامنے جلوہ گر تھیں۔ شری متی نے سنہری رنگ کی ساڑھی پہنی ہوئی تھی اور ان کے ہاتھ میں ہلکے رنگ کا ایک بڑا سا پرس تھا۔

قاری محمد طیب صاحب کے خطبہ استقبالیہ کے دوران مصر کے وزیر اوقاف عبداللہ بن سعود نے شریمتی اندرا گاندھی سے ہاتھ ملایا۔ نیز شریمتی اور مفتی محمود صاحب تھوڑی دیر اسٹیج پر کھڑے باتیں کرتے رہے۔ بعض شرکاء دیوبند کا کہنا ہے کہ اندرا گاندھی بن بلائی آئی تھی۔ اگر یہ درست مان لیا جائے، تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے مہمان خصوصی کی کرسی پر کیوں بٹھایا گیا ہے؟ تقریر کیوں کرائی گئی؟ چرن سنگھ اور جگ جیون رام وغیرہ نے ایک مذہبی اسٹیج پر تقاریر کیوں کیں؟ کیا یہ سب کچھ دارالعلوم دیوبند کے منتظمین کی خواہش کے خلاف ہوتا رہا؟ دراصل ایک جھوٹ چھپانے کے لئے انسان کو سو اور جھوٹ بولنا پڑتے ہیں۔ کاش علماء کو خدا سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ایک پاکستانی ہفت روزہ میں مولانا عبدالقادر آزاد نے غلط اعداد و شمار بیان کیے ہیں۔ یہ بات انتہائی قابل افسوس ہے۔ ان کے مطابق دس ہزار علماء کا وفد پاکستان سے گیا تھا، حالانکہ علماء و طلبہ ملا کر ساڑھے آٹھ سو افراد ایک خصوصی ٹرین کے ذریعہ دیوبند گئے تھے۔ اجتماع کی تعداد مولانا (آزاد) نے کم از کم ایک کروڑ بتائی ہے۔ حالانکہ خود منتظمین جلسہ کے بقول پنڈال تین لاکھ آدمیوں کی گنجائش کے لئے بنایا گیا تھا۔ کاش! ہم لوگ حقیقت پسند بن جائیں۔ اعداد و شمار کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا انتہائی افسوسناک ہے۔ عرب وفود کے لئے طعام و قیام کا عالی شان انتظام تھا۔ ڈائننگ ہال اور اس میں طعام کا ٹھیکہ دہلی کے انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل کا تھا۔ عربوں کے لئے اس مخصوص انتظام نے مساوات اسلامی، سادگی اور علماء ربانی کے تقدس کے تصور کی دھجیاں اڑا دیں۔ ایسا لگتا تھا کہ کل انتظام کا 75 فیصد بوجھ عرب وفود کی دیکھ بھال اور اہتمام کی وجہ سے تھا۔

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور، جون 1980ء، آنکھوں دیکھا حال)

آپ اپنی ہی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

سیدہ اندرا گاندھی

روزنامہ ''اخبار العالم الاسلامی'' سعودی عرب نے لکھا ہے کہ ''سعودی حکومت نے دار العلوم دیو بند کو دس لاکھ روپے وظیفہ دیا۔ جب کہ سیدہ اندرا گاندھی نے جشن دیو بند کے افتتاحی اجلاس میں خطاب کیا۔

(اخبار العالم الاسلامی 14 جمادی الاولیٰ 1400ھ)

موحد در مدح مشرک

روزنامہ ''جنگ'' راولپنڈی یکم اپریل 1980ء کی اشاعت میں ایک باتصویر اخباری کانفرنس میں مولوی غلام خان کا بیان شائع ہوا کہ جشن دیو بند کو کامیاب بنانے کے لئے بھارت کی حکومت نے بڑا تعاون کیا ہے۔ سوا کروڑ روپے خرچ کر کے اندرا حکومت نے اس مقصد کے لئے سڑکیں بنوائیں۔ نیا اسٹیشن بنوایا۔ ہم سے نصف کرایہ لیا اور دار العلوم دیو بند کی تصویر والی ٹکٹ جاری کی۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی نے بھارت کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا ہے۔ وہاں باہر سے کوئی چیز نہیں منگواتے۔ اس کے مقابلے میں پاکستان اب بھی گندم تک باہر سے منگوا رہا ہے۔ پاکستان میں باہمی اختلافات اور نوکر شاہی نے ملک کو ترقی کی بجائے نقصان کی طرف گامزن کر رکھا ہے۔

(روزنامہ ''جنگ'' راولپنڈی اپریل 1980ء)

اندرا گاندھی کا مرثیہ

''بھارتی وزیر اعظم آنجہانی مسز اندرا گاندھی کے قتل پر جس طرح پاکستان میں موجود سابق قوم پرست علماء اور کانگریس کے سیاسی ذہن وفکر کے ترجمان ''وارثان منبر ومحراب'' نے تعزیت کی ہے۔ وہ کوئی قابل فخر اور دینی حلقوں کے لئے عزت کا باعث نہیں ہے۔ قومی اخبارات میں خبر شائع ہوئی ہے کہ نظام العلماء پاکستان کے نامور رہنماؤں مولانا محمد شریف

وتو، مولانا زاہد الراشدی اور مولانا بشیر احمد شاد نے اپنے بیان میں کہا ہے:

''اندرا گاندھی نے اپنے دور اقتدار میں جمعیت علماء ہند اور دار العلوم دیوبند کی قومی خدمات کا ہمیشہ اعتراف کیا اور ہر طرح کی معاونت اور حوصلہ افزائی کرتی رہیں۔ نیز ان رہنماؤں نے یہ بھی کہا کہ اندرا نے جشن دیوبند میں اکابر دیوبند سے اپنے خاندانی تعلقات کا برملا اظہار کیا۔''

یہ پڑھ کر انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ سیکولرازم کے علمبرداران سابق کانگرسی علماء کو ابھی تک اندرا کے خاندانی تعلق پر کس قدر فخر ہے...... کس قدر ستم کی بات ہے کہ ان مٹھی بھر لوگوں نے ابھی تک اپنے دل میں پاکستان کی محبت کے بجائے اندرا گاندھی سے تعلق کو سجا رکھا ہے، اس لئے پاکستانی عوام اور حکومت کو ان الفاظ پر غور کرنا چاہئے کہ یہ ابھی تک تحریک پاکستان کی تلخیاں اپنے دلوں سے نہیں نکال سکے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی کو ان کے اپنے قول کے مطابق جس طرح فرزندان دیوبند کی اکثریت غلیظ گالیوں سے نوازتی تھی، وہ فکر آج تک ان لوگوں کے سینوں میں عداوت پاکستان کا ایک تناور درخت بن چکی ہے، ورنہ اس وقت پنڈت موتی لال نہرو اور پنڈت جواہر لال نہرو کا جناب سید احمد بریلوی اور جناب اسماعیل دہلوی سے فکری تعلق جوڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ دیوبند کے ان رہنماؤں نے یہ بیان دے کر آج بھی دو قومی نظریے کی نفی کی ہے۔ تحریک آزادی میں ہندوؤں کے ساتھ کانگرسی خیال کے علماء کے کردار کو نمایاں کرنا ہمارے لئے باعث شرم ہے۔''

(روزنامہ ''آفتاب'' لاہور، 3 نومبر 1984ء)

مزید معلومات کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیجئے:

1- ''دیوبند حقائق'' از علامہ ابوداؤد محمد صادق۔ (مطبوعہ مکتبہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ)
2- ''نشانی'' از علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی۔ (مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ، سیرانی روڈ۔ بہاولپور)
3- ''زیروزبر'' از علامہ ارشد القادری۔ (مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال)
4- ''مخالفین پاکستان'' از علامہ محمد ضیاء اللہ قادری۔ (مطبوعہ، قادری کتب خانہ تحصیل بازار، سیالکوٹ)
5- ''علماء حق'' از علامہ خلیل اشرف اعظمی قادری۔ (مطبوعہ مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ساہیوال)

6- ''جعفران ایں زماں'' از علامہ میاں محمد صادق قصوری۔ (مطبوعہ مکتبہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ)

7- ''مشعل راہ'' از علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری۔ (مطبوعہ فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور)

8- ''دیوبندی مذہب'' از علامہ غلام مہر علی (مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

9- ''باطل اپنے آئینے میں'' از علامہ محمد صدیق نقشبندی (مطبوعہ مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ساہیوال)

10- امتیاز حق، از راجا غلام محمد (مطبوعہ مکتبہ قادریہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

''دارالعلوم دیوبند کو ہندو امراء باقاعدہ چندہ دیا کرتے تھے۔''

''بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کے دور میں ''دستور العمل چندہ'' اور ''ذکر آئین چندہ'' کے الفاظ ''چندہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں اور نہ خصوصیت مذہب وملت''

(سوانح قاسمی ج 2 ص 317 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

''ہندو دارالعلوم دیوبند کو اخبارات اور کتب مفت مہیا کرتے، مولوی قاسم نانوتوی شکریہ کے ساتھ ان کی سخاوت اور عنایت کی تعریف کرتے، ان کے کاروبار، تجارت اور کارخانہ جات کی دمبدم ترقی، ان کی قوت اور آزادی کے لئے دعا کرتے۔''

(سوانح قاسمی، ج 2 ص 316 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

محمود الحسن کی جے

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے ''الافاضات یومیہ'' ج 6، ص 255 پر لکھا ہے۔ ''جس وقت حضرت مولانا محمود الحسن کا موٹر چلا، تو ایک دم اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا، اور اس کے بعد گاندھی جی کی جے۔ مولوی محمود الحسن کی جے کے نعرے بلند ہوئے۔''

کرپارام برھمچاری

امیر شریعت دیوبندیہ عطاء اللہ بخاری احراری نے دیناج پور جیل میں اپنا نام پنڈت کرپارام برہمچاری رکھ لیا تھا۔ (عطاء اللہ بخاری ص 73)

حسین احمد مدنی کانگرسی

اجودھیا باشی کے متعلق ظفر علی خاں ایڈیٹر روزنامہ ''زمیندار'' لاہور ''چمنستان'' کے ص 187 پر لکھتے ہیں۔

حسین احمد سے کہتے ہیں خزف ریزے مدینے کے
کہ لٹو آپ بھی کیا ہو گئے سنگم کے موتی پر

احرار پارٹی اور دیوبندی کانگرسی امیر شریعت:

ہندوؤں سے، نہ سکھوں سے نہ سرکار سے ہے
گلہ رسوائی اسلام کا احرار سے ہے
پانچ ٹکوں کا ہے پابند شریعت کا امیر
اس میں طاقت ہے تو کرپان کی جھنکار سے ہے
آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل
سب یہ ذلت اسی طبقہ عذار سے ہے!
اٹھو کہ گھوم رہے ہیں خزاں کے ہر کارے
چمن بچاؤ کہ غم آشیاں کا وقت نہیں

قارئین کرام! آپ نے اسلام دشمن طاقتوں کے ایجنٹ اور کاسہ لیسیوں کی اندوہناک داستان کا مطالعہ کیا اور بخوبی اس نتیجے پر پہنچے کہ مذہبی لبادہ اوڑھ کر باغی اور یزید پلید کے پرچارک ہیں۔ اجمیر شریف اور سالار مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری کو ماں کے ساتھ زنا سے بدتر کہتے ہیں، لیکن مولوی حق نواز کی قبر پر جانا کا ثواب گردانتے ہیں۔ گیارہویں شریف کے ختم کو حرام اور خنزیر بتاتے ہیں، لیکن کوا کھانا ثواب سمجھتے ہیں۔ امام حسین ﷺ کی سبیل کو حرام اور ہندوؤں کے پیاپرشاد کے پانی کو جائز لکھتے ہیں۔ خود ہی انصاف کریں، وہ آپ کے اور مملکت خداداد پاکستان کے کس طرح وفادار ہو سکتے ہیں؟ یہ لوگ اپنی نجی محفلوں میں کئی بار اظہار بلکہ تنور شکم

کے انگارے اگل چکے ہیں کہ شیعوں کے بعد ان (مسلمان سنی بریلوی) کی خبر لیں گے۔ آپ کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں؟ یہ لوگ آپ کے ساتھ مل کر یا آپ کو ساتھ ملا کر اپنے اوپر "سنی" ہونے کا لیبل لگا رہے ہیں اور آپ کو فقط بریلوی کہہ کر ایک فرقہ ظاہر کرتے ہیں۔ آپ کے ووٹوں سے سیاست چمکا رہے ہیں۔

آپ پر کھڑے ہو کر اپنے آپ کو قد آور ثابت کر رہے ہیں۔ آپ باہمی افتراق وانتشار کا شکار ہیں۔ دشمن آپ کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتا چلا جا رہا ہے۔...... اگر ...... آپ چاہتے ہیں کہ اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی عظمت کے جھنڈے لہراتے رہیں، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی قربانیوں کے تذکرے ہوتے رہیں اولیاء کرام کی مشعلیں فروزاں رہیں۔ آپ کے نظریات واعتقادات کا تحفظ ہو تو پھر گستاخ و بے ادب ٹولہ سے اظہار برات کریں اور برملا اعلان کر دیں۔

چھٹ جائے اگر دولت کونین تو کیا غم
چھوٹے نہ مگر ہاتھ سے دامان محمد ﷺ
اب جس کا جی چاہے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا

دیگر دیوبندی عقیدے

کینسر نمبر 1

شیطان کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔ (معاذ اللہ)

(براہین قاطعہ ص 51)

شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم علیہ السلام کو ثابت کرنا شرک نہیں۔ تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت (زیادتی) نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت کی کونسی نص قطعی ہے۔

جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے آپ کا معاملہ ہوا آپ کو اردو زبان آگئی

(براہین قاصعہ ص 26)

کینسر نمبر 2

مولوی محمد اسماعیل دہلوی فرماتے ہیں۔

خدا تعالیٰ مکر بھی کرتا ہے اللہ کے مکر سے ڈرنا چاہئے۔ (تقویۃ الایمان ص 55)

رسالت مآب ﷺ کا نماز میں خیال بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے کئی مرتبہ زیادہ برا ہے (صراط مستقیم فارسی ص 95، اردو ص 201)

ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

(تقویۃ الایمان ص 15)

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبرائیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔

(تقویۃ ص 36)

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تقویۃ ص 49)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (تقویۃ ص 17)

جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار۔ ان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار (بے اختیار) ہے۔ (تقویۃ ص 78)

کسی بزرگ (نبی ولی) کی شان میں زبان سنبھال کر بولو۔ اور جو بشر کی سی تعریف ہو۔ وہی کرو۔ اس میں بھی اختصار ہی کرو (تقویۃ ص 78)

حضور ﷺ پر بہتان باندھتے ہوئے آپ ﷺ کی طرف سے لکھا کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ ص 75)

کینسر نمبر 3

امتی نبی سے مرتبہ میں بڑھ سکتا ہے۔

انبیاء اپنی امتوں سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

(تحذیر الناس از قاسم نانوتوی صفحہ 5 مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ)

کینسر نمبر 4

ختم نبوت کا انکار

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی ﷺ میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ ﷺ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

(تحذیر الناس از قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند: صفحہ 28)

کینسر نمبر 5

حضور کا علم جانوروں جیسا ہے (معاذ اللہ)

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ

مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات اور بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان از مولوی اشرف علی تھانوی: صفحہ 8)

یہ ہے دیوبندی اور بریلوی اختلاف

یہ وہابی لوگ رسول کریم ﷺ کی محبت کے تاج محل میں اپنی کینسر زدہ سوچ کی اینٹیں لگانا چاہتے تھے...... یہ بڑا کڑا وقت تھا اس وقت منافقت کا نام حکمت نہ تھا...... اس وقت جھوٹ کو ادھیڑنے اور سچ کو بننے والے لوگ موجود تھے ...... ان سچے لوگوں کی قیادت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اقبال کو منتخب فرمایا...... اقبال نے اس سازش کو اپنے مخصوص انداز میں بیان فرمایا:

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
ملاں کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

(ضرب کلیم: 146)

میرے پیارے قاری! ذرا سوچ اقبال نے اس کینسر زدہ سوچ کے کس طرح بخیے ادھیڑے ہیں۔

اس روحانی کینسر کی روداد دلخراش بھی ہے اور دل سوز بھی لیکن کہے بغیر چارہ بھی نہیں اور اس کے بغیر اقبال کی خدمات کا اور کوئی تعارف بھی نہیں کیونکہ اس کینسر کا علاج اس نے کیا تھا۔

اقبال رسول کریم ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پیش گیتی جبیں فرسودہ است

خویش راخود عبدہ فرمودہ است

رسول کریم ﷺ کے سامنے ساری دنیا دلوں کے سجدے کرتی ہے اور وہ خود اپنے آپ کو عبدہ (اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ) فرماتے ہیں۔

عبدہ از فہم تو بالاتر است

زاں کہ اوہم آدم وہم جوہر است

عبدہ کی شان عظیم تیرے فہم سے بالاتر ہے جب کہ آدم علیہ السلام آپ کے نور مبارک سے پیدا کیے گئے ہیں۔

عبد گر عبدہ چیز دگر

ما سراپا انتظار او منتظر

عبد (عام انسان) اور عبدہ (اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ) میں بڑا فرق ہے۔ ہم انتظار کرنے والوں میں سے ہیں اور ان کا انتظار کیا جاتا ہے۔

عبدہ دہر است دھراز عبدہ ست

ماہمہ رنگیم اوبے رنگ و بو است

رسول کریم ﷺ زمانے کی جان ہیں اور وقت کی رفتار آپ ﷺ ہی کی وجہ سے ہے۔ ہم تو مختلف رنگوں کے قیدی ہیں آپ رنگ اور بو سے ماورا ہیں۔

عبدہ با ابتداء بے انتہا است

عبدہ صبح و شام کجا است

صبح و شام رسول کریم ﷺ کی پابند ہے کیونکہ آپ کا نور مبارک ہر شے کی ابتداء ہے اور آپ کی عظمت سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی آگاہ نہیں ہے۔

جوہر اونے عرب نے اعجم است

آدم است و ہم ز آدم اقوم است

نورانیت مصطفیٰ ﷺ نہ عربی ہے اور نہ ہی عجمی ...... آپ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں لیکن آپ کا نور مبارک آدم علیہ السلام سے بھی پہلے تخلیق کیا جا چکا

تھا۔

عبدہ صورت گر تقدیرھا

اندر ویرانہ تعمیرھا

رسول کریم ﷺ سب انسانوں کی تقدیر کے صورت گر ہیں۔ آپ تو ویرانے میں گلستان پیدا فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ...... کیا عقیدہ ہے...... اور اس بیان پر قربان جائیں اقبال کی نظر میں کہ سرور کائنات ﷺ صورت گر تقدیر ہیں جب کہ روحانی کینسر میں مبتلا شخص کے خیال فاسد میں جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں سچ کہا ہے اقبال نے:

کس ز سر عبدہ آگاہ نیست

عبدہ جز سر الا اللہ نیست

حضور سرور عالم کی اصل سے کوئی بھی آگاہ نہیں آپ اللہ تعالیٰ کا بھید ہیں

شعر مدعا پیدا نگردد و زین دو بیت

تا نہ بینی از مقام اذ رمیت

آخر میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ تجھے میری بات اس وقت تک سمجھ نہیں آ سکتی اور نہ ہی میرے اشعار آ سکتے ہیں جب تک تو اس بات پر غور نہ کرے کہ قرآن میں اللہ نے فرمایا:

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ (الانفال: 17)

اے محبوب ﷺ ہجرت کی رات کنکریاں آپ نے نہ پھینکی تھیں بلکہ وہ پھینکنے کا عمل اللہ کریم نے فرمایا تھا۔ (سیرت اقبال از ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی 317)

ابوالکلام صاحبزادہ فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے درویش لاہوری مرد قلندر علامہ اقبال سے ایک دن پوچھا کہ علامہ صاحب! یہ تو بتائیں کہ آپ نے خدا کو کیسے مان لیا اور اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ علامہ صاحب نے فوراً برجستہ جواب دیا۔

با خدا در پردہ گویم تو گویم آشکار
یا رسول اللہ او پنہاں و تو پیدائے من

(پیام مشرق: 242)

حضرت خطیب الاسلام نے فرمایا کہ میں یہ جواب سن کر جھوم اٹھا میں نے سوچا کہ اقبال کا یہ فارسی پیغام پنجابی زبان میں اپنی قوم کو سنا دوں تا کہ افادہ عام ہو جائے تو میں نے اقبال کے فارسی کلام کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

کملی والیا! رب میرے لئی باطن اے
تے توں میرے لئی ظاہر ایں
میں وی رب نوں رب منیاں
تے توں وی رب نوں رب منیاں
پر میرے من تے تیرے من وچہ فرق اے
توں سب تھیں پہلاں منیاں اوہنوں
تے میں پہلاں منیا تینوں تے فیر منیا اوہنوں
پر توں منیا ویکھ کے، تے میں منیا سن کے
میری شنیداے، تے تیری دید اے
ہن میں جاناں، تے توں جانیں
اگے توں جانیں، تے او جانیں

(البیان، علامہ محمد سعید احمد مجددی ص 50 مطبوعہ گوجرانوالہ)

آئندہ صفحات میں اقبال کے اشعار پڑھ کر قارئین یقیناً چونک اٹھیں گے۔ کیونکہ علامہ اقبال کا رسول کریم ﷺ کو مولائے کل کہنا...... قرآن کہنا فرقان کہنا...... صورت گر تقدیر کہنا...... طٰہٰ کہنا...... حقیقت منتظر کہنا...... یٰسین کہنا...... اور اللہ کریم کی ذات کا عرفان بخشنے والا کہنا اصل میں اس روحانی کینسر کا علاج ہے جسے شہید لیلائے نجد نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں درج کیا تھا اور اقبال نے اس کا جواب

یہ کہہ کر دے دیا کہ۔

خرقہ آں برزخ ''لایبغیان''
دیدمش درنکتہ لی ''خرفتان''

(مثنوی مسافر: 148)

اقبال فرماتے ہیں۔

یہ اس ہستی کا لباس مبارک ہے جس کے دونوں دست مبارک رحمت و عطا کے سمندر تھے اور ان بازوؤں کی طاقت و ہمت کا یہ عالم ہے کہ جس طرح دو سمندر دیکھنے میں، ایسا لگتا ہے کہ ملے ہوئے ہیں حالانکہ ان میں روک ہے۔ اتنا عظیم الشان انسان ہو کر اپنی زبان سے فرماتا ہے میرے دو لباس ہیں ایک فقر اور دوسرا جہاد...... اللہ اکبر اقبال رسول کریم ﷺ کو بڑا بھائی نہیں بلکہ عطا کا سمندر کہہ رہا ہے۔

اقبال اور تقویۃ الایمان

تاریخ تصوف سے فارغ ہولوں تو ''تقویۃ الایمان'' کی طرف توجہ کروں گا۔ فی الحال جو فرصت ملتی ہے اسی مضمون کی نذر ہو جاتی ہے افسوس کہ ضروری کتب لاہور کے کتب خانوں میں نہیں ملتیں۔ جہاں تک ہو سکا میں نے تلاش کی ہے۔''

(اقبال نامہ حصہ دوئم مرتبہ شیخ عطاء اللہ ص 51,50)

اقبال کی وصیت

اس جگہ جاوید کے نام علامہ کی وصیت کا کچھ حصہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔
وہ لکھتے ہیں۔

دینی معاملے صرف اسقدر کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے عقائد میں بعض جزوی مسائل کے سوا جو ارکان دین میں سے نہیں ہیں۔ سلف صالحین کا پیرو ہوں اور یہی راہ بعد کامل تحقیق کے محفوظ معلوم ہوتی ہے۔

جاوید کو بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اسی راہ پر گامزن رہے۔ اور اس بدقسمت ملک ہندوستان میں مسلمانوں کی غلامی نے جو دینی عقائد کے نئے فرقے مختص کر لئے ہیں ان سے احتراز کرے۔

بعض فرقوں کی طرف لوگ محض اس واسطے مائل ہو جاتے ہیں کہ ان فرقوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے دنیوی فائدہ ہے، میرے خیال میں بڑا بدبخت ہے وہ انسان جو صحیح دینی عقائد کو مادی منافع کی خاطر قربان کر دے۔

غرض یہ ہے کہ طریقہ حضرات اہل سنت محفوظ ہے اور اسی پر گامزن رہنا چاہئے اور آئمہ اہل بیت کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنی چاہئے۔

(رحیم بخش شاہین، پروفیسر اوراق گم گشتہ (لاہور) ص 68-467)

(محمد منشا تابش قصوری، مولانا دعوت فکر (طبع لاہور ص 8)

نماز عشق حسین حجاز ہے گویا
یہی نماز خدا کی نماز ہے گویا

(اقبال)

شیطان کا علم، علم نہیں بلکہ جہالت کا شاہکار ہے

سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ شیطان کے علم کے بارے میں فرماتے ہیں حضرت غوث الاعظم سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے عبادت میں مشغول تھے۔ ہم نے دیکھا کہ نور کی بڑی چمکدار اور روشن تجلی ظاہر ہوئی اور اس میں سے آواز آئی کہ اے عبدالقادر میں تیرا خدا ہوں۔ مجھے جلدی سجدہ کرو اس تجلی کی روشنی اور چمک عجیب قسم کی تھی اور بار بار یہی آواز آتی تھی۔ یکا یک مدد الٰہی اور اس کا فضل و انعام میرے شامل حال ہوا اور میں نے غور کیا جس جگہ میں بیٹھا ہوں۔ یہ میرا حجرہ ہے اور میں نبی نہیں بلکہ ایک امتی ہوں اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام جب طور پر پہنچے تھے تو عرض کیا تھا رَبِّ اَرِنِیۡ کہ خداوند مجھے اپنا آپ دکھا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا لَنۡ تَرٰىنِیۡ یعنی تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا لیکن پہاڑ یعنی طور کی طرف دیکھ اگر وہ ٹھہرا رہا اپنی جگہ تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب طور پہاڑ پر تجلی وارد ہوئی تو پہاڑ جو بالکل بے حس و حرکت تھا اور عقل بھی نہ رکھتا تھا اور ٹھوس بھی تھا باوجود ان سب باتوں کے اس تجلی کو برداشت نہ کر سکا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام باوصف نبی ہونے کے اس تجلی کی تاب نہ لا سکے اور غش کھا کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر میرا چھوٹا سا حجرہ جو قائم ہے کیوں نہیں جلا اور کس طرح اس تجلی کو برداشت کر گیا اور میں باوجود اس کے کہ ایک امتی ہوں کیسے اس تجلی کے سامنے ٹھہرا رہا جبکہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی

اس تجلی کی تاب نہ لا سکے تھے۔ اس فکر کے آتے ہی ہم نے کہا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم میرے اس فقرہ کے ساتھ وہ تمام روشنی اور چمک دھوئیں کی طرح اڑ گئی اور اس تجلی میں سے رونے کی آواز آئی اور ایک شخص روتا ہوا میرے سامنے آکر بڑی عاجزی سے کہنے لگا کہ اے عبدالقادر یہ فقرہ اب نہ پڑھنا ورنہ میں جل جاؤں گا حالانکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کے واسطے زندگی کی اجازت لے لی ہے اور پھر کہنے لگا کہ اے عبدالقادر میں نے اس دھوکا سے سینکڑوں فقیروں کو اس مقام سے گرا دیا ہے مگر تم کو تمہارے علم نے بچا دیا۔ ہم نے کہا توبہ توبہ استغفر اللہ میں کیا اور میرا علم کیا مجھے علم نے نہیں بچایا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل نے بچایا ہے۔ اتنا سنتے ہی وہ سر پر ہاتھ مار کر رونے لگا۔ ہم نے پوچھا تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا افسوس کہ آپ ایمان سلامت لے گئے یہ میرا آخری دھوکا تھا اگر اب بھی آپ کہہ دیتے کہ ہاں میرے علم نے بچایا تو شرک ہو جاتا اور میں ایمان سلب کر لیتا۔ بعد میں حضور علیہ الرحمتہ نے فرمایا خبر نہیں یہ بندے شیطان کی کیوں تعریفیں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اسے مردود اور رجیم فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کو فرماتا ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط پڑھا کرو جس کو خود اللہ تعالیٰ رجیم اور مردود فرمائے وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کا عاشق ہو سکتا ہے۔ یہ مردود نفس کا خطرہ ہے اور وہ پلید خطرے دیتا ہے یہ سب اسی ملعون کے خطرے میں العیاذُ بِاللہ حق حق کرتے ہوئے اندر تشریف لے گئے۔

اسی تذکرہ کے متعلق ایک روز گفتگو ہوئی۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور فلاں شخص نے شیطان کے علم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ کہا ہے۔ یہ اس بنا پر کہ یہ مدت کا پیدا ہوا ہے اور حضرت آدم اور دیگر انبیاء علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ کو دیکھے ہوئے ہے اور اسی زمانہ کی وجہ سے اس کی معلومات زیادہ ہیں یہ کس طرح ہے۔ حضور نے جواب دیا کہ یہ بات غلط ہے۔ علم کی صفت خداوند تعالیٰ کی ہے اور حقیقی علم وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور رضائے الٰہی والے کاموں میں لگ جائے اور ناراضگی کے کاموں سے دور رہے اور حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ کا درجہ اعلیٰ و برتر ہے۔ تمام ماسوائے اللہ سے کیونکہ آپ کے رتبہ کو نہ کوئی پہنچتا ہے نہ فرشتہ حتیٰ کہ باوجود مقرب ہونے کے جبرائیل و میکائیل کوئی آپ

کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور خدا تعالیٰ کی تمام صفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھیں تو علم جو خدا تعالیٰ کی بڑی صفت ہے وہ بھی آنجناب میں بدرجہ اتم موجود تھا اور شیطان جاہل ہے وہ خدا تعالیٰ کی صفت نہیں لے سکتا تھا کیونکہ اگر شیطان کو علم ہوتا تو اسے یہ بھی معلوم ہوتا کہ میں سجدہ کے انکار سے لعنتی ہو جاؤں گا اور اس سے باز رہتا پھر جب اتنا بھی نہ سمجھا اور سجدہ سے انکار کیا اور پھر اس کو افسوس بھی نہ ہوا اور نہ توبہ کا خیال ہوا تو اس سے زیادہ کون جاہل ہے۔ یہ امر صاف ظاہر کرتا ہے کہ شیطان کی اصل جہل ہی تھی اور وہ حقیقی جاہل ہی تھا کیونکہ اس نے شان عبودیت کو نہ جانا اور یہ نہ سمجھا کہ عبودیت کا حق یہی ہے کہ مولیٰ کے حکم کو بے چون وچرا ماننا چاہیے ورنہ اس کے غضب میں گرفتار ہو کر ہمیشہ کے لیے ملعون ومردود ہو جاؤں گا۔

وضاحت مزید

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے — اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کر چلے
گلہ نہیں ہے مرید رشید شیطان سے — کہ اس کے وسعت علمی کا لاغ لے کے چلے
ہر اک اپنے بڑے کی بڑائی کرتا ہے — ہر ایک مغبچہ منع کا ایاغ لے کے چلے
مگر خدا پر جو دھبہ داغ کا تھ پا — یہ کس لعین کی غلامی کا داغ لے کے چلے
وقوع کذب کے معنی درست اور اقداس — بیٹے کی پھوٹے عجب سبز باغ لے کے چلے
جہاں میں کوئی بھی کافر سا کافر ایسا ہے — جو اپنے رب پہ سفاہت کا داغ لے کر چلے
پڑی ہے اندھے کو عادت کہ شوربے سے کھائے — بٹیر ہاتھ نہ آئی تو داغ لے کے چلے

حدائق بخشش

دار الندوئی مکہ مکرمہ میں ابلیس لعین شیخ نجدی کے لباس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشترکہ قتل کے منصوبہ میں شامل تھا لیکن اس لعین کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ یہ منصوبہ ناکام ہوگا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار!

اقبال اور احترام اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مسلمان نوجوان علامہ محمد اقبال سے ملنے آیا وہ اپنی گفتگو میں بار بار سرور کائنات ﷺ کو "محمد صاحب" کہہ کر پکارتا علامہ کو اس سے بے حد رنج ہوا، آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دیر تک یہی کیفیت رہی"۔

(مضمون رسالت مآب اور اقبال از پروفیسر رحیم بخش شاہین۔ فکرو نظر سیرت نمبر 76 تا 77)

اقبال کے عہد میں یہ "بدعت" تازہ تازہ شروع ہوئی تھی۔ اس کی تفصیل نقاش فطرت ممتاز مورخ ایم اسلم کی زبانی سنیئے۔

ہمارے ہاں سب سے پہلے سر سید احمد خان نے تفسیر قرآن شریف میں حضور اکرم ﷺ کے لئے "جناب" کا لفظ استعمال کیا یعنی جناب "پیغمبر صاحب" لکھا پھر مولوی (ڈپٹی) نذیر احمد خان دہلوی نے آیات قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے لئے "صاحب" کا لفظ استعمال کیا جیسے "پیغمبر صاحب" نے کہا۔ پھر مولوی شبلی نعمانی نے سیرت پاک میں جگہ جگہ حضور اکرم ﷺ کے لئے صرف "آپ" استعمال کیا...... افسوس کہ ہمارے دلوں سے اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اللہ ﷺ کا احترام مٹ چکا ہے۔

(حضور کا احترام از ایم اسلم ماہنامہ مرچنٹ۔ عید میلاد النبی نمبر 374 تا 377)

معاملہ صرف اسم پاک کی "بے ادبی" تک محدود نہ رہا بلکہ مذہب کے فرعون اس سے بھی دو قوم آگے بڑھ گئے، ان کے یہی دو قدم امت مسلمہ کو دو حصوں "بریلوی اور دیو بندی" میں تقسیم کر گئے یہ گستاخانہ فکر آج بھی دیو بندی مکتب فکر کا حصہ ہے۔

محبت اہل بیت اور اخیار امت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

والذی نفسی بیده تصرابة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم احبُ الی ان اصل من قرابتی

خدا کی قسم میں اپنے قرابت داروں سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت کرتا ہوں۔ (بخاری)

بندہ پروردگارم (عزوجل)		امت احمد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)	
دوست دار چار یارم		تابع اولاد علی رضی اللہ عنہ	
مذہب حنیفہ دارم		ملت حضرت خلیل علیہ السلام	
خاکپائے غوث اعظم		زیر سایہ ہر ولی	

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اللہ کے بعد تمہاری وجہ سے ہمیں یہ عزت وعظمت ملی ہے۔

(الریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۸)

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

آپ نے عبداللہ بن حسن سے کہا کہ

آپ کو کوئی ضرورت ہو تو آپ کسی کو بھیج دیا کریں مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ آپ میرے در پر کسی ضرورت کی وجہ سے کھڑے ہوں۔

(الصواعق المحرقہ ص ۱۷۸)

امام اعظم ابوحنیفہ

ایک سیدزادے کی تعظیم کیلئے آپ نے بار بار کھڑا ہونا سعادت سمجھا۔

(مناقب ابوحنیفہ از شیخ ابوسعید ماوردی)

آں امام عاشقاں پور بتول — سرو آزادے زبستان رسول
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر — معنی ذبح عظیم آمد پسر
بہر آں شہزادہ خیر الملل — دوش ختم المرسلین نعم الجمل
موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید — ای دو قوت از حیات آمد پدید

(اقبال)

امام شافعی فرماتے ہیں

يا اهل البيت رسول الله حبكم
فرض من الله فی القرآن انزله
يكفيكم من عظيم القدر انكم
من لم يصل عليكم لا صلوة له

اے اہل بیت تمہاری محبت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرض قرار دیا۔
جس نے تم پر درود نہ پڑھا اس کی نماز ہی نہ ہوگی۔

(سیرت الشافعی ص۲۲)

امام احمد بن حنبل

يا بنی وهل يتولیٰ يزيد احد يومن بالله

اے میرے بیٹے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ کبھی بھی یزید کی محبت کا دم نہیں بھر سکتا۔

(فتاویٰ رضویہ ج۱۲ص۱۳۵)

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین — اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسین

تمثیل نے اس ہمایہ کے دو حصے کئے   آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین
یا رب برسالت رسول الثقلین   یا رب بغزا کنندہ بدر حنین
عصیاں مرا دو حصہ کن درعرصات   نیمے بہ حسن بخش نیمے بہ حسین
(حضرت سلطان ابوالخیر بغدادی)

تاجدار گولڑہ سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب اور امام حسین

لایا مہندی خون اجل دی اے
ایہہ مہندی روز ازل دی اے

ایہہ مہندی فاطمہؓ سین دی اے   خون پاک شہید حسینؓ دی اے
ایہہ ہوراں نال نہ رلدی اے   لایا مہندی خون اجل دی اے
نبی ﷺ علیؓ دا در یگانہ   فاطمہؓ مائی دا مال خزانہ
نانا پاک دا پہن کے بانا   طرف مقتل دے تھیا روانہ
جنبش ہوئی زمین اسماناں   نالے عرش عظیم پئی ہلدی اے

لایا مہندی خون اجل دی اے

آکھے نبیؐ، علیؓ تے فاطمہ زہراؓ   فرزند حسینؓ تو وہیلا آ
سانوں سک تیری پل پل دی اے   لایا مہندی خون اجل دی اے
شاہ تیری مہندی دا پتر سادا   کوفیاں رل مل کیتا دھاوا
اینویں لکھی ہوئی روز ازل دی اے   لایا مہندی خون اجل دی اے
شاہ تینڈی مہندی دا پتر پیلا   سونپیوئی رب نوں خویش قبیلہ
تینوں پئی مصیبت کربل دی اے   لایا مہندی خون اجل دی اے
شاہ تینڈی مہندی دا رنگ دلارا   روندا تینوں عالم سارا
ساری خلقت تلیاں مل دی اے   لایا مہندی. خون اجل دی اے
شاہ تینڈی مہندی دا رنگ ہے سوہا   امت نوں ہے تیرا بوہا
ساری امت جلدی بلدی اے   لایا مہندی خون اجل دی اے

ایہہ مہندی نسو ہنے باگ دی اے   وَیَطْهِرَکُمْ والی لاگ دی اے
تاہیں ہوراں نال نہ رلدی اے   لایا مہندی خون اجل دی اے
ادھر پاک معصوم پیاسے ترسن   جہاں تے مینہ تیراں دے برسن
ادھر تیغ حسینؓ تے چلدی اے   لایا مہندی خون اجل دی اے
رب نوں آہا ایہو بھانڑاں   رتبہ شہیدی تینوں دوانڑاں
نہیں تاں تھوڑا اتھے کیہڑی گل دی اے   لایا مہندی خون اجل دی اے
سبحان اللہ تیرے رنگ الہی   اوہ سوہنی صورت فاطمہؓ جائی
آج خاک وچ پئی رلدی اے   لایا مہندی خون اجل دی اے
مہر علی شاہؒ ایہہ جھوک فنا دی   دائم قائم ذات خدا دی
تیری وسدی بھی پل جھل دی اے   لایا مہندی خون اجل دی اے

علامہ اقبال اور مقام اہل بیت

رمزِ قرآں از حسین آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا افروختیم
صدق خلیل بھی ہے عشق
صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق
غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل
قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوے دجلہ و فرات

(کلیات اقبال اردو 404)

حضرت علی ؑ کے بارے میں اقبال فرماتے ہیں۔

مسلم اول شہ مرداں علی
عشق را سرمایہ ایماں علی
از ولائے دود مانش زندہ ام
در جہاں مثل گہر تابندہ ام
نرگس وارفتہ نظارہ ام
در خیابانش چو بو آوارہ ام
نرگس وارفتہ نظارہ ام
در خیابانش چو بو آوارہ ام

خاکم و از مہر او آئینہ ام
میتواں دیدن نوادر سینہ ام
از رخ او فال پیغمبر گرفت
ملت حق از شکوہش فر گرفت

(اسرار ورموز ۱۲۰)

حضرت علی ؓ سب سے پہلے مسلمان اور تمام مسلمان مردوں کے شہنشاہ ہیں۔آپ سے عشاق کے عشق کو ایمان کا سامان میسر آتا ہے۔

آپ کی ولایت کی خوشبو سے میں زندہ ہوں اور دنیا میں موتی کی طرح چمک رہا ہوں۔آپ کو دیکھ کر میرے دل کی کلی کھل اٹھتی ہے اور میں آپ کی ولایت کے باغ میں خوشبو کی طرح گھوم رہا ہوں۔

میں خاک ہوں اور آپ کا نور مبارک میرا آئینہ ہے۔ ہر کوئی میرے سینے سے اس آواز محبت کو سن سکتا ہے۔

تو آپ کے چہرہ مبارک سے نبی اکرم ﷺ کے دین کی اصل کو پا سکتا ہے۔اور امت مسلمہ آپ کی شان عظمت سے بلندی کو حاصل کر سکتی ہے۔

اقبال: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اقبال فرماتے ہیں:

نور چشم رحمۃ اللعالمین
آں امام اولین و آخرین
بانوے آں تاجدار ھل اتی
مرتضٰی، مشکل کشا، شیر خدا
مادر آں مرکز پرکار عشق......!
مادر آں کارواں سالار عشق......!
مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوہ کامل بتول

آں ادب پروردہ صبرو رضا
آسیا گردان و لب قرآں سرا
گریہ ہائے او زبالیں بے نیاز
گوہر افشاندے بہ دامان نیاز
اشک اور برچید جبریل از زمیں!
ہمچو شبنم ریخت بر عرش بریں

(کلیات اقبال835)

آپ امام اولین وآخریں ورحمۃ اللعالمین کی آنکھوں کا نور ہیں آپ مولا علی، شیر خدا، مرتضیٰ ؓ کی زوجہ محترمہ ہیں۔

آپ حضرت امام حسین ؓ کی والدہ محترمہ ہیں اور عشق کے کارواں کے سالار کی والدہ محترمہ بھی ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تسلیم کی کھیتی کا پھول ہیں اور ساری کائنات کی ماؤں کے لئے آپ کا اسوہ قابل اتباع ہے۔

آپ نے ادب کے ذریعے صبر و رضا کی پرورش کی آپ کے لب مبارک آٹا گوندھتے وقت قرآن کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آنکھیں گریہ کناں رہتیں اور ان سے مسلسل آنسو رواں رہتے۔ آپ کے آنسو مبارک زمین سے گرنے سے قبل جبریل امیں اس طرح چن لیتے تھے۔ جیسے شبنم آسمان سے گرتے ہی چن لی جاتی ہے۔

علامہ صاحب! حضرت امام حسین ؓ کے بارے میں فرماتے ہیں

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت!
خاست آں سر جلوہ خیر الامم
چوں سحاب قبلہ باراں در قدم

برزمین کربلا بارید و رفت!
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
سر ابرہیم و اسمعیل بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود
عزم اوچوں کوہساراں استوار
پائیدار و تند سیر و کامگار
تیغ چوں از میاں بیروں کشید
ازرگ ارباب باطل خوں کشید
نقش الا اللہ برصحرا نوشت

نجات مانوشت

رمز قرآں از حسین آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

(رموز بے خودی ۲۴۶)

خلافت نے جب قرآن سے اپنا تعلق توڑ لیا تو آزادی کی قبا چاک ہو کر رہ گئی۔ خیر الامم کے جلوہ حقیقی نے اس طرح اپنا سر مبارک اٹھایا جیسے بارش برسانے والے بادل آ پہنچے ہوں۔ یہ بادل کربلا کی زمین پر برسے اور آگے بڑھ گئے۔ ان سے ویرانے میں گلاب کھلا اور خوشبو بکھر گئی۔ حضرت امام حسین ؓ حضرت ابراہیم و اسماعیل (علیہما السلام) کی قربانیوں کا راز تھے۔ اول الذکر اجمالی قربانی تھی۔ اور آپ قربانی کی اصل تفصیل تھے۔

آپ کا ارادہ پہاڑوں سے زیادہ نہ صرف مضبوط تھا بلکہ پائیدار اور کامیاب بھی تھا۔

''لا'' کی تلوار جب میان سے باہر نکلی تو اس کے باطل کی گردنوں کا خون کھینچ لیا۔ آپ نے صحرا پر (الا اللہ) کی توحید کا نقش تحریر فرمایا یعنی ہماری نجات کا عنوان اپنی قربانی دے کر تحریر فرما دیا۔

رشید احمد گنگوہی کون ؟

اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)
الحاصل امکان کذب مراد دخول کذب تحت
قدرت باری تعالیٰ ہے.......... پس جمیع محققین اہل اسلام وصوفیاء کرام وعلمائے عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۱۰

جو شخص صحابہ کرام کو کافر کہے وہ اہل سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔

(فتاویٰ رشدیہ ص ۱۴۱ ج ۲

امام حسین کی سبیل حرام ہے۔

دیوالی کا حلوہ پوڑی جائز ہے

(فتاویٰ رشیدیہ ۵۶۲)

مولوی محمود الحسن رشید گنگوہی کا خلیفہ اور ڈاکٹر اسرار احمد مولوی محمود الحسن کا خلیفہ ہے۔
گرو جہاں دے ٹپنے۔ چیلے جان جھڑپ

باب 7

یزید کے وکیل رشید احمد گنگوہی کے خاص شاگردوں کا انجام

نوائے وقت اور جنگ دونوں بڑے اخبارات نے یہ خبر شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کی۔

حسین علی واں بھچرانی

ان کا یہ حال ہوا کہ موت سے کچھ دن پہلے ان کی آنتیں کچھ اس طرح ہو گئی تھیں کہ ان کا پاخانہ ان کے منہ میں آجاتا۔ کبھی اسے اگل دیتے اور کبھی پھر نگل جاتے اور ان کی ٹانگیں کچھ اس طرح ہو گئی تھیں کہ پیشاب کرتے تو خود ان کے منہ پر پڑتا اور حسین علی صاحب کے شاگرد غلام خان راولپنڈی والے (جن کو دیوبندی وہابی شیخ القرآن غلام اللہ خان کہتے ہیں) اپنے استاد سے بھی بڑھ کر بے ادب و گستاخ تھے۔ دبئی (U.A.E) میں ان کی موت سے پہلے ان کی پوری زبان منہ سے باہر آ گئی جس پر بدنما سیاہ آبلے پڑ گئے اور منہ کتے کی طرح ہو گیا۔ آٹھ دن تک بستر سے اچھل کر چھت تک جاتا تھا۔ اس کی جان نہ نکلی بلکہ اس کے مرید بھی اس کے کمرے سے بھاگ گئے۔ پاکستان کے اخبارات میں یہ خبر شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی کہ ڈاکٹروں کی یہ ہدایت تابوت پر لکھی ہوئی ہے کہ ”غلام خان کا منہ دیکھنے کے قابل نہیں۔ کچھ برس کی بات ہے وہابی ملاں احسان الٰہی ظہیر نے لاہور (پاکستان) راوی روڈ قلعہ گچھمن سنگھ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ”سنی بریلوی“ کہتے ہیں کہ داتا (گنج بخش) بہت کچھ کر سکتا ہے اگر بہت کچھ کر سکتا ہے تو میری ٹانگیں توڑ کر دکھا دے۔ چنانچہ خلق خدا نے دیکھا کہ اسی روز اس کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ اور وہ حضرت داتا صاحب علیہ الرحمہ کی گستاخی کی سزا پا گیا۔

(سفید و سیاہ از کوکب نورانی اوکاڑوی ص ۱۵۸، ۱۵۹)

یہ رشید احمد گنگوہی کے شاگرد ہیں گنگوہی کے نزدیک امام حسین رضی اللہ عنہ کی سبیل کا پانی حرام جب کہ ہندوؤں کی دیوالی کا پرشاد جائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص 562)

فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہ پر اکابرین امت کی کتب

حضرات اہل بیتؑ کرام کی شان میں اکابرین امت محمدیہ نے ضخیم کتب تحریر کی ہیں۔ اور اس قسم کی تحریرات کا سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔ آنحضرت ﷺ کی اولاد کی تعریف درحقیقت آں جناب ہی کی منقبت و تعریف ہے اور آں حضرت ﷺ کے ذکر خیر کو اللہ تعالیٰ نے حسب ارشاد قرآنی وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ وہ رفعت عطا فرمائی ہے، جس کا احاطہ علم انسانی اور زور قلم انسانی سے باہر ہے۔ لہٰذا یہ سلسلہ توصیف و تعریف کبھی ختم ہونے کا نہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ اور بالخصوص اس لئے بھی کہ تمام قرآن پاک آں جناب ﷺ کی تعریف و توصیف سے بھرا پڑا ہے اور بمصداق:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. (الاحزاب ۵۶)

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجو''۔

اللہ تعالیٰ خود اور اس کے فرشتے بھی نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بھی آنحضرت ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا تاکیدی حکم فرماتے ہیں۔

مولوی عبید اللہ امرتسری نے اپنی کتاب ''ارجح المطالب'' کے آغاز میں ان مشہور علمائے امت کی ایک طویل فہرست دی ہے، جنہوں نے اہل بیت نبیؐ کے فضائل پر مستقل کتب تحریر کی ہیں۔ ان میں سے بعض مشاہیر کے اسماء گرامی مع ان کی تصانیف کے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

مصنفین	کتب

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	المناقب
حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ	الخصائص
حضرت حافظ الحدیث ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ	منقبۃ المطہرین
حضرت امام ابی الحسن علی بن عبداللہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ	جواہر العقدین
علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ	ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی
علامہ نور الدین ابن صباغ مالکی رحمۃ اللہ علیہ	الفصول المہم فی معرفۃ الائمہ
عالم ربانی سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	مودۃ القربی
علامہ سلیمان حنفی بلخی رحمۃ اللہ علیہ	ینابیع المودۃ
علامہ محمد بن علی صبان مصری رحمۃ اللہ علیہ	اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفی و اہل بیتہ الطاہرینؑ
علامہ یوسف سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ	تذکرہ خواص الامۃ فی احوال الائمۃؑ
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	مناقب ائمہ اثناعشرؑ
امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ صاحب مستدرک	فضائل فاطمۃ الزہرا علیہا السلام
امام ابی اسحٰق اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ	نور العین فی مشہد الحسینؑ
امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	احیاء المیت بفضل اہل بیتؑ
حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ	شواہد النبوت
علامہ رشید الدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	الفتح المبین فی فضائل اہل بیتؑ سید المرسلین
ملا محمد مبین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ	وسیلۃ النجات فی فضائل الحضراتؑ
علامہ مومن مصری رحمۃ اللہ علیہ	نور الابصار فی مناقب النبیؐ وآلہ المختار علیہم السلام

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	سر الشہادتین
حافظ الحدیث محمد ابن احمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ	فتح المطالب
سید عبد الرحمٰن اجہوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ	رسالہ فضائل اہل بیتؓ
علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ	کتاب اولصفوۃ بمناقب اہل بیت النبوۃ
علامہ ابن اخضر رحمۃ اللہ علیہ	معالم العترۃ النبویہ
علامہ ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ	صواعق محرقہ

ان علمی خزائن کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اہل بیتؓ رسول ﷺ کس شان کے مالک ہیں۔ نیز تاریخ اسلام اور بزرگان دین کے احوال سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ کمالات محمدیہ ﷺ کا جو خصوصی ظہور آپ ﷺ کی پاک وطیب اولاد کے بعض کاملین سے ہوا ہے۔ اس کی مثال دیگر اکابرین ملت میں کہیں نظر نہیں آتی، کیونکہ ان حضراتؓ کو کمالات کسبیہ کے علاوہ جو فضائل بطور ورثہ وہبی طور پر عطا ہوئے ہیں، ان میں یہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اور فضائل درحقیقت وہی فضائل وکمالات محمدیہ ﷺ ہیں، جو اس پاک خاندان میں نسلی طور پر اور بطریق وراثت جلوہ گر ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ کیونکہ جیسے کہ پہلے عرض ہو چکا ہے، انبیا علیہم السلام کی وراثت یہی جوہر فضل وکمال ہے نہ کہ مال ومنال دنیوی۔

باب 8

علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ

اور

وکیلِ یزید ڈاکٹر اسرار احمد

کا فکری تقابل

ڈاکٹر اسرار احمد علامہ اقبال کو ترجمان القرآن کے طور پہ پیش کرتے ہیں اور اپنی تحریر و تقریر میں ان کے اشعار کا سہارا لیتے ہیں۔ اگلے صفحات میں علامہ اقبال اور ڈاکٹر اسرار احمد کا فکری جائزہ پیشِ خدمت ہے جس سے قارئین آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ ڈاکٹر اسرار احمد کو فکرِ اقبال کی ہوا تک نہیں لگی وجہ فارسی زبان سے ناواقفیت ہے یا درسِ نظامی سے تہی دامنی۔ اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

اقبال ترجمان القرآن

گر دِلم آئینۂ بے جوہر است
در بحرم غیر قرآں مضمر است

پردۂ ناموسِ فکرم چاک کن
ایں خیاباں راز خارم پاک کن

تنگ کن رختِ حیات اندر برم
اہل ملت رانگہدار از شرم

خشک گردان بادہ در انگورِ من
زہر ریز اندر مئے کافورِ من

روز محشر خوار و رسوا کن مرا
بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا

(اسرار و رموز: 364)

ترجمہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میرا دل بے جوہر آئینہ ہے اور اگر میں نے قرآن کے علاوہ ایک حرف بھی لکھا ہو تو پھر میرے ناموس فکر کا پردہ چاک فرمادیں اور اس باغ ملت کو مجھ جیسے کانٹے سے پاک فرمادیں۔ میرے جسم کے اندر جو رخت حیات یعنی روح ہے اسے ختم فرمادیں اور اہل ملت کو میری ذات سے بچائیں اور محفوظ رکھیں۔ میرے انگور کے اندر شراب کو خشک کر دیں اور میری کافوری مے میں زہر بھر دیں۔ روز حشر مجھے خوار و رسوا ٹھہرا دیں اور اپنے قدم مبارک کے بوسے سے محروم فرمادیں۔

نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اقبال فرماتے ہیں

دست میں دامن کہسار میں میدان میں ہے
بحر میں موج کی آغوش میں طوفان میں ہے
چین کے شہر مراقش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے!
رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے!
مردم چشم زمیں یعنی وہ کالی دنیا
وہ تمہارے شہداء پالنے والی دنیا
گرمئی دہر کی پروردہ ہلالی دنیا
عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا
تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح
عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش خلافت ہے جہانگیر تری
ماسوا اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری
تو مسلمان ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری
کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

اقبال فرماتے ہیں:

اے کہ تھا نوح کو طوفاں میں سہارا تیرا
اور ابراہیم کو آتش میں بھروسا تیرا
اے کہ مشعل تھا تیرا عالم ظلمت میں وجود
اور نورنگہ عرش تھا سایہ تیرا

مصطفیٰ کریم ﷺ کی بارگاہ میں اقبال دست بستہ عرض کرتے ہیں:

کرم اے شہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغ سکندری

(بانگ درا، 250)

مزید عرض کرتے ہیں:

وہ دانائے سبل، مولائے کل ختم الرسل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

(بال جبریل 41)

اقبال کا عقیدہ:

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب!
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں جناب!
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ

ڈاکٹر اسرار احمد سے 10 سوال فکرِ اقبال کی روشنی میں

1۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اقبال کا عقیدہ۔

2۔ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اقبال کا عقیدہ۔

3۔ نورانی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اقبال کا عقیدہ۔

4۔ المدد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقبال کا عقیدہ۔

5۔ حاضرو ناظر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اقبال کا عقیدہ۔

6۔ در رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور اقبال کا عقیدہ۔

7۔ زیارات قبور اور اقبال کا عقیدہ۔

8۔ محبت اہل بیت اور اقبال کا عقیدہ۔

9۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اقبال کا عقیدہ۔

10۔ بدعقیدہ و بدمذہب اور اقبال کا عقیدہ۔

قارئین کرام اگلے صفحات میں ان دس عنوانات پر ہم فکرِ اقبال پیش کر رہے ہیں جس کے مطالعہ سے اقبال اور ڈاکٹر اسرار کے فکری بعد کا باآسانی تعین ہو جائے گا۔ مزید معلومات کیلئے راقم الحروف کی دو کتابیں ''اقبال کے مذہبی عقائد'' اور ''اقبال اور موجودہ فرقہ واریت کا حل'' معاون ثابت ہوں گی۔ (ساقی)

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقبال

اقبال فرماتے ہیں:

''زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے، انسانوں کی طباع، ان کے افکار اور ان کے نقطۂ ہائے نگاہ بھی زمانے کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ لہٰذا تہواروں کے منانے کے طریقے اور مراسم بھی ہمیشہ متغیر ہوتے رہتے ہیں اور ان سے استفادہ کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں۔ چاہیے کہ ہم بھی اپنے مقدس دنوں کے مراسم پر غور کریں اور جو تبدیلیاں افکار کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں ان کو مدنظر رکھیں۔ منجملہ ان مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں۔ ایک میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی دن ہے۔ میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہتر ہو وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لیے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوۂ رسول مدنظر رکھیں تا کہ جذبۂ عمل قائم رہے۔ ان جذبات کو قائم رکھنے کے لیے تین طریقے ہیں۔ پہلا طریق تو درود وصلوٰۃ ہے جو مسلمانوں کی زندگی کا جزو لاینفک ہو چکا ہے۔ وہ ہر وقت درود پڑھنے کے مواقع نکالتے ہیں۔ عرب کے متعلق میں نے سنا کہ اگر کہیں بازار میں دو آدمی لڑ پڑتے ہیں اور تیسرا بہ آواز بلند اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ پڑھ دیتا ہے تو فوراً لڑائی رک جاتی ہے اور متخاصمین ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے سے فوراً باز آ جاتے ہیں۔ یہ درود کا اثر ہے اور لازم ہے کہ جس پر درود پڑھا جائے اس کی یاد قلوب کے اندر اثر پیدا کرے۔

پہلا طریق انفرادی دوسرا اجتماعی ہے۔ یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو، آپ کی سوانح زندگی بیان کرے تاکہ ان کی تقلید کا ذوق وشوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو۔ اس طریق پر عمل پیرا ہونے کے لیے ہم سب آج یہاں جمع ہوئے ہیں۔

تیسرا طریق اگرچہ مشکل ہے لیکن بہر حال اس کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ یاد رسول اس کثرت سے ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے کی جو کیفیت حضور سرور عالم کے وجود مقدس سے ہویدا تھی وہ آج تمہارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:

آدمی دید است باقی پوست است
دید آں باشد کہ دید دوست است

یہ جوہر انسانی کا انتہائی کمال ہے کہ اسے دوست کے سوا اور کسی چیز کی دید سے مطلب نہ رہے یہ طریقہ بہت مشکل ہے۔ کتابوں کو پڑھنے یا میری تقریر سننے سے نہیں آئے گا۔ اس کے لیے کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو پھر ہمارے لیے یہی طریقہ غنیمت ہے جس پر آج ہم عمل پیرا ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس طریق پر عمل کرنے کے لیے کیا جائے؟ پچاس سال سے شور برپا ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنی چاہیے لیکن جہاں تک میں نے غور کیا ہے تعلیم سے زیادہ اس قوم کی تربیت ضروری ہے اور ملی اعتبار سے یہ تربیت علماء کے ہاتھ میں ہے۔ اسلام ایک خالص تعلیمی تحریک ہے۔ صدر اسلام میں سکول نہ تھے۔ کالج نہ تھے۔ یونیورسٹیاں نہ تھیں لیکن تعلیم وتربیت عوام کے لیے بے شمار مواقع اسلام نے بہم پہنچائے ہیں لیکن افسوس کہ علماء کی تعلیم کا کوئی صحیح نظام قائم نہ رہا اور اگر کوئی

رہا بھی تو اس کا طریق عمل ایسا رہا کہ دین کی حقیقی روح نکل گئی۔ جھگڑے پیدا ہو گئے اور علماء کے درمیان جنہیں پیغمبر علیہ السلام کی جانشینی کا فرض ادا کرنا تھا، سر پھٹول ہونے لگی۔ مصر، عرب، ایران، افغانستان ابھی تہذیب و تمدن میں ہم سے پیچھے ہیں لیکن وہاں علماء ایک دوسرے کا سر نہیں پھوڑتے۔ وجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک نے اخلاق کے معیار اعلیٰ کو پا لیا ہے جس کی تکمیل کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے ہم ابھی اس معیار سے بہت دور ہیں۔

دنیا میں نبوت کا سب سے بڑا کام تکمیل اخلاق ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا۔ بعثت لا تمم مکارم الاخلاق یعنی میں نہایت اعلیٰ اخلاق کے اتمام کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اس لیے علماء کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ کے اخلاق ہمارے سامنے پیش کیا کریں تاکہ ہماری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی تقلید سے خوشگوار ہو جائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے خربوزہ لایا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے معلوم نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کس طرح کھایا ہے۔ مبادا میں ترک سنت کا مرتکب ہو جاؤں۔

کامل بسطام در تقلید فرد
اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

(اسرار و رموز: 68)

افسوس کہ ہم میں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بھی موجود نہیں ہیں جن سے ہماری زندگی خوشگوار ہو اور ہم اخلاق کی فضا میں زندگی بسر کر کے ایک دوسرے کے لیے باعث رحمت ہو جائیں اگلے زمانے کے مسلمانوں میں اتباع سنت سے ایک اخلاقی ذوق اور ملکہ پیدا ہوا جاتا تھا اور وہ ہر چیز کے متعلق خود ہی اندازہ کر لیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رویہ اس چیز کے متعلق کیا ہو گا۔

حضرت مولانا روم بازار میں جارہے تھے آپ کو بچوں سے بہت محبت تھی۔ کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ ان سب نے مولانا کو سلام کیا اور مولانا ایک ایک کا سلام الگ الگ قبول کرنے کے لیئے دیر تک کھڑے رہے۔ ایک بچہ کہیں دور کھیل رہا تھا۔ اس نے وہیں سے پکار کر کہا حضرت ابھی جایئے گا نہیں میرا سلام لیتے جایئے تو مولانا نے بچے کی خاطر دیر تک توقف فرمایا اور اس کا سلام لے کر گئے۔ کسی نے پوچھا حضرت آپ نے بچہ کے لیے اس قدر توقف فرمایا۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کا واقعہ پیش آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہی کرتے۔ گویا ان بزرگوں میں تقلید رسول اور اتباع سنت سے ایک خاص اخلاقی ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ علماء کو چاہیے کہ ان کو ہمارے سامنے پیش کریں۔ قرآن وحدیث کے غوامض بتانا بھی ضروری ہیں لیکن عوام کے دماغ ابھی ان مطالب کے متحمل نہیں۔ انہیں فی الحال صرف اخلاق نبوی ﷺ کی تعلیم دینی چاہیے۔

(اسلامی تعلیم صفحہ 11 'مارچ' اپریل 1973ء)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ دل سے میلاد النبی ﷺ منانے کے قائل وعامل ہیں اور دنیا کے تقریباً تمام مسلمان اس خوشی کے دل کو مناتے ہیں سوائے چند خارجیوں رافضیوں کے ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال ہے کیا انہوں نے اس معاملے میں اقبال کی تقلید کی ہے یا نہیں اگر نہیں کی تو پھر انہیں اپنا رشتہ اقبال سے نہیں بلکہ خارجیوں ہی سے ذیب دیتا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ، ڈاکٹر اقبال اور ڈاکٹر اسرار

ڈاکٹر اسرار، امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور اقبال

شاید یہی وجہ تھی کہ امام ابو حنیفہ نے جو اسلام کی عالمگیر نوعیت کو خوب سمجھ گئے تھے احادیث سے اعتنا نہیں کیا۔ انہوں نے اصول استحسان یعنی "فقہی ترجیح" کا اصول قائم کیا جس کا تقاضا یہ ہے کہ قانونی غور و فکر میں ہم ان احوال و ظروف کا بھی جو واقعتا موجود ہیں باحتیاط مطالعہ کریں۔

اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ فقہ اسلامی کے ماخذ کے بارے میں ان کا رویہ کیا تھا۔ رہا یہ کہنا کہ امام موصوف نے احادیث سے اس لیے اعتنا نہیں کیا کہ ان کے زمانے میں کوئی مجموعہ احادیث موجود نہیں تھا۔ سو اس سلسلے میں اول تو یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اس زمانے میں احادیث کی تدوین نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ عبدالمالک اور زہری کے مجموعے امام صاحب کی وفات سے کم از کم تیس برس پہلے مرتب ہو چکے تھے۔ ثانیاً اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ امام صاحب ان مجموعوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکے یا کہ ان میں فقہی احادیث موجود نہیں تھیں۔ جب وہ ضروری سمجھتے تو امام مالک اور امام احمد بن حنبل کی طرح خود اپنا مجموعہ احادیث تیار کر سکتے تھے۔ لہٰذا بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو میری رائے میں امام موصوف نے فقہی احادیث کے بارے میں جو روش اختیار کی سرتاسر جائز اور درست تھی۔

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ 266 مطبوعہ بزم اقبال لاہور)

8 تراویح پڑھنے والے ڈاکٹر اسرار احمد غیر مقلدانہ طریقہ چھوڑ کر 20 تراویح پڑھ سکتے ہیں؟

اقبال غوثِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا غلام ہے

غوث اعظم اور اقبال

اقبال سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں:

''میں خواجہ نقشبند، مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی دل سے بڑی عزت کرتا ہوں حضرت جیلانی کا مقصود تصوف کو عجمیت سے پاک کرنا تھا یہ آپ کا وہ کارنامہ ہے جو آپ ہی کا امتیاز نظر آتا ہے۔''

(مکاتیب اقبال مکتوب نمبر:13:1917ء)

اقبال محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کے دربار عالی پر

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تری، فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظامِ مہر کی صورت نظام ہے تیرا
تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی
بری ہے شان بڑا احترام ہے تیرا
اگر سیاہ دلم، داغ لالہ زار تو ام!
چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثل نکہت گل!
ہوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجھ کو

چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو
نظر ہے ابر کرم پر درخت صحرا ہوں
کیا خدا نے نہ محتاج باغباں مجھ کو!
فلک نشیں صفت مہر ہوں زمانے میں
تیری دعا ہے دعا ہو وہ نردبان مجھ کو
مقام ہم سفروں سے ہو اس قدر آگے
کہ سمجھے منزل مقصود کارواں مجھ کو

(بانگ درا:96)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب آپ نے بھی کبھی کسی مزار پر حاضری دی ہے۔ چلو ہندوستان نہ سہی یہاں لاہور میں اقبال کی زبان میں سید ہجویر ام یعنی داتا صاحب کے مزار اقدس پر حاضری دی اگر نہیں تو پھر اقبال کے ساتھ آپ کا کیا تعلق ہے؟

غور سے سنیئے اقبال مزارات کے بارے میں اور صاحبان مزارات کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ میاں میر ولی
ہر خفی از نور جان او جلی
برطریق مصطفیٰ محکم پے
نغمۂ عشق و محبت رائے
تربتش ایمان خاک شہر ما
مشعل نور ہدایت بہر ما

ترجمہ: حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ ایسے ولی اللہ ہیں کہ آپ کے فیض سے ہر

پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔
طریق مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مستحکم ہو کر آپ عشق و محبت کے نغمے الاپتے ہیں۔
آپ کا مزار مبارک ہمارے شہر (لاہور) کی خاک کا ایمان ہے۔ آپ ہمارے لیے سراپا رشد و ہدایت ہیں۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ

سبز بادا خاک پاک شافعی
عالمے سرخوش ز تاک شافعی
فکر او کوکب ز گردوں چیدہ است
سیف بڑاں وقت را نامیدہ است

(اسرار و رموز: 168)

ترجمہ: امام شافعی علیہ الرحمہ کے سبزۂ فکر کی کتنی زرخیز ہے کہ ایک عالم آپ کے دستر خواں علم سے فیض یاب ہو رہا ہے۔
آپ کی فکر نے آسمان سے اس مقولے کے ذریعے ستارے چنے کہ "الوقت سیف" (وقت ایک ننگی تلوار ہے) اس سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
ترستی ہے نگاہ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں
کسی ایسے شرارے سے پھونک اپنے خرمن دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

(بانگ درا: 104)

مولانا روم......مرشدِ اقبال

پیر رومی مرشدِ روشن ضمیر
کاروانِ عشق و مستی را امیر

نے مہرہ باقی نے مہرہ بازی
جیتا ہے رومی ہارا ہے رازی

منزلش برتر ز ماہ و آفتاب
خیمہ را از کہکشاں سازد طناب

نورِ قرآں درمیانِ سینہ اش
جامِ جم شرمندہ از آئینہ اش

جذبہ ہائے تازہ اورا دادہ اند
بند ہائے کہنہ راکشادہ اند

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق:7)

مولانا روم علیہ الرحمہ میرے پیرومرشد ہیں آپ روشن ضمیر بزرگ ہیں اور کاروانِ عشق مستی کے سردار ہیں۔

مولانا روم کی منزل چاند اور سورج سے بھی اونچی ہے وہ اپنے خیمے کی طنابیں کہکشاں سے باندھتے ہیں۔

آپ کے سینے میں قرآن کا نور ہے۔ آپ کے آئینے کے سامنے جمشید بادشاہ کا جام بھی شرمندہ ہے۔

آپ نے قوم کو ایک تازہ جذبہ عطا کیا۔ پرانے جالوں سے ان کی جان چھڑا دی۔

نغمۂ رومی

غلط نگر ہے تری چشم نیم باز اب تک
تیرا وجود تیرے واسطے ہے راز اب تک
تیرا نیاز نہیں آشنائے ناز اب تک
کہ ہے قیام سے خالی تری نماز اب تک
گستہ تار ہے تیری خودی کا ساز اب تک
کہ تو ہے نغمۂ رومی سے بے نیاز اب تک

(ضرب کلیم:141)

''مثنوی معنوی مولوی است قراں در زبان پہلوی'' جناب جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر انوار پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر جلی حروف میں کندہ ہے

کعبۃ العشاق باشد ایں مقام
ہر کہ ناقص آمد اینجا شد تمام

شانِ داتا گنج بخش اور اقبال

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم

بندہائے کوہسار آساں گسیخت
در زمین ہند تخم سجدہ ریخت

عہد فاروق از جمالش تازہ شد
حق ز حرف اُو بلند آوازہ شد

پاسبان عزت ام الکتاب
از نگاہش خانہ باطل خراب

خاکِ پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر اوتا بندہ گشت

داستانے از کمالش سر کنم
گلشنے در غنچۂ مضمر کنم

نوجوانے قامتش بالا تو سرو
واردِ لاہور شد از شہر مرو

گفت محصورِ صف اعدا ستم
درمیان سنگہا مینا ستم

یہ دانائے کہ در ذاتش جمال
بستہ پیمان محبت باجلال

گفت اے نامحرم از راہ حیات
غافل از انجام و آغاز حیات

سنگ چوں برخود گمان شیشہ کرد
شیشہ گردید و شکستن پیشہ کرد

ناتواں خود راہ اگر رہرو شمرد
نقد جان خویش با رہزن سپرد :

''خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید درحدیث دیگراں''

(اسرارورموز:69-168)

ترجمہ: آپ ہجویر شہر کے شہنشاہ امت کے مخدوم ہیں آپ کی قبر مبارک سنجر کے پیر (خواجہ معین الدین چشتی اجمیری) کے لیے حرم کا مقام رکھتی ہے۔

آپ نے پہاڑوں جیسی مشکلات کو آسان جان کر سرزمین ہند میں سجدے کی تخم ریزی کی۔

آپ کے جمال سے عہد فاروقی کی یادتازہ ہوگئی۔آپ کی کتاب کشف المحجوب سے حق کی آواز بلند ہوگئی۔

آپ ام الکتاب (قرآن کریم) کی عزت کے پاسبان ہیں۔آپ کی نگاہ سے باطل کا خانہ خراب ہوگیا۔

پنجاب کی خاک آپ کی پھونک سے زندہ ہوگئی۔ ہماری صبح آپ کے چاند کی روشنی سے روشن ہوگئی۔

آپ کے کمال کی ایک داستان سناتا ہوں۔ باغ کو پھول میں چھپانے کی کوشش کرنے لگا ہوں۔

ایک نوجوان سروقد آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا وہ مرو سے لاہور وارد ہوا تھا۔وہ سرکار داتا حضور کی بارگاہ عالی میں پیش ہوا تا کہ اس کے اندھیرے روشنی میں بدل جائیں۔

اس نے کہا میں دشمنوں کے گھیرے میں پھنس گیا ہوں میں ایسا جام بن گیا ہوں جس کے ارد گرد پتھر ہی پتھر ہوں۔

-- آپ نے فرمایا اے آسمانوں کے مسافر مجھ سے ایک بات سیکھ لے زندگی کا گزران حقیقت میں دشمنوں میں رہ کر ہی ہوتا ہے۔

-- دانا پیر سے مل کر اس کی ذات سے جمال ملتا ہے، اس سے اپنی محبت کے پیمان باندھ۔

-- آپ نے فرمایا زندگی کے راستوں سے نامحرم شخص تو زندگی کے آغاز و انجام سے غافل ہے غیروں کے خطرات سے فارغ ہو جا اپنی سوئی ہوئی قوت کو بیدار کر۔

-- جب پتھر اپنے آپ کو شیشہ گمان کرنے لگتا ہے تو وہ شیشہ ہی بن جاتا ہے اور ٹوٹنا اس کا مقدر بن جاتا ہے۔

-- مسافر اگر خود کو کمزور جانے تو وہ اپنا مال چوروں کے حوالے کر دیتا ہے۔

-- خوش قسمت وہ شخص ہے جو محبوب کے دل میں بسے
اچھی بات وہ ہے جو دوسروں کی زبان میں کہی جائے

اقبال اور فضائل مدینہ طیبہ

وہ زمیں ہے تو مگر اے خواب گاہ مصطفیٰ
دید ہے کعبہ کو تیری حج اکبر سے سوا
خاتم ہستی میں تو تاباں ہے مانند نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں
تجھ میں راحت اس شہنشاہ معظم کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوام عالم کو ملی
جب تلک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اس چمن میں گوہر شبنم بھی ہیں

(بانگ درا: 157)

ضیاء الحق کے جوتوں میں بیٹھ کر مجلس شوریٰ کی ممبری کا لطف اٹھانے والے ڈاکٹر اسرار احمد کو مجدد الف ثانی کی قبر پر جانا چاہئے۔ شاید مجدد پاک اسے خارجیت سے پاک کر کے بتا دیں کہ امام حسین جنتیوں کے سردار ہیں۔ کربلا دو شہزادوں کی اقتدار کے لئے جنگ نہیں بلکہ حق و باطل کا معرکہ تھا اور یزید مجاہد نہیں بلکہ اخبث الناس تھا۔

مدینہ طیبہ کا سفر اور اقبال

قافلہ لوٹا گیا صحرا میں اور منزل ہے دور
اس بیاباں یعنی بحر خشک کا ساحل ہے دور
ہم سفر میری شکار دشنہ راہزن ہوئے
بچ گئے جو ہو کے پیدل سوئے بیت اللہ پھرے
اس بخاری نوجوان نے کس خوشی سے جان دی
موت کے زہراب میں پائی ہے اس نے زندگی
خنجر رہزن اسے گویا ہلال عید تھا
ہائے یثرب دل میں لب پر نعرہ توحید تھا
خوف کہتا ہے کہ یثرب کی طرف تنہا نہ چل
شوق کہتا ہے کہ تو مسلم ہے بیباکانہ چل
بے زیارت سوئے بیت اللہ پھر جاؤں گا کیا؟
عاشقوں کو روز محشر منہ نہ دکھلاؤں گا کیا؟
خوف جاں رکھتا نہیں کچھ دشت پیمائے حجاز
ہجرت مدفون یثرب میں یہی مخفی ہے راز

(بانگ درا: 175)

حیات بعد الموت کا عقیدہ

حیات بعد الموت کے بارے میں اقبال کا فیصلہ ملاحظہ ہو۔

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
یہ ہے شام زندگی صبح دوام زندگی
موت سے مٹ سکتا اگر نقش حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظام زندگی

☆......☆......☆......

ہرکجا بینی جہاں رنگ و بود
آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا نور مصطفیٰ ﷺ اورا بہا است
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

(جاوید نامہ: 149)

می ندانی عشق و مستی از کجاست؟
ایں شعاع آفتاب مصطفیٰ است
زندہ تا سوز اودر جان تست
مصطفیٰ بحر است و موج او بلند
خیزو ایں دریا بجوئے خویش بند

(مسافر: 20)

(اسرار ورموز:23)

ترجمہ: حضور علیہ السلام کے عشق سے ہی کمزور دل کو ایمان کی قوت ملتی ہے اور خاک کے ذرے مقام ومرتبہ میں ثریا جیسے بلند ستارے کے برابر پہنچ جاتے ہیں۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ماز نام مصطفیٰ است
طور موجے از غبار خانہ اش
کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش

(اسرار ورموز:24)

چوں بنام مصطفیٰ خوانم درود
از خجالت آب می گردد وجود۔

(پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق:37)

ترجمہ: میں جب اپنے پیارے آقا علیہ السلام کو مخاطب کر کے درود وپاک پڑھتا ہوں تو اپنے حال کو دیکھ کر شرمندگی اور احساس ندامت سے پانی پانی ہو جاتا ہوں۔

والدین کو اپنی اولاد کی پرورش کن خطوط پر کرنی چاہیے کہ وہ صحیح العقیدہ مسلمان بن سکیں؟ اس بارے میں اقبال نے ہر والد کیلئے وہی باتیں تجویز کی ہیں جو علامہ اقبال کے والد نے اسے ارشاد فرمائی تھیں۔

اند کے اندیش دیاد آرائے پسر
اجتماع امت خیر البشر
باز ایں ریش سفید من نگر
بر پدر ایں جور نازیبا مکن
پیش مولا بندہ را رسوا مکن

☆......☆......☆

غنچہ از شاخسار مصطفیٰ شو

گل شو از باد بار مصطفیٰ
بہرہ از خلق او باید گرفت
فطرت مسلم سراپا شفقت است
در جہاں دست و زبانش رحمت است
از قیام او اگر دوراستی
زمیان محشر مانیستی

(اسرار ورموز: 150)

ہم چناں از خاک خیز و جان پاک
سوئے بے سوئی گریز و جان پاک
در راہ او مرگ و حشر و حشر مرگ
جز تب و تابے ندار و ساز و برگ
در فضائے صد سپرنیلگوں
غوطہ یہیم خوردہ باز آید برو
می کند پرواز در پنہائے نور
مجلش گیرندہ جبریل و حور
تاز ما ذاغ البصر گیر و نصیب
بر مقام عبدہ گرود رقیب

(اقبال اور محبت رسول ﷺ از ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی: ۱۴۸، ۱۴۹)

مسلمان کو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی بارگاہ سے کیا مانگنا چاہیے؟

اس بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

سر جھکا کر مانگ لے عشق نبی اللہ سے
جذبہ سیف الہی، زور علی اللہ سے
عشق ختم الانبیاء تیرا اگر سامان ہے
زندگی کا ہر سفر تیرے لیے آسان ہے

تو صبا کی طرح کر سکتا ہے گلشن سے سفر
تازہ کر سکتا ہے آئین صدیق و عمر
ہاتھ میں لے کر یہ خنجر اور سپر قرآن کی
تو اگر چاہے بدل دے زندگی انسان کی
اے جوان پاک اٹھ گردش میں لا پھر جام کو
عام کر دے لا و الہ اللہ کے پیغام کو

دوستوں کے بارے میں حضور کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں

حضور تو غم یاراں بگویم
بامیدے کہ وقت دلنوازی است
نالم از کسے مے نالم از خویش
کہ ماشایان شان تو نبودیم

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جرأت کہاں آپ سے کچھ عرض کروں۔ اس وقت آپ کی دلنوازی کا جلوہ پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے اس لیے یہ غلام اپنے احباب کا غم آپ کی بارگاہ عالی میں عرض کر رہا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کسی غیر سے استمداد نہیں کر رہا بلکہ اپنے لیے نالہ کناں ہوں کہ ہم آپ کے شایان شان نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت میں پیدا فرما دیا۔ اب اپنی چادر رحمت سے باہر نہ رکھیو۔

مزید سن لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استمداد کے بارے میں اقبال کا عقیدہ بالکل واضح ہے۔

یک نظر کرسی و آداب فنا آموختی
اے خنک روزے کہ خاشاک مراوا سوختی

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اپنی نگاہ لطف سے مجھے نوازا۔

خاک یثرب از دو عالم خوش تراست

اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

(اسرار و رموز: 22)

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ دونوں عالموں سے بلند تر ہے۔ یثرب کتنا پیارا اور مبارک شہر ہے جہاں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔ دونوں عالموں میں عرش معلی بھی ہے لوح و قلم بھی ہے جنت بھی ہے غرضیکہ عالم بالا پست کی ہر چیز شامل ہے۔ مزید فرماتے ہیں۔

ہستی مسلم تجلی گاہ اوست
طور ہا بالد از گرد راہ اوست
پیکرش را آفرید آئینہ اش
صبح من از آفتاب سینہ اش
در تپید دمبدم آرام من
گرم تر از صبح محشر شام من
ابر آزار است و من بستان او
تاک من نمناک از باران او
چشم در کشت محبت کاشتم
از تماشا حاصل برداشتم

(اسرار و رموز: 22)

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ آپ کے قدموں کی خاک ایسی مقدس اور بلند مرتبہ ہے کہ اس سے کوہ طور جیسے کئی اور جنم لیتے ہیں حد تو یہ ہے کہ میرا جسمانی وجود بھی آپ کے نور سے وجود میں آیا۔ آپ کے مقدس اور پرنور سینے سے میری صبحیں روشن و درخشاں رہتی ہیں۔ ہر لحہ آپ کے فراق میں تڑپنا میرے لئے فرحت بخش عمل ہے۔

گراں جو مجھ پہ ہنگامہ زمانہ ہوا
جہاں سے باندھ کے رخت سفر روانہ ہوا
قیود شام و سحر میں بسر تو کی لیکن

اقبال امام ربانی مجدد الف ثانی کی قبر پر

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کی نفس گرم سے ہے گرمی احرار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

کی عرض میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں مری بینا ہیں و لیکن نہیں بیدار

آئی یہ صدا سلسلۂ فقر ہوا بند
ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار

عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کے جس میں
پیدا کلمہ فقر سے ہو طرۂ دستار

باقی کلہ فقر سے تھا ولولۂ حق

نظام کہنہ عالم سے آشنا نہ ہوا
فرشتے بزم رسالت میں لے گئے مجھ کو
حضور آیہ رحمت میں لے گئے مجھ کو
کہاں حضور نے اے عندلیب باغ حجاز
کلی کلی ہے تیری گرمی نوا سے گداز
ہمیشہ سرخوش جام ولا ہے دل تیرا

☆......☆......☆

فتادگی ہے تیری غیرت سجود نیاز
اڑا جو پستی ہے دنیائے سوئے گردوں
سکھائی تجھ کو ملائک نے رخصت پرواز
نکل کے باغ جہاں سے برنگ بو آیا
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کر تو آیا؟
حضور دہر میں آسودگی نہیں ملتی
وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو ایک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تیری امت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

(بانگ درا: 219-218)

ہوا ہو ایسی کہ ہندوستان سے اقبال
اڑا کے مجھ کو غبار رہ حجاز کرے

(بانگ درا: 111)

مدینہ طیبہ کے بارے میں اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"اے عرب کی سرزمین مقدس تجھ کو مبارک ہو تو ایک پتھر تھی جس کو دنیا کے

معماروں نے رد کر دیا تھا مگر ایک یتیم بچے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خدا جانے تجھ پر کیا پر فسوں پڑھا کہ موجودہ دنیا کی تہذیب وتمدن کی بنیاد تجھ پر رکھی گئی۔ اے پاک سرزمین تو وہ جگہ ہے جہاں سے باغ کے مالک نے خود ظہور کیا تاکہ گستاخ مالیوں کو باغ سے نکال کر پھولوں کو ان کے نامسعود پنجوں سے آزاد کرے۔ تیرے ریگستانوں نے ہزاروں مقدس نقش قدم دیکھے ہیں اور تیری کھجوروں نے ہزاروں ولیوں اور مسلمانوں کو تمازت آفتاب سے محفوظ رکھا کاش میرے جسم کی خاک تیری ریت کے ذروں میں مل کر تیرے بیابانوں میں اڑتی پھرے اور یہی آوارگی میری زندگی کے تاریک دنوں کا کفارہ ہو۔ کاش میں تیرے صحراؤں میں لٹ جاؤں اور دنیا کے تمام سامانوں سے آزاد ہو کر تیری دھوپ میں جلتا ہوا اور پاؤں کے آبلوں کی پرواہ نہ کرتا ہوا اس پاک سرزمین میں جا پہنچوں جہاں کی گلیوں میں بلال کی عاشقانہ آواز گونجتی تھی۔ (1905ء میں حجاز کے قریب سے گزرتے ہوئے یہ تاثرات قلم بند کیے۔")

میجر محمد سعید خان کے نام

(علامہ) محمد اقبال کی طرف سے ایک اہم خط

محترمی میجر صاحب!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

ایک معمولی شاعر کے نام سے فوجی سکول کو موسوم کرنا کچھ زیادہ موزوں نہیں معلوم ہوتا۔ میں تجویز کرتا ہوں کہ آپ اس فوجی سکول کا نام ''ٹیپو فوجی سکول'' رکھیں۔ ٹیپو ہندوستان کا آخری مسلمان سپاہی تھا جس کو ہندوستان کے مسلمانوں نے جلد فراموش کر دینے میں بڑی ناانصافی سے کام لیا ہے۔ جنوبی ہندوستان میں جیسا کہ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے اس عالی مرتبت مسلمان سپاہی کی قبر زندگی رکھتی ہے۔ بہ نسبت ہم جیسے لوگوں کے جو بظاہر زندہ ہیں یا اپنے آپ کو زندہ ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتے رہتے ہیں۔

نیازمند

محمد اقبال

(مکاتیب اقبال حصہ اول صفحہ 246 مرتبہ شیخ عطاء اللہ)

اقبال نے دنیائے اسلام کی چند رفیع المرتبت شخصیتوں پر توجہ دی جس کی بدولت دنیائے فکر میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا جن میں ایک سلطان شہید بھی ہیں۔

سلطان ٹیپو شہید کے متعلق مار سڈن کی تاریخ کا یہ فقرہ تو ابھی تک ہر دل پر نقش ہے:

"But TIPPU WOULD NOT AGREE"

اس فقید المثال مسلمان کے متعلق جو کچھ سرمایہ معلومات حاصل ہو سکا اس کا خلاصہ یہ

ہے کہ ٹیپو ایک ظالم، متعصب اور خوں خوار بادشاہ تھا جو ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا کرتا تھا اور بڑا کوتاہ بین اور عاقبت نااندیش تھا۔ اسی لیے اس نے لارڈ ولزلی جیسے ہندوستان دوست کے مشورے کو قبول نہ کیا اور نظام علی خان حیدر آباد کی طرح برطانیہ کے سایہ عاطفت میں آنے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے کے بجائے (جو بادشاہوں کا مطمع نظر ہونا چاہیے) سپاہیوں کی طرح دست بدست جنگ کرتا ہوا ''مارا گیا۔'' یعنی سلطنت کے ساتھ جان شیریں سے بھی ہاتھ دھونے پڑے۔

مغربی تعلیم یا بالفاظ صحیح تر سرکاری تعلیم نے مسلمان نوجوانوں کی ذہنیت جس قدر غیر اسلامی بنا دی ہے اس پر ماتم کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔

اس وقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جاوید نامہ لکھنے سے علامہ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کے منجمد خون کو حرکت نصیب ہو سکے۔

اسی مقصد کے لیے انہوں نے جاوید نامہ میں سلطان شہید سے اپنی روحانی ملاقات کا حال قلمبند کیا ہے۔ جنت الفردوس میں شرف النساء بیگم مرحومہ اور سید علی ہمدانی مرحوم سے ملاقات کے بعد ان کے مرشد پیر رومیؒ نے انہیں سلاطین کی طرف متوجہ کیا اور قصر سلطان شہید کی طرف اشارہ کر کے بدیں الفاظ سلطان موصوف کا تذکرہ کیا۔

آں شہیدان محبت را امام
آبروئے ہند و چین و روم و شام
نامش از خورشید و مہ تابندہ تر
خاک قبرش از من و تو زندہ تر
عشق رازے بود بر صحرا نہاد
تربتِ او در دکن باقی ہنوز

اے اقبال! سلطان ٹیپو شہید شہیدان محبت کا امام تھا اور مشرقی ممالک کی آبرو (آزادی) اس کی ذات سے وابستہ تھی۔ آج دنیا میں اس کا نام سورج اور چاند سے بھی زیادہ روشن ہے اور اس کی قبر کی مٹی آج بھی ہندوستان کے نو کروڑ رسمی مسلمانوں سے کہیں زیادہ زندگی کے خواص اور آثار اپنے اندر رکھتی ہے۔

عشق ایک راز تھا لیکن سلطان شہید نے اس راز کو عام آشکار کر دیا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اے اقبال! کیا تو نہیں جانتا کہ اس نے کس سپاہیانہ آن بان کے ساتھ اپنی جان دی کہ اس کے اشد مخالفین مثلاً (Bowring) بھی اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ

"He died a soldier's death"

اگر مسلمان سلطان کی شہادت کو حضرت علی مرتضیٰ ؓ کی نگاہ سے دیکھیں تو ان کو صاف نظر آ سکتا ہے کہ سلطان شہید کا فقر در حقیقت جذبہ حسینی کا وارث تھا۔ اگرچہ سلطان کی وفات کو ایک عرصہ دراز گزر چکا ہے لیکن ملک دکن میں آج بھی اس کے نام کی نوبت بج رہی ہے۔

یہاں اس مصرع کا مطلب بیان کرنا مناسب ہوگا۔

''خاک قبرش از من و تو زندہ تر''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک سیاح کسی آزاد ملک سے ہندوستان میں آتا ہے تو جب وہ ہندی مسلمان کو دیکھتا ہے تو قدرتی طور پر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زندہ ہونے کے مدعی ہیں مگر غلام ہیں یعنی اپنی نعشیں اپنے شانوں پر اٹھائے پھرتے ہیں۔ دراصل مردہ ہیں لیکن فریب خوردہ ہیں اس لیے اپنے آپ کو زندہ خیال کرتے ہیں۔

پھر جب وہ سرنگا پٹم میں سلطان شہید کے مزار مبارک پر حاضر ہوتا ہے تو اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس خاک میں اس مرد غازی کے جسم کے مادی ذرات پیوستہ ہیں جو حریت کا علمبردار تھا اور جب تک زندہ رہا آزادی کی فضا میں سانس لیتا رہا۔ اس نے

غلامی پر موت کو ترجیح دی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آزادی سے محروم ہو جانے کے بعد زندگی میں نہ کوئی لطف باقی رہتا ہے نہ عقلمندوں کی نگاہ میں کوئی قیمت کیونکہ زندگی آزادی کا دوسرا نام ہے لہذا یہ خاک ان انسانوں سے زیادہ زندہ ہے جو زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہیں۔

باز آمدم بر سر مطلب اب میں اس مصرعے کی وضاحت کروں گا۔

''تو ندانی جاں چہ مشتاقانہ داد''

یہ مصرع سارے مضمون کی جان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک انسان والہانہ انداز میں موت سے ہم آغوش نہ ہو اس کا نام عاشقوں کی فہرست میں درج نہیں ہو سکتا۔

سادات کا احترام اور اقبال

مرزا جلال الدین کہتے ہیں:

ایک مرتبہ پانی پت کے چند اشخاص نے مجھے اپنے مقدمے میں وکیل کیا یہ اصحاب حضرت خواجہ غوث علی شاہ صاحب قلندر پانی پتی کے سجادہ نشین حضرت سید گل حسین صاحب مولف تذکرہ غوثیہ کے مرید تھے اس زمانہ میں شاہ صاحب کی روحانیت کا بڑا شہرہ تھا۔ میرے موکل جب لوٹنے لگے تو میں نے صاحب کو سلام بھیجا اور کہلا بھیجا کہ کبھی پانی پت کی طرف آنے کا موقع ملا تو ضرور حاضر خدمت ہوں گا۔ دو تین ماہ بعد اچانک انہیں اصحاب میں سے ایک صاحب میرے پاس تشریف لائے ان دنوں وہ امرتسر میں مقیم ہیں اگر تم ان سے ملنا چاہو تو میرے ساتھ چلو تو میں نے شاہ صاحب کے جائے قیام کا پتہ دریافت کر کے انہیں تو رخصت کیا اور خود ڈاکٹر صاحب کے ہاں پہنچا وہ بھی چلنے کو تیار ہو گئے اتنے میں سر ذوالفقار علی خان تشریف لے آئے اور ہم تینوں ٹرین پر سوار ہو کر امرتسر پہنچے۔ راستے میں یہ طے پایا کہ شاہ صاحب پر ڈاکٹر صاحب اور سر ذوالفقار علی خان صاحب کی شخصیت کا اظہار نہ کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب کو یہ دیکھنا مطلوب تھا کہ آیا شاہ صاحب بھی اپنی کشف سے ان کی شخصیت کو تاڑ لیتے ہیں یا نہیں۔ ہم شاہ صاحب کے پاس پہنچے تو میرے موکلوں میں سے ایک نے میرا تعارف کرایا اور میں نے اپنے رفقاء کو شیخ صاحب اور خان صاحب کے مختصر ناموں کے ساتھ پیش کیا۔ دوران گفتگو میں نے شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ آپ میں سے کوئی صاحب شعر بھی کہتے ہیں یہ سوال اپنی تمام تر سادگی کے باوجود ہمارے لیے حد درجہ اہم تھا۔ اس لیے نواب صاحب اور میں کن انکھیوں سے ڈاکٹر صاحب کی طرف دیکھنے لگے نواب صاحب نے ٹال دینے کی نیت سے جواب دیا۔ شاہ صاحب اس جواب سے مطمئن نہ ہوئے کہنے لگے مجھے بھی یہ محسوس ہو رہا ہے کہ گویا آپ میں سے کوئی صاحب شاعر ضرور ہیں۔ اب

میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا میں نے پشیمانی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کا نام شاہ صاحب کو بتایا۔ ڈاکٹر صاحب کا نام سن کر مسکرانے لگے پھر بولے میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ آپ میں سے یہی حضرت شاعر ہیں۔ اس کے بعد دیر تک شاہ صاحب ڈاکٹر صاحب کی نظموں کے متعلق خیالات کا اظہار فرماتے رہے۔ ہم چلنے کی نیت سے اٹھنے لگے تو ڈاکٹر صاحب نے شاہ صاحب سے کہا کہ عرصہ سے سنگ گردہ کے مریض ہیں وہ ان کے لیے یہ دعا کریں کہ انہیں اس شکایت سے نجات ملے۔ شاہ صاحب کہنے لگے بہت اچھا لیجیے آپ کے لیے دعا کرتا ہوں آپ بھی ہاتھ اٹھائیں۔ دعا کے بعد ہم نے اجازت لی اور لاہور کی ٹرین میں سوار ہو گئے راستہ میں ڈاکٹر صاحب پیشاب کی نیت سے غسل خانہ میں تشریف لے گئے واپس آئے تو ان کے چہرہ پر حیرت واستعجاب کے آثار نظر آ رہے تھے کہنے لگے عجیب اتفاق ہوا ہے پیشاب کے دوران مجھے مردں محسوس ہوا گویا ایک چھوٹا سنگ ریزہ پیشاب کے ساتھ خارج ہو گیا ہے مجھے اس کے گرنے کی آواز تک سنائی دی اور اس کے خارج ہوتے ہی طبیعت کی گرانی جاتی رہی۔

(ملفوظات اقبال، صفحہ 73-71)

اقبال اب عالمی سطح پر عشق رسول اکرم ﷺ کے سب سے بڑے پیغام رساں ثابت ہو رہے ہیں۔ ان کے افکار کا مرکز ومحور اور ان کی زندگی کا سب سے بڑا خواب احیائے امت ہے وہ امت جو سرتاپا رسول کریم ﷺ کی غلام ہو اور علامہ کا یہ خواب ایک زندہ تمنا کی صورت ملت کے ہر دردمند فرد کے دل پہ نقش ہے۔

یا رب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے

(بال جبریل:212)

مثنوی

مصطفیٰ نور جناب امر کن
آفتاب برج علم من لدن
معدنِ اسرار علوم الغیوب
برزخ بحرین امکان و وجوب

بادشاہ عرشیان و فرشیاں
جلوہ گاہ آفتاب کن فکاں
جان اسماعیل بر روش فدا
از دعا گویاں خلیل مجتبیٰ

گشت موسیٰ در طوے جویان او
ہست عیسیٰ از ہوا خواہان او
بندگانش حور و غلمان و ملک
چاکرانش سبز پوستان فلک

مہر تاباں علوم لم یزل
بحر مکنونات اسرار ازل
ذرہ زاں مہر برموسےؔ دمید
گفت من باشم بعلم اندر فرید

رشحہ زاں بحر بر خضر اوفتاد
تا کلیم اللہ را شد اوستاد

مصطفیٰ مہر ست تاباں بالیقین
منتشر نورش بہ طبقات زمیں

در دو عالم نیست مثل آں شاہ را
در فضیلتہا و در قرب خدا
ماسوی اللہ نسبت مثلش از یکے
برتر است از وی خدا مہتدے

حق فرستاد ایں سحاب باصفا
فضلش کے یطہرنا ویذہب رجسنا
نیست فضلش بہر قوم بے ادب
یخطف ابصارہم برق الغضب

دست احمد عین دست ذوالجلال
آمد اندر بیعت و اندر قتال
سنگریزہ می زند دست جناب
مارمیت از رمیت آید خطاب

وصف اہل بیعت آمد اے رشید
فوق ایدیہم ید اللہ المجید
ربنا سبحنک لیس لنا
علم شیٔ غیر ما علمتنا

رازہا برقلب شاں مستورنیست
لیک افشا کردنش دستور نیست
اللہ اللہ اے جہولان غبی
تا بکے بے دینی و فتنہ گری

روز محشر چوں خطاب آیدز عرش
اے نطیعان فلک مکان فرش
ہیچ می بیند در ارض و سما
مثل و شبہ ما بندہ مصطفٰی

یک زباں گویندنے نے اے کریم
کس عدیلش نیست باللہ العظیم
ربنا انا ظلمنا رحم کن
جاہلانہ گفتہ بودیم ایں سخن

اے خدا اے مہرباں مولائے من
اے انیس خلوت شب ہائے من
اے کریم کار ساز بے نیاز
دائم الاحسان شہ بندہ نواز

درمعنی ایں کہ در زمانہ انحطاط
تقلید از اجتہاد اولی تراست
نقش بردل معنی توحید کن
چارہ کار خود از تقلید کن
زاجتہاد عالمان کم نظر
اقتدار بر رفتگاں محفوظ تر
تنگ برما رہگذار دیں شداست
ہر کہ راز داردیں شداست

عرض حال مصنف بحضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

اے ظہور تو شباب زندگی
جلوہ ات تعبیر خواب زندگی

اے زمیں از بارگات ارجمند
آسماں از بوسہ یاست بلند

شش جہت روشن زروئے تاب تو
ترک و تاجیک و عرب ہند دے تو

از تو بالا پایہ ایں کائنات
فقر تو سرمایہ ایں کائنات

در جہاں شمع حیات اخرو ختی
بندگاں را خواجگی آموختی

شیخ ما از برہمن کافر تراست
زانکہ او رد سومنات اقدا مم است

اے بصیری را ردا بخشندہ
بربط سلما مرا بخشندہ

ذوق حق دہ ایں خطا اندیش را
ایکہ نشاسد متاع خویش را

در حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

ایں ہم او نطف بے پایاں تست
فکر ما پروردہ احسان تست

در عجم گردیدم وہم در عرب
مصطفیٰ نایاب و ارزاں بو لہب

شیخ مکتب کم سواد و کم نظر
از مقام او ندا ادرا خبر

گرد تو گردو حریم کائنات
از تو خواہم یک نگاہ التفات

ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی
کشتی و دریا و طوفانم توئی

اے پناہ من حریم کوئے تو
من بامیدے رمیدم سوے تو

چوں بصیری از تومی خواہم کشود
تا ہمن باز آید آں روزے کہ بود

مہر تو برعا صیاں افزوں تراست
در خطا بخشی جو مہر مادر است

بندہ را کو نخواھد بساز و برگ

زندگانی ۔ بے حضور خواجہ مرگ !

جان ز مہجوری بنالد در بدن

نالہ من وائے من ابرے وائے من

بصیری: مشہور قصیدہ بردہ کا منصف یہ قصیدہ حضور رسالتماب ﷺ کی نعت ہے روایت ہے کہ بصیری کا قصیدہ بارگاہ نبوی میں مقبول ہوا۔

اور مصنف کو فالج کی بیماری سے نجات ملی اور حضور ﷺ نے قصیدہ ''امن تذکر جیران بذی سلم الخ) سنکر اس کے صلے میں خوش نصیب بصیری کو اپنی چادر مطہر عطا فرمائی۔ حضرت بصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تاریخ ولادت یکم شوال 608ھ مصر کے قصبہ دلاس میں ہوئی۔ گویا کہ یہ واقعہ ساتویں صدی ہجری کا ہے اور مزید سات صدیاں گزر چکی ہیں اب تک قصیدہ بردہ شریف کی چالیس سے زائد شرحیں عربی زباں میں لکھی جا چکی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عطا سے مندرجہ مسائل واضح ہوتے ہیں۔

(1) ''حیات النبی ﷺ'' حضور علیہ الصلوٰۃ کا عالم برزخ میں ہونے کے باوجود

(2) عطا کرنا،

(3) شفایاب کرنا۔

(4) بصیری کی بیماری سے آگاہ ہونا۔

(5) نعتیہ کلام کو پسند کرنا۔

(6) مدینہ شریف میں قیام کے باوجود مصر میں مریض کو اس کے گھر جا کر فائدہ پہنچانا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

صف بستہ تھے عرب کے جوانان تیغ بند
تھی منتظر حنا کی عروس زمین شام
اک نوجوان صورت سیماب مضطرب
آکر ہوا امیر عسا کر سے ہمکلام
اے ابوعبیدہ رخصت پیکار دے مجھے
لبریز ہو گی مرے صبر و سکوں کا جام
بیتاب ہو رہا ہوں فراق رسول میں
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام
جاتا ہوں میں حضور رسالت پناہ میں
لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام
یہ ذوق و شوق دیکھ کے پرنم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی صفت تیغ بے نیام
بولا امیر فوج کہ وہ نوجوان ہے تو
پیروں پہ تیرے عشق کا ہے واجب احترام
پوری کرے خدائے محمد تری مراد
کتنا بلند تری محبت کا ہے مقام
پہنچے جو بارگاہ رسول امین میں تو
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پورے ہوئے وعدے جو کیے تھے حضور نے

(بانگ درا: 247)

نجدی لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کو توحید کے منافی سمجھتے ہیں۔ اس بارے میں اقبال فرماتے ہیں۔

کرے یہ کافر ہندی بھی جرأت گفتار
اگر نہ ہو امرائے عرب کی بے ادبی
یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امت کو
وصال مصطفوی، افتراق بولہبی

(ضرب کلیم: 63)

اقبال مرزے قادیانی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت
ہو جس نگہ زلزلہ عالم افکار
ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے
حریت افکار کی نعمت ہے خداداد
قرآن کو بازیچہ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد

(ضرب کلیم: 65)

پس خدا برما شریعت ختم کرد
بررسول ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را
او رسل را ختم کرد ما اقوام

خدمت ساقی گری با ما گذاشت
داد ما را آخریں جامے کہ داشت
لا نبی بعدی ز احسان خدا است
پردہ ناموس دین مصطفیٰ است
قوم را سرمایہ قوت ازو
حفظ سر وحدت ملت ازو

ترجمہ:

خدا نے ہم پر شریعت ختم کی اور ہمارے رسول پر رسالت ختم کی

ہمارے دم قدم سے جہاں میں رونق ہے آپ نے سلسلہ رسالت کو ختم کیا اور ہم نے رسولوں کے سلسلہ کو ختم کیا

ساقی گری کی خدمت اس نے ہمارے سپرد کی اور جو آخری جام تھا ہمیں دے دیا

میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا احدیث خدا کے احسانات میں سے ایک ہے اور اس سے دین مصطفیٰ کی عزت کا بھرم قائم ہے۔

اسی سے قوم کو قوت ملی اور ملت کی یگانت کا راز بھی یہی ہے۔

عصر من پیغمبرے ہم آفرید آنکہ در قرآں بغیر خود ندید

میرے زمانے نے ایک پیغمبر بھی پیدا ہو گیا جو اپنے آپ کو آیات قرآں کا مصداق بتاتا ہے؟

آنکہ در قرآں بغیر از خود ندید

ابن تیمیہ، ابن جوزی اور اقبال

ایک صحبت میں میں نے علامہ ابن جوزی کی تلبیس ابلیس کا ذکر کیا اس میں مصنف نے کامل جرأت اور پاک دل سے ابلیس کے ہتھکنڈوں اور مقدس مذہبی جماعتوں پر اس کے اثرات کی وضاحت کی ہے اس ضمن میں اس نے صوفیاء کی معائب بھی دل کھول کر بیان کیے ہیں۔

میں نے اس حصہ کا کچھ ذکر کر کے علامہ کی رائے دریافت کی۔ آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا میں نے کہا علامہ ابن تیمیہ کی روش بھی تصوف کے خلاف ابن جوزی سے کچھ کم نہیں۔ آپ نے اس پر بھی کچھ ایسے الفاظ فرمائے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ بعض لوگ حقیقت سے واقف نہیں ہوتے اور نظر بر ظاہر عیب چینی شروع کر دیتے ہویں۔

(ملفوظات اقبال، صفحہ 53)

اقبال فرماتے ہیں:

دہلی تو گیا تھا اور وہ دفعہ حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہ پر بھی نہ حاضر ہو سکا انشاء اللہ پھر جاؤں گا اور اس آستانہ کی زیارت سے مشرف اندوز ہو کر واپس آؤں گا۔

(مکاتیب اقبال، صفحہ 192)

باب 9

مان کر نہیں مانتے

ہمارے ملک کے مختلف مذہبی مکاتب فکر جو خاص طور پر برصغیر میں استعماری دور میں وجود میں آئے بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ استعمار نے ان کو پیدا کیا اور بڑھایا اور ایک دوسرے کے خلاف کھڑا کیا اسلام کے بنیادی عقائد کے خلاف لٹریچر تیار کیا اور اس تشہیر کی معاونت کی۔

حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی فاضل جامعہ الازہر اپنی تصنیف ''مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان'' کے صفحہ ۵۱ پر رقمطراز ہیں

پروفیسر شجاع الدین صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے جن کی وفات ۱۹۶۵ء میں ہوئی اپنے خط میں پروفیسر خالد بزمی کو لاہور لکھا ہے اور اس کا اعتراف کیا ہے کہ انگریزوں نے کتاب ''تقویۃ الایمان'' بغیر قیمت کے تقسیم کی ہے۔

اہلحدیث کے نام سے مسلک کا ظہور بھی انگریز کے دور میں ہوا تھا کچھ علماء جو تقلید سے آزاد تھے انہوں نے اپنے لئے یہ نام پسند کیا اور انگریز حکمرانوں سے استدعا کی کہ یہ نام ہمارے گروہ کو الاٹ کر دیا جائے یہ بات تاریخی دستاویز ''چٹھی مورخہ ۱۹ جنوری ۱۸۸۷ء سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب بنام مولوی محمد حسین ایڈیٹر اشاعت السنہ لاہور اور لیٹر نمبر ۱۷۶۸ مورخہ ۱۸۸۶-۱۲-۱۳ از گورنمنٹ آف انڈیا ہوم ڈیپارٹمنٹ بنام سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب لاہور'' ریکارڈ پر موجود ہے۔

اہلحدیث مکتب فکر کے مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبار اہلحدیث میں اس بات کی تصدیق کی کہ ''وہابی'' کی بجائے اس فرقہ کو اہلحدیث لکھا جائے۔

(اخبار اہلحدیث ص ۷، ۸ مورخہ ۲۶ جون ۱۹۰۸ء)

ہوم ڈیپارٹمنٹ بنام سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب بجواب آپ کی چٹھی نمبر ۱۰۴۴ مورخہ ۱۸ جون ۱۸۸۶ء آپ کو تحریر کیا جاتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر جناب سی آئی اپچی سن سے اتفاق رائے کرتے ہیں کہ آئندہ سرکاری خط و کتابت میں وہابی کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۶ جون ۱۹۰۸ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسری پنجاب میں اہل حدیث کے مشہور عالم ہوئے ہیں وہ ''شمع توحید'' کے صفحہ نمبر ۴۰ میں لکھتے ہیں:

امرتسر میں مسلم آبادی ہندو سکھ وغیرہ کے مساوی ہے اسی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔''

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۳۷ء میں یہ بات لکھی ہے اس سے اسی سال قبل ۱۸۵۷ء تھا جب انگریزوں نے ہندوستان پر غداری سے کامل تسلط حاصل کیا۔

(دنیائے اسلام کا صفحہ نمبر ۱۰)

''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے''

محمد جعفر تھانیسری نے ''تاریخ عجیب'' میں لکھا ہے:

''میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۷۸ھ) شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدہ کے مسلمان بھی موجود نہ تھے اور اب ۱۲۹۶ھ میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے مسلمانوں میں کم سے کم چہارم حصہ وہابی مقلد محمد اسماعیل کے نہ ہوں۔''

آج سے تقریباً 15 برس قبل 1990ء میں اخبار میں یہ شائع ہوا کہ مسلک دیو بند و بریلوی میں اتحاد کی کوشش کامیاب ہوگئی ہے اس کی تفصیل یہ کہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے دیو بند کو قائل کرلیا تھا کہ نزاع کی عبارات سے لاتعلقی کا اعلان جاری کیا جائے چنانچہ ایک معاہدہ طے پا گیا۔

''اتحاد بین المسلمین اور اس کے تقاضے'' اپنے رسالہ دعوت فکر میں مولانا منشا تابش قصوری نے کے صفحہ ۳۴ اور ۳۵ پر ''اشد العذاب'' مصنف مرتضیٰ حسن در بھنگی ناظم تعلیمات

دارالعلوم دیوبند کے صفحہ ۴، ۵، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۵ کی عبارات نقل کیں اور مولانا تقدس علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ بھی شائع کیا۔

ان مذکورہ بالا عقائد سے ہمیں پورا اتفاق ہے لہٰذا کسی بڑے سے بڑے عالم کی عبارت یا قول جو ان عقائد سے متصادم ہے یا متضاد ہو ان تمام عبارات اور اقوال سے ہم برائت اور لاتعلقی کا اعلان کرتے ہیں اور ان خیالات کے جو مذکور ہوئے قائل مسلمان نہیں ہیں۔

دستخط	دستخط	دستخط
عبدالرحمٰن اشرفی	عبدالروف ملک	اسفندیار ۹۰۔۱۔۲۰
وائس چانسلر جامعہ اشرفیہ	یونیورسٹی لاہور	خطیب آسٹریلیا مسجد لاہور
مفتی محمد حسین نعیمی	مفتی غلام سروری قادری	ید محمد یعقوب شاہ
دارالعلوم نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور	دارالعلوم غوثیہ رضویہ	پھالیہ شریف
	مین مارکیٹ گلبرگ لاہور	
محمد شمس الزمان قادری	محمد ٔبدالستار خان	

بعد ازاں عبدالرحمان اشرفی اس عاہدہ سے یہ منحرف ہوگئے انہوں نے اپنے بزرگوں کے خلاف فتویٰ سے کیوں اتفاق کیا، یہ معاہدہ واقعی ہوا تھا اس کی تصدیق یوں ہوئی کہ ماہنامہ عرفات لاہور کی اشاعت خاص بیاد مفتی اعظم پاکستان بابت مارچ ۲۰۰۰ء کے صفحہ نمبر ۲۷ اور نمبر ۳۰ پر عبدالرحمان اشرفی وائس چانسلر جامعہ اشرفیہ لاہور کا ایک خط شائع ہوا جس میں انہوں نے لکھا کہ

''ایک دفعہ بریلوی دیوبندی اختلافات کو ختم کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی جس میں قبلہ مفتی صاحب (مفتی محمد حسین نعیمی مرحوم) نے بھی ترکت کی اس کمیٹی نے اختلافات ختم کرنے کے لئے مشترکہ اجلاس بلائے اور ایک معاہدہ ''دعوت فکر'' کتاب مصنف مولانا محمد منشا تابش کے صفحہ ۳۴ پر لکھے گئے عقائد کے حوالہ سے طے پایا اور اس معاہدہ پر سب سے پہلے قبلہ مفتی صاحب نے دستخط کئے۔ میں نے آپ کے ختم قل کے موقع پر تقریر میں یہ کہا تھا

کہ مفتی صاحب ایک ولی کامل ہیں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ولی کی طاقت مرنے کے بعد بڑھ جاتی ہے اور قبلہ مفتی صاحب بھی ولی تھے میں نے خود انہیں ختم قل کے موقع پر دیکھا ہے فرما رہے تھے "جامعہ میں ہی تو چلا رہا ہوں۔"

لیکن نتیجہ مان کر نہیں مانتے۔

جادہ حق وصداقت

ماقبل کی بحثوں سے آپ اب اس نتیجہ تک پہنچ چکے ہوں گے کہ اتحاد ملت کی بس ایک ہی صورت ہے کہ تمام کلمہ گو جو بنام اسلام مختلف فرقوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں اپنے اپنے گمراہ اور غیر اسلامی رافضی وخارجی عقائد ونظریات سے توبہ ورجوع کر کے عالم اسلام کی سب سے بڑی اکثریت اہل سنت وجماعت میں ضم ہو جائیں، جس کے عقائد قرآن وسنت اور آثار صحابہ کے عین مطابق اور چودہ سو برس سے متوارث ومتواتر چلے آ رہے ہیں۔ لیکن اس مقام تک پہنچتے پہنچتے ممکن ہے ذہن کے کسی گوشے میں یہ اشکال باقی رہ گیا ہو کہ اہل سنت وجماعت کی صداقت وحقانیت کے سلسلہ میں علماء متقدمین اور مشائخ اسلام کے ارشادات اور عقائد اہلسنت ابھی ہمارے سامنے نہیں آسکے اور وہ اکابر اہلسنت کون ہیں جنھوں نے فکر وعمل کے توارث اور تسلسل کے ساتھ اپنے اپنے عہد میں جماعت اہل سنت کی حفاظت واشاعت کا فریضہ انجام دیا۔ اب ہم بڑے اختصار کے ساتھ ان تمام چیزوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مگر پہلے افتراق امت کے حوالے سے مشہور حدیث رسول نقل کرتے ہیں کیونکہ اہل سنت وجماعت کی حقانیت پر بہت سے اقوال اسی حدیث کے ضمن میں وارد ہوئے ہیں:

تفترق امتی علیٰ ثلاث و سبعین فرقۃً کلھم فی النار الاملۃ واحدۃ، قالوا ما ھی یا رسول اللہ ﷺ قال ما انا علیہ و اصحابہ۔

میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، تمام فرقے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک گروہ کے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ نجات پانے والا گروہ کون سا ہوگا؟

ارشاد فرمایا جو میری سنت اور میرے صحابہ کی جماعت کا پیروکار ہوگا۔

(الجامع السنن للترمذی، ابواب الایمان، باب افتراق ہذہ الامۃ ۹۳/۲)

دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! نجات پانے والا گروہ کون سا ہوگا تو نبی کریم ﷺ نے بڑی صراحت سے ارشاد فرمایا ''اھل السنۃ والجماعۃ''۔ اس حدیث کی روایت پر گفتگو کرتے ہوئے امام زین الدین العراقی نے فرمایا ''اسانیدھا جیاذ''۔ اس سے ثابت ہوا کہ اہل حق اور اہل صدق ووفا کے لئے ''اہل سنت و جماعت'' کا مبارک نام بھی مختار کائنات ﷺ کا دیا ہوا ہے۔

(امام غزالی، احیاء علوم الدین، جلد ۳ ص: ۲۲۶ طبع دار احیاء الکتب العربیۃ، القاھرہ)

(زین الدین عراقی، المغنی عن حمل الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الآثار، کتاب ذم الدنیا)

مندرجہ بالا حدیث کو امام احمد اور امام ابوداؤد نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس حدیث میں ''ما انا علیہ واصحابی'' کے بعد ''وواحد فی الجنۃ وھی الجماعۃ'' بھی ہے یعنی اور ایک گروہ جنتی ہے اور وہ جماعت ہے۔

(المسند امام احمد، ۱۰۲/۴ طبع المکتب الاسلامی للطباعۃ والنشر بیروت/ السنن ابوداؤد، باب شرح السنۃ، ۶۳۱/۲ مطبوعہ اصح المطابع کراچی۔)

ارباب حق کے لئے لفظ ''اہل سنت و جماعت'' کا استعمال صدر اول میں ہی شروع ہوگیا تھا، حضرت امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں امام محمد بن سیرین تابعی سے باسناد خود روایت فرماتے ہیں۔

لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنۃ قالوا سموا لنا رجالکم فینظر الی اھل السنۃ فیوخذ حدیثھم و ینظر الی اھل البدع فلا یوخذ حدیثھم.

پہلے اسناد کے تعلق سے تفتیش نہیں ہوتی تھی، لیکن جب فتنہ برپا ہوگیا تو روایت کرتے وقت کہتے ہمیں اپنے راویوں کے بارے میں بتاؤ، تو اگر اہل سنت و جماعت دیکھتے تو قبول کرلیتے اور بدمذہب دیکھتے تو اس کی روایت قبول نہیں کرتے۔

(مقدمہ صحیح مسلم، مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص:۱۱)

اب اس ابتدائی اور بنیادی گفتگو کے بعد مشائخ اسلام اور علما کبار کے نظریات ملاحظہ

فرمایئے:

حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی تہتر فرقوں والی حدیث نقل فرمانے کے بعد فرقہ ناجیہ کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاما الفرقة الناجية فهى اهل السنة والجماعة.

رہا نجات پانے والا فرقہ تو وہ اہل سنت و جماعت ہے۔

(شیخ عبدالقادر جیلانی، غنیۃ الطالبین/ حجۃ اللہ علیہ العالمین ص:۳۹۷ مطبوعہ برکات رضا پور بندر)

حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ہر شخص کو چاہیے کہ اعتقاد اہل سنت کو اپنے دل میں جمائے کہ یہی اس کی سعادت کا تخم ہوگا۔

(امام غزالی۔ کیمیائے سعادت، مطبوعہ لکھنو، ص:۵۸)

حضرت علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فعليكم يا معاشر المومنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله و حفظه و توفيقه فى موافقتهم و خذلانه و سخطه و مقته فى مخالفتهم.

اے اسلامی بھائیو! تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اس جنتی گروہ کے نقش قدم پر چلو جسے اہل سنت و جماعت کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ کی مدد اور اس کی حفاظت و توفیق اہل سنت کی موافقت میں ہے اور ان کی مخالفت میں ذلت، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور پھٹکار ہے۔

امام ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر التیمی نے افتراق امت والی حدیث کی تشریح میں مستقل ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی۔ وہ اپنی کتاب میں بہتر فرقوں کی تفصیل اور ان کے باطل عقائد رقم کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں لکھتے ہیں:

ثم حدث الخلاف بعد ذالك شيئاً فشيئاً الى ان تكاملت الفرق الضالة اثنين و سبعين فرقة، والثالثة والسبعون هم اهل السنة والجماعة وهى الفرقة الناجية.

پھر اس کے بعد افتراق امت کا ظہور ہوا اور ہوتے ہوتے بہتر گمراہ فرقوں کی تعداد

مکمل ہوگئی اور تہتروان گروہ اہلسنت وجماعت ہے اور یہی جنتی فرقہ ہے۔

(امام ابومنصور، بحوالہ حجۃ اللہ علی العالمین، از شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی ص: ۳۹۷)

قطب ربانی امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ اولیا کرام کی علامات کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

''اللہ کے ولی کی دوسری علامت یہ ہے کہ وہ طریق میں داخل ہونے سے پہلے عقائد اہل سنت سے واقف ہو۔

(امام عبدالوہاب شعرانی، انوار قدسیہ، مترجم، ص: ۹۲)

شیخ الاسلام خواجہ بہاؤ الحق زکریا ملتانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''جو میرے سلسلہ میں شامل ہوں گے وہ سب کے سب میری ضمانت میں ہیں، اور سلسلہ سے مراد قرآن وسنت کی پیروی، اقوال مجتہدین، اجماع صحابہ کرام اور اہل سنت وجماعت کی پیروی ہے۔

(خواجہ بہاؤ الحق، خلاصۃ العارفین)

حضرت خواجہ عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

انہ لا یفتح علی العبدالا اذاکان علیٰ عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ ولیس للہ ولی علی غیرھم ولو کان علیھا قبل الفتح لوجب علیہ ان یتوب بعد الفتح ویرجع الی عقیدۃ اھل السنۃ.

اس بندے پر ولایت ومعرفت کا دروازہ نہیں کھل سکتا جو مسلک ''اہل سنت وجماعت'' پر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی عقائد اہل سنت کے خلاف نہیں اور اگر ولایت کے فتح باب سے پہلے کوئی بدعقیدہ ہو تو اس راہ پر آنے سے پہلے اس پر واجب ہے کہ پہلے توبہ کرے اور عقائد اہل سنت اختیار کرے۔

(خواجہ عبدالعزیز دباغ، الابریز، ص: ۲۴)

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ہمارے سلسلہ طریقت کی بنیاد تین امور پر ہے (۱) اہل سنت وجماعت کے عقائد

پر ثابت قدم رہنا (۲) دوام آگاہی (۳) عبادت۔ لہٰذا اگر کسی مرد درویش میں ان تین چیزوں میں سے ایک میں بھی خلل آجائے تو وہ ہمارے طریقے سے خارج ہو جاتا ہے۔"

(خواجہ باقی باللہ، حالات مشائخ نقشبندیہ۔)

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

المراد بالسواد الاعظم هم من كان اهل السنة والجماعة.

سواد اعظم سے مراد اہلسنت و جماعت ہیں۔

(امام عبدالوھاب شعرانی، میزان شریعت کبریٰ جلد اول ص:۵۸)

حضرت داتا گنج بخش لاہوری علیہ الرحمہ شریعت میں سنی حنفی المذہب تھے، جہاں جہاں وہ حضرت امام اعظم کا نام لیتے ہیں وہ وہاں کمال احترام کو ملحوظ رکھتے ہیں، کشف المحجوب میں ایک جگہ امام اعظم کا ذکر بہ صد ادب و احترام کرتے ہوئے انہیں اہل سنت و جماعت کا مقتدا لکھا اس سے ان کے مسلک اہل سنت و جماعت کا ربند ہونے کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"امام اماں، مقتدائے سنیاں، اشرف فقہا، اعز علما ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الخراز رضی اللہ عنہ۔"

(حضرت داتا گنج بخش لاہوری، کشف المحجوب ص:۵۰)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا "**اتبعوا السواد الاعظم فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّار**" یعنی تم سواد اعظم کی پیروی کرو جو اس سے جدا ہوا سے تنہا جہنم رسید کیا جائے گا۔ حضرت ملا علی قاری "مرقات شرح مشکوۃ" میں لفظ سواد اعظم کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

السواد الاعظم يعبر به عن الجماعة الكثيره والمراد ما عليه اكثر المسلمين.

سواد اعظم بڑی جماعت سے عبارت ہے اس سے مراد اکثر مسلمانوں کا مسلک ہے۔

(ملا علی قاری، مرقات المفاتیح، جلد اص:۲۴۹ طبع ملتان)

حضرت علامہ شیخ ابوالعلی شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

اما الفرقة الناجية الذين قال النبی ﷺ فيهم هم الذين ما انا عليه واصحابی فهم الاشاعرة والسلف من المحدثين وهم اهل السنة والجماعة و مذهبهم خال عن بدع.

نبی کریم ﷺ کے ارشاد "ما انا علیہ اصحابی" کے مطابق جنتی فرقہ میں اشاعرہ، محدثین کرام اور اہل سنت و جماعت ہیں ان کا مذہب بدعت و گمراہی سے خالی ہے۔

(شیخ ابوالعلی شرح مواقف ص: ۶۲۷ طبع نولکشور لکھنو)

عارف باللہ حضرت شیخ اسمٰعیل حقی فرماتے ہیں:

"ہمارے شیخ مکرم پیر و مرشد نور اللہ مرقدہ نے اپنے وصال سے ایک دن قبل اپنے مریدین و متوسلین کو بلا کر فرمایا، میرے پاس کوئی مال و دولت نہیں کہ اس سلسلہ میں تمہیں کوئی وصیت کروں۔" ولكنی علیٰ مذهب اهل السنة والجماعة شريعةً وطريقةً و معرفةً و حقيقة فاعر فونی هكذا و اشهدوا لی بهٰذا فی الدنيا والآخرة فهـذه وصيتی" یعنی میں شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت میں مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم ہوں تم اس حیثیت سے مجھے پہچان لو، اور دنیا و آخرت میں میرے اس عقیدے پر گواہ رہنا تو یہی میری وصیت ہے۔

(شیخ اسمٰعیل حقی، تفسیر روح البیان جلد ۶ ص: ۱۰۱)

صاحب دلائل الخیرات شریف شیخ الشیوخ حضرت خواجہ محمد بن سلیمان بارگاہ الٰہی میں اس طرح دعا کناں ہیں:

وامتنا علی السنة والجماعة والشوق الی لقائک يا ذا الجلال والاكرام.

اے اللہ! مجھے مسلک اہل سنت و جماعت اور اپنی لقا کے شوق پر موت عطا فرمانا۔

(خواجہ محمد بن سلیمان، دلائل الخیرات شریف)

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب "مبدأ و معاد" میں فرماتے ہیں:

و در متابعت کتاب و سنت و آثار سلف صالحین ترغیب فرماید و

حصول مطلوب رابے ایں متابعت محال داند۔ و اعلام کشوف و قائع نماید که سرموئے مخالفت کتاب و سنت داشته باشد اعتبار نکند بلکه مستنفر باشد و بتصحیح عقائد بمقتضائے آرائے فرقه ناجیه اهل سنت و جماعت نصیحة نماید.

شیخ اپنے مرید کو قرآن وسنت اور سلف صالحین کی پیروی کی ترغیب دیں اور ان کے اتباع کے بغیر مطلوب کے حصول کو محال جانیں اور جن احوال وانکشافات میں قرآن وسنت کی مخالفت ہو ان کا قطعاً اعتبار نہ کریں بلکہ قابل نفرت جانیں اور فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت کے عقائد ونظریات کے عین مطابق اصلاح عقائد کی نصیحت کریں۔

(مجدد الف ثانی، مبدأ ومعاد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی اشاعت ۱۳۱۱ھ ص:۹)

حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات امام ربانی دفتر اول کے مکتوب نمبر ۲۵۱ میں اہل سنت و جماعت کی پیروی کو مدار نجات بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

پس باید که مدار اعتقاد رابر آنچه معتقد اهلسنت دارند. و سخنان زید و عمر را در گوش نیارند، مدار کار را بر افسانهائے دروغ ساختن خودرا ضائع کردن است، تقلید فرقه ناجیه ضرور ایست تا امید نجات پیدا شود.

عقائد ونظریات مسلک اہل سنت وجماعت کے مطابق رکھیں اور زید وعمر کی باتوں پر دھیان نہ دیں بدمذہبوں کے خودتراشیدہ عقائد پر اعتماد کرنا خود کو تباہی میں ڈالنا ہے۔ فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی اتباع وپیروی ضروری ہے تاکہ راہ نجات نصیب ہو۔

(شیخ احمد فاروقی سرہندی، مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱ مطبع ایجوکیشنل کراچی)

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنی کتاب ''رسالہ رد روافض'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی آمد کے بعد سے قریب پانچ سو برس تک اہل سنت وجماعت کے سوا کوئی دوسرا فرقہ پیدا نہیں ہوا تھا اور سب کے سب مسلک حنفی کے پابند تھے، اس رسالہ کا عربی ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے قلم سے بنام ''المقدمۃ السنیۃ شقار

الفرقۃ السنیۃ'' فرمایا ہے۔ حضرت شاہ صاحب ترجمہ کے ذیل میں افادہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ثم عاش کذالک ذریتھم من بعدھم قرناً بعد قرنٍ لیس فیھم اختلاف ولاتنازع ولاتصیبھم مصیبۃ فی دینھم ولا یختلط بھم من دونھم، کانھم لایعرفون ان فی الارض عقیدۃً غیر عقیدۃ الماتریدیۃ او فقھاً غیر فقہ الحنفیۃ.

پھر مسلمانانِ ہند اسی طرح فکر وعمل کی یگانگت کے ساتھ صدیوں تک زندگی گزارتے رہے، نہ ان میں کوئی اختلاف وتنازع تھا نہ ان کے دین میں کوئی مشکل درپیش تھی اور نہ دوسرے عقیدے کے لوگوں کا ان سے کوئی اختلاط تھا گویا کہ وہ یہ جانتے ہی نہ تھے کہ روئے زمین پر عقیدہ ماتریدیہ (اہل سنت وجماعت) کے علاوہ بھی کوئی عقیدہ ہے یا فقہ حنفی کے علاوہ کوئی فقہی مسلک بھی ہے۔

(شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، المقدمۃ السنیۃ السنیۃ ص:۲۸، ادارہ معارف نعمانیہ لاہور)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حضرت شیخ مجدد الف ثانی کے نظریات کی تائید کرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

فقیر دا اکثر معارف کہ شیخ بہ زبان فتح دوہ آوردہ مصدق اوست، مثل اشارہ بہ توحید شہودی، اگرچہ شیخ از رمز و ایما در آں تجاوز نہ کردہ و سخن بے پردہ اذا نہ فرمودہ و مثل قول بہ حقانیت علمائے اہل سنت.

فقیر شیخ احمد سرہندی کی زبان فیض ترجمان کے اکثر معارف کی تصدیق کرتا ہے جیسے اشارہ توحید شہودی اگرچہ شیخ نے اس مسئلہ میں اشارہ کنایہ سے تجاوز نہیں کیا ہے اور کوئی واضح گفتگو نہیں کی ہے اور ان کے اس قول کی بھی تصدیق کرتا ہوں کہ علمائے اہل سنت حق ہیں۔

(شاہ ولی اللہ، مکتوب، بنام خواجہ محمد امین، مشمولہ در المجموعۃ السنیۃ ص:۹۶، ادارہ معارف نعمانیہ لاہور)

علامہ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں رقم طراز ہیں:

''علامہ اسماعیل بن ابراہیم نے حاکم ابواحمد حاکم رحمۃ اللہ علیہ کو بعد وصال خواب میں

دیکھا اور دریافت کیا: ''ای الفرق اکثر نجاۃ عندکم فقال اھل السنۃ والجماعۃ'' یعنی تمہارے نزدیک کس فرقہ کے لوگ نجات پانے والے ہیں جواب دیا اہل سنت وجماعت۔

(علامہ جلال الدین سیوطی، شرح الصدور ص:۱۱۹)

حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے معاصر بزرگ حضرت شیخ ابوشکور سالمی قدس سرہ العزیز افتراق امت والی حدیث بیان کرنے کے بعد فرقہ ناجیہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''وھی اھل السنۃ والجماعۃ''

(ابوشکور سالم، تمہید ص:۷۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''اشعۃ اللمعات'' میں فرماتے ہیں:

سواد اعظم دردین "مذهب اهلسنت و جماعت" است عرف ذالک من النصف بالانصاف و تجنب عن التعصب والاعتساف و محدثین، اصحاب کتب سته وغیرها از کتب مشهوره معتمده، که بناء و مدار احکام اسلام بر آنهاں افتاده، و ائمه فقهائے ارباب مذاهب اربعه، وغیرهم از آنهاں که در طبقه ایشاں بوده اند، همه بریں مذهب بوده اند و اشاعره و ماتریدیه که ائمه اصول کلام اند، تائید مذهب سلف نموده، و بدلائل عقلیه آں را اثبات کرده، آنچه سنت رسول الله ﷺ تعالیٰ علیه آله وسلم و اجماع سلف برآں رفته بود مؤکد ساخته اند، ولهذا نام ایشاں "اهل سنت و جماعت افتاده"

ومشائخ صوفیه از متقدمین و محققین ایشاں، که استادان طریقت و زهاد و عبّاد و مرتاض و متورع و متقی، و متوجه بجناب حق و مبتری از حول و قوت نفس بوده اندهمه بریں مذهب بوده اند.

دین اسلام میں سواد اعظم ''اہل سنت وجماعت ہیں منصف اور تعصب سے اجتناب کرنے والا اسے جانتا ہے۔ اور صحاح ستہ و دیگر حدیث کی مشہور و معتمد کتب (کہ جن پر اسلامی احکام کا دارومدار اور بنیاد ہے) کی تصنیف کرنے والے محدثین، مذاہب اربعہ کے ائمہ فقہا وغیر ہم جو ان کے ہم عصر تھے، تمام اسی مذہب پر ہوئے۔ اشاعرہ اور

ماتریدیہ جو اصول کلام (علم عقائد) کے امام ہیں انہوں نے بھی مذہب سلف کی تائید کی اور دلائل عقلیہ سے اسے ثابت کیا اور سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت کو مستحکم کیا اسی لئے ان کا نام اہل سنت و جماعت واقع ہوا ہے۔

اور مشائخ صوفیہ اولیائے کرام میں سے متقدمین، محققین، جو کہ طریقت استاد، زاہد و عابد، دینی امور میں احتیاط کرنے والے، صاحب ورع، پرہیزگار اور بارگاہ خداوندی میں متوجہ رہنے والے اور اپنے نفسانی حول وقوت سے علیحدگی اختیار کیئے ہوئے تھے، سب کے سب اسی مذہب ''اہل سنت و جماعت'' پر ہوئے ہیں۔

چنانکہ از کتب معتمدہ ایشاں معلوم گردد۔ ودر ''تعرف'' کہ معتمد ترین کتابہائے ایں قوم است عقائد صوفیہ کہ اجماع دارند برآں، آوردہ کہ ہمہ عقائد ''اہل سنت و جماعت'' است بے زیادت ونقصان۔

جیسا کہ ان کی معتمد کتب سے معلوم ہوتا ہے ائمہ صوفیہ کی معتمد ترین کتب میں سے 'تعرف میں ہے کہ عقائد صوفیہ وعقائد اولیائے کرام کہ جن پر ان برگزیدان اسلام کا اجماع واتفاق ہے۔ وہ بلا کم وکاست بھی ''اہل سنت و جماعت کے عقائد ہیں۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ، جلد اول ص:۶ ۷ مطبع مصطفائی کلکتہ)

تاریخ اسلام کے دامن پر اہل سنت و جماعت کی عزیمت واستقامت اور حقانیت و صداقت کے نقوش چاند وتاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم ان چند مشائخ اسلام اور علمائے اہلسنت کے اقوال وارشادات پر قلم روکتے ہیں۔ یہ حقیقت ایک لمحے کے لئے بھی ذہنوں سے اوجھل نہیں ہونی چاہئے کہ صحابہ کرام، ائمہ حقیقت ایک لمحے کے لئے بھی ذہنوں سے اوجھل نہیں ہونی چاہئے کہ صحابہ کرام، ائمہ عظام اور ارباب عزیمت واستقامت نے اپنے اپنے عہد میں زبان وقلم اور فکر وعمل سے باطل نظریات کی بھرپور تردید فرمائی ہے اور آج بھی احقاق حق اور ابطال باطل اسلام کا داعیہ اور فرزندان اسلام کی ایمانی ذمہ داری ہے، یہ عجیب مضحکہ خیز بات ہے کہ آج کچھ لوگ بڑی سادگی سے کہہ گزرتے ہیں کہ کسی کو برا نہیں کہنا چاہئے جبکہ اسلام چاہتا ہے کہ ہر ممکن جدوجہد کر کے باطل کا قلع قمع کر دینا چاہئے تا کہ ایک صالح اور امن پسند خوش عقیدہ معاشرہ کی تشکیل

ہو سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِینَ یُؤْذُونَ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ.

بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

(قرآن عظیم سورہ احزاب آیت نمبر ۱۲)

امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات ربانی میں یہ حدیث رسول نقل فرمائی ہے۔

قال علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام اذا ظھرت الفتن اوقال البدع وسبت اصحابی فلیظھر العالم علمہ فمن لم یفعل ذالک فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ لہ صرفاً ولا عدلاً.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب فتنوں کا ظہور ہو یا فرمایا کہ جب بدعقیدگیوں کا ظہور ہو اور میرے اصحاب کو طعن و تشنیع کی جائے تو عالم کو اپنا علم ظاہر کرنا لازم ہے ورنہ اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اس کا نہ فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

(بحوالہ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱ ص: ۴۱۷، کراچی/ الخطیب فی الجامع۔)

ایک اور مقام پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا ظھرت البدع لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا فمن کان عندہ علم فلینشرہ فان کاتم العلم یومئذٍ ککاتم ما انزل اللہ علی محمد.

فتنوں کا ظہور ہو اور اس امت کے بعد والے اگلے لوگوں پر لعنت کریں تو اس وقت جس کے پاس علم ہو وہ اسے عام کرے کیونکہ ایسے حالات میں علم کا چھپانا اس کے چھپانے کی طرح ہے جو اللہ نے نبی پاک پر نازل کیا۔

(روی ابن عساکر عن جابر، ابن عدی فی الکامل والخطیب فی التاریخ)

ابن ماجہ اور ترمذی کی روایت ہے:

ان الناس اذا رأو منکراً فلم یغیروہ یوشک ان یعمھم اللہ بعقابہ (عن

ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ)

جب لوگ کسی بری چیز کو دیکھیں تو اس کو نہ بدلیں تو خطرہ ہے کہ کہیں عتاب الٰہی میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ وہ خلفائے راشدین جن کی پیروی رسول اللہ نے اپنے قول "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین" سے لازم قرار دی اسلام کی اس بلند عزیمت صف اول نے بھی اسلامی عقائد ومعمولات میں دراندازی کرنے والوں کے خلاف سختی سے نوٹس لیا۔ کیا تاریخ کی اس حقیقت سے کوئی انکار کرسکتا ہے کہ امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کو قتل کیا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک مسافر سے ملاقات ہوگئی، اور وہ اسے مہمان بنا کر اپنے گھر لے آئے، لیکن جب ان پر یہ ظاہر ہوا کہ یہ بدعقیدہ ہے تو اسی وقت اسے اپنے دستر خوان سے اٹھا دیا اور گھر سے نکال دیا۔ حضرت خلیفہ ثالث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے اسلام قبول کر کے کفر کیا ہے تو آپ نے اسے تین بار دعوت اسلام دی لیکن وہ منکر ہی رہا تو آپ نے اسے قتل کر دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی خوارج سے قتل وقتال کیا۔ اسی طرح تمام صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین نے بھی باطل افکار ونظریات کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے کے لئے اپنی فکری وعملی قوتوں کو صرف کیا اور اہل سنت و جماعت کے ایمان افروز گلشن کو سدا بہار بنائے رکھا، یوں تو ہر دور میں عالم اسلام کے سینکڑوں علماء، مشائخ سلاسل طریقت اور ارباب عزیمت واستقامت نے بھرپور عملی مردانگی اور ثبات قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلک اہل سنت و جماعت کی حفاظت و پاسبانی کا گراں قدر کارنامہ انجام دیا، اور مخالف طوفان میں بھی اسلام کا چراغ بجھنے نہیں دیا، اور خود انگاروں پر چلنا گوارا کیا مگر اسلام وسنیت کا چہرہ کملانے نہیں دیا۔ ہم اس مقام پر ان تمام علمبرداران حق وصداقت کے اسمائے گرامی سپرد قلم نہیں کرسکتے اس لئے خلفائے اسلام اور صحابہ کرام کے بعد سے کاروان عزیمت و استقامت کی ایک مختصر فہرست سپرد قلم کرتے ہیں۔ اس فہرست کا اکثر حصہ "حدوث الفتن و جہاد اعیان السنن" سے ماخوذ ومقتبس ہے۔

پہلی صدی ہجری میں

(۱) خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبد العزیز ۶۱ھ/۱۰۱ھ

دوسری صدی ہجری میں

(۲) امام محمد بن ادریس شافعی ۱۵۰ھ/۲۰۴ھ

(۳) امام حسن بن زیاد لؤلؤی کوفی /۲۰۴ھ

(۴) سیدنا معروف بن فیروز کرخی /۲۰۰ھ

(۵) امام اشہب بن عبد العزیز مصری مالکی ۱۴۵ھ/۲۰۴ھ

(۶) امام علی رضا بن موسیٰ کاظم ۱۵۳ھ/۲۰۳ھ

(۷) امام یحییٰ بن معین بغدادی ۱۰۷ھ/۲۳۳ھ

تیسری صدی ہجری میں

(۸) امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ/۲۴۱ھ

(۹) امام احمد بن شعیب نسائی ۲۱۵ھ/۳۰۳ھ

(۱۰) امام ابو العباس احمد بن عمر بن سریج الشافعی ۲۴۹ھ/۳۰۶ھ

(۱۱) المجتہد المطلق محمد بن جریر طبری ۲۲۴ھ/۳۱۰ھ

(۱۲) امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الازدی الطحاوی ۲۳۹ھ/۳۲۱ھ

(۱۳) امام ابو الحسن علی بن اسمٰعیل الاشعری ۲۶۰ھ/۳۲۴

(۱۴) امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی /۳۳۳ھ

چوتھی صدی ہجری میں

(۱۵) امام ابوحامد احمد بن محمد اسفرائنی ۳۴۴ھ/۴۰۶ھ

(۱۶) امام ابوبکر محمد بن موسیٰ بن محمد خوارزمی /۴۰۳ھ

(۱۷) امام قاضی ابوبکر محمد بن طیب باقلانی ۳۳۸ھ/۴۰۳ھ

(۱۸) امام ابوالطیب سہل بن ابی سہل محمد العجلی السعلوکی /۴۰۴ھ

(۱۹) امام ابواسحٰق ابراہیم بن محمد اسفرائنی /۴۱۷ھ

پانچویں صدی ہجری میں

(۲۰) حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد بن محمد الغزالی ۴۵۰ھ/۵۰۵ھ

(۲۱) حضرت داتا گنج بخش ہجویری لاہور ۴۰۰ھ/۴۶۵ھ

چھٹی صدی ہجری میں

(۲۲) محی الدین شیخ الشیوخ سیدنا عبدالقادر بن موسیٰ جیلانی ۴۷۱ھ/۵۶۱

(۲۳) امام فخر الدین محمد بن عمر رازی ۵۴۴ھ/۶۰۶ھ

ساتویں صدی ہجری میں

(۲۴) تقی الدین محمد بن علی المعروف بہ ابن دقیق العید قشیری ۶۲۵ھ/۷۰۲ھ

(۲۵) عز الدین عبدالعزیز بن عبدالسلام دمشقی ۵۷۷ھ/۶۶۰ھ

(۲۶) سلطان الھند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ۵۳۷ھ/۶۳۳ھ

(۲۷) حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی ۵۶۶ھ/۶۶۶ھ

(۲۸) حضرت فریدالدین گنج شکر ۵۷۵ھ/۶۶۴ھ

(۲۹) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۵۸۱ھ/۶۳۴ھ

(۳۰) حضرت مخدوم علاء الدین صابر کلیری ۵۹۲ھ/۶۹۰ھ

آٹھویں صدی ہجری میں

(۳۱) تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی ۶۷۳ھ/۷۵۶ھ

(۳۲) زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی ۷۲۵ھ/۸۰۴ھ

(۳۳) سراج الدین عمر بن ارسلان البلقینی ۶۲۴ھ/۷۰۵ھ

(۳۴) حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء ۶۳۶ھ/۷۲۵ھ

(۳۵) حضرت شرف الدین احمد یحیٰ منیری ۶۶۱ھ/۷۸۲ھ

(۳۶) حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت ۷۰۷ھ/۷۸۳ھ

(۳۷) حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی ۷۱۴ھ/۷۸۶ھ

(۳۸) حضرت مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی ۷۰۷ھ/۸۰۸ھ

نویں صدی ہجری میں

(۳۹) جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی ۸۴۹ھ/۹۱۱ھ

(۴۰) شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی ۸۳۱ھ/۹۰۲ھ

دسویں صدی ہجری میں

(۴۱) شمس الدین محمد بن احمد بن حمزہ رملی ۹۱۹ھ/۱۰۰۴ھ

(۴۲) امام علی بن سلطان محمد القاری الھروی /۱۰۱۴ھ

(۴۳) حضرت شیخ سلیم چشتی ۸۸۴ھ/۹۷۹ھ

(۴۴) سید امام عبد الواحد بلگرامی ۹۱۵ھ/۱۰۱۷ھ

گیارھویں صدی ہجری میں

(۴۵) امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی ۹۷۱ھ/۱۰۳۴ھ

(۴۶) شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی ۹۵۷ھ/۱۰۵۲ھ

(۴۷) سلطان اورنگ زیب عالمگیر ۱۰۲۵ھ/۱۱۱۷ھ

بارھویں صدی ہجری میں

(۴۸)	شیخ کلیم اللہ چشتی	/۱۱۴۳ھ
(۴۹)	شیخ محب اللہ بہاری	/۱۱۱۹ھ
(۵۰)	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۱۴ھ/۱۱۷۶ھ

ان اساطین اہلسنت کے بعد ہندوستان میں جس کاروان اہلسنت نے اسلامیان ہند کی رہنمائی فرمائی اور سواد اعظم اہلسنت و جماعت کو راہ مستقیم پر گامزن رکھا تیرھویں صدی ہجری کے حوالے سے ان ارباب عزیمت واستقامت کی ایک مختصر فہرست ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔

(۵۱)	حضرت علامہ عبدالعلی فرنگی محلی	۱۱۴۴ھ/۱۲۳۵ھ
(۵۲)	حضرت شاہ محمد اجمل الہ آبادی	۱۱۶۰ھ/۱۲۳۶ھ
(۵۳)	حضرت شاہ انوار الحق فرنگی محلی	۱۱۶۷ھ/۱۲۳۶ھ
(۵۴)	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۱۵۹ھ/۱۲۳۹ھ
(۵۵)	حضرت شاہ غلام علی دہلوی	۱۱۵۸ھ/۱۲۴۰ھ
(۵۶)	حضرت شاہ ابوسعید مجددی رامپوری	۱۱۹۶ھ/۱۲۳۷ھ
(۵۷)	حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی	۱۱۶۰ھ/۱۲۶۲ھ
(۵۸)	حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلواروی	۱۱۹۱ھ/۱۲۶۵ھ
(۵۹)	حضرت شاہ احمد سعید مجددی رامپوری	۱۲۱۷ھ/۱۲۷۷ھ
(۶۰)	حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی	۱۲۱۲ھ/۱۲۷۸ھ
(۶۱)	حضرت علامہ عبدالعلیم فرنگی محلی	۱۲۰۹ھ/۱۲۸۵ھ
(۶۲)	حضرت علامہ فضل رسول بدایونی	۱۲۱۳ھ/۱۲۸۹ھ
(۶۳)	حضرت علامہ شاہ آل رسول مارہروی	۱۲۰۹ھ/۱۲۹۶ھ

چودھویں صدی ہجری ہندوستان میں مذہبی کشمکش کی صدی تھی، انتہائی گمراہ کن اور

ایمان سوز تحریکیں جنم لے رہی تھیں اور صدیوں کے متواتر اور متوارث عقائد ونظریات تہ و بالا کر رہی تھیں۔ ان حالات میں مسلک جمہور اہلسنت و جماعت کی حفاظت و پاسبانی کے لئے جو علمائے حق اور مردان فکر وفن میدان میں تھے اس کاروان اہل سنت میں سے چند نام ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

(۶۴)	حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی	۱۲۶۴ھ/۱۳۰۴ھ
(۶۵)	حضرت مفتی ارشاد حسین رامپوری	۱۲۴۸ھ/۱۳۱۱ھ
(۶۶)	حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی	۱۲۰۸ھ/۱۳۱۳ھ
(۶۷)	حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری لاہوری	۱۳۱۵ھ
(۶۸)	حضرت مولانا غلام قادر بھیروی	۱۳۲۷ھ
(۶۹)	حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی	۱۲۵۳ھ/۱۳۲۹ھ
(۷۰)	حضرت مولانا ہدایت اللہ رامپوری	۱۳۲۶ھ
(۷۱)	حضرت مولانا خیر الدین دہلوی	۱۳۲۶ھ
(۷۲)	حضرت مولانا امام احمد رضا بریلوی	۱۲۷۲ھ/۱۳۴۰ھ
(۷۳)	حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی	۱۲۷۲ھ/۱۳۴۱ھ
(۷۴)	حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی	۱۳۳۴ھ
(۷۵)	حضرت شاہ علی حسین اشرفی	۱۲۶۶ھ/۱۳۵۵ھ
(۷۶)	حضرت شاہ مہر علی گولڑوی	۱۲۷۴ھ/۱۳۵۶ھ
(۷۷)	حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ	
(۷۸)	حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد	

یہ تھی چودہ سو سالہ کاروان اہلسنت اور ارباب عزیمت و استقامت کی ایک مختصر فہرست جنہوں نے رسول اور اصحاب رسول ﷺ کے افکار و معمولات کی پیروی کرتے ہوئے پورے ولولہ وشوق کے ساتھ دعوت و تبلیغ اور اشاعت سنیت کا فریضہ انجام دیا اور اپنے اپنے دور میں بھرپور عزم وحوصلہ کے ساتھ اسلام وسنیت کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں

اور بنام اسلام پھیلنے والے باطل فرقوں کا سد باب کیا۔

ہندوستان اس حیثیت سے تاریخ اسلام میں نمایاں اور ممتاز مقام رکھتا ہے کہ دیار ہند میں ظہور اسلام کے بعد قریب پانچ سو برس تک فرزندان اسلام میں کسی قسم کی بدعقیدگی ظاہر نہیں ہوئی، اس کو صوفیائے کرام کے اخلاص عمل اور طہارت فکر کی برکت ہی کہا جا سکتا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں حنفی ہی حنفی تھے شافعی اور حنبلی مسلک کے لوگ تلاش کرنے پر بھی نہیں ملتے تھے اور طوطئ ہند حضرت خواجہ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ ہند میں مسلمانوں کی کیا بات ہے یہاں کے دریاؤں اور سمندروں کی مچھلیاں بھی سنی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کی وہ معلومات افزا تحریر ذیل میں پڑھیے:

اماں ازاں کہ اسلام در آں جا ظاہر شدہ است، وسلاطین عظام و اولیاء کرام از اطراف و جوانب تشریف آوردہ اند و معالم دین و اعلام اسلام زماں در تزاید و ترقی است، و بر سائر ممالک نہ بہ یک وجہ بلک بہ وجوہ مزیت و فضیلت دارد کہ تمام سکان آں از اہل اسلام بر عقیدہ حقہ اہلسنت و جماعت اندو نشانے از اہل بدعت و ضلالت در آں دیار پیدا نیست، و طریقہ مرضیہ حنفیہ دارند.

جس وقت سے یہاں اسلام کا ظہور ہوا، اور سلاطین اسلام کو فتحیابی ہوئی اور مشائخ عظام اور اولیائے کرام کی تشریف آوری ہوئی دینی آثار اور ناموران اسلام میں مسلسل اضافہ ہوا ہے اور دیگر ممالک پر کئی اعتبار سے امتیاز و فوقیت رکھتا ہے۔ کیونکہ ہندوستانی مسلمان اہلسنت و جماعت کے عقیدہ حقہ پر مضبوطی سے کاربند ہیں اور بد دینی اور گمراہی کی کوئی علامت یہاں ظاہر نہیں ہوئی اور تمام لوگ مسلک حنفی کے پیروکار ہیں۔

حتیٰ کہ اگر بالفرض شخصے را مذہب شافعی یا حنبلی داشتہ باشد، طلبند نہ یابند

اور حال یہ ہے کہ کسی شافعی یا حنبلی مسلک والے کو تلاش بھی کیا جائے تو نہ پا سکیں

گے۔

حضرت خواجہ امیر خسرو علیہ الرحمہ والرضوان در تعریف ملک ہندوستان می فرمایند

حضرت امیر خسرو ہندوستان کے اسلامی احوال و کوائف کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(شیخ احمد سرہندی رسالہ رد روافض ص ۹ مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور

خوشا ہندوستان و رونق دیں — شریعت راہ کمال عزو تمکیں

زبر دستان ہندو گشتہ پامال — فرو دستان ہمہ درداون مال

بدیں عزت شدہ اسلام منصور — بداں خواری سراں کفر مقہور

بہ ذمت گر نہ بودے رخصت شرع — نہ ماندے نام ہندو ز اصل تا فرع

زغزنین تالب دریا دریں باب — ہمہ اسلام بینی بریکے آب

نہ ترسائے کہ از نا ترسگاری — نہد بر بندہ داغ کردگاری

نہ از جنس جہوداں جنگ و جوریت — کہ از قرآں کند دعویٰ بہ توریت

نہ مغ کز طاعت آتش شود شاد — وزو باصد زباں آتش بہ فریاد

مسلمانان نعمانی روش خاص — زدل ہرچار ایں رابہ اخلاص

نہ کیں باشافعی نے مہر بازید — جماعت راوسنت رابہ جاں صید

نہ اہل اعتزالے کز فن شوم — زدیدار خدا گردند محروم

نہ رفض تا رسد زاں مذہب بد — جفائے بر وفاداران احمد

نہ زاں سگ خارجی کز کینہ سازی — کند باشیر حق روباہ بازی

زہے ملک مسلمان خیز و دیں جوئے — کہ ماہی نیز سنی خیز واز جوئے ۲۴

(حضرت امیر خسرو، بحوالہ رد روافض ص: ۹۔ ۱۰)

حضرت امام ربانی حضرت امیر خسرو کے ان اشعار کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

''ہندوستان میں اسلام کی آمد کے بعد قریب پانچ سو برس تک اہلسنت و جماعت کی

بہاریں رہیں اور کوئی فرقہ بندی نہیں ہوئی لیکن جب خاقان اعظم عبداللہ نے خراسان کے کچھ شیعوں کو قتل کیا اور کچھ کو جلا وطن کیا تو ان میں سے کچھ اہل تشیع ہندوستان میں داخل ہو گئے اور بڑی چابک دستی سے ارباب اقتدار اور سلاطین ہند سے وابستہ ہو گئے اور ہندوستانی عوام کو اپنے باطل نظریات سے گمراہ کرنے لگے، اس طرح ملک خراسان میں تو فتنہ سرد پڑ گیا لیکن ہندوستان میں یہ قیامت خیز فتنہ برپا ہو گیا۔"

امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اہل تشیع کی تردید میں زبان وقلم سے بھرپور جہاد کیا، لیکن پھر مولوی اسمٰعیل دہلوی نے نجدی وہابیت کو ہندوستان میں درآمد کیا، اس فتنہ وہابیت سے دیوبندیت، قادیانیت، چکڑالویت، وغیرہ فرقوں نے جنم لیا علمائے ہند نے ان فتنوں کے رد میں بھرپور جدوجہد کی لیکن چودھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے نمایاں کردار ادا کیا۔

ڈاکٹر کے محمد عبدالحمید اکبر نے پونے یونیورسٹی سے "مولانا محمد انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی" پر پی ایچ ڈی کی ہے وہ اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں لکھتے ہیں:

"شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمہما اللہ کے بعد جس جامعیت سے اصلاح معاشرہ اور زندگی کے ہر شعبے میں قوم وملت کی رہنمائی کے لئے جو شخصیت ہمارے سامنے آتی ہے وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی ہے۔ اور کئی ایسے مذہبی دانشور اور مفکر بھی آئے جنہوں نے مسلمانوں کی دینی اور مسلکی رہنمائی میں اپنی تصانیف کے ذریعہ مجددانہ اور مجاہدانہ کردار پیش کیا ان مصلحین میں مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نامور ہوئے۔"

(ڈاکٹر کے محمد عبدالحمید اکبر، مولانا انوار اللہ فاروقی، مطبوعہ مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدر آباد 138)

جامعہ ملیہ دہلی کے نامور استاذ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم چودھویں صدی ہجری کے ہندوستان کی مذہبی بساط کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

"انیسویں صدی سے ہی نظریاتی بنیادوں پر علما مختلف مکاتیب میں تقسیم ہونا شروع

ہو گئے تھے اور مسلم معاشرہ بھی ان کی پیروی میں متعدد خیموں میں تقسیم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ صدیوں تک "ہدایہ" ہندوستانی مسلمانوں کو راہ ہدایت دکھاتی رہی لیکن نجد میں تصنیف کی ہوئی کتاب وسنت کی ایک نئی تعبیر "التوحید" کو انیسویں صدی میں ہندوستان میں درآمد کیا گیا جس کا اردو ترجمہ "تقویۃ الایمان" نفاق کا باعث بنا۔ شاہ اسمٰعیل دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" کی اشاعت سے پہلے ہندوستانی مسلمان صرف دو گروہوں میں منقسم تھے، اہل سنت اور اہل تشیع، ان میں اول الذکر کی آبادی کثیر تھی، لیکن تقویۃ الایمان کے بعد اختلافات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ سواد اعظم سے نکل نکل کر لوگ مختلف خیموں میں داخل ہونے لگے اور اس طرح سواد اعظم کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ اس انتشار کی روک تھام اور اہل سنت کی شیرازہ بندی کے لئے روہیل کھنڈ کے شہر بریلی کے ایک فاضل عالم نے عزم مصمم کیا یہ فاضل عالم تھے۔ مولانا احمد رضا خاں (۱۸۵۶۔۱۹۲۱) جو امام اہلسنت مجدد دین وملت فاضل بریلوی کے نام سے معروف ومشہور ہوئے۔"

(سید جمال الدین اسلم، اہلسنت کی آواز ۱۹۹۸ء ص: ۲۳۸۔۲۳۹ مطبوعہ مارہرہ شریف)

پاکستان کے سابق وزیر مذہبی امور اور اقلیتی امور مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

"بدقسمتی سے ہمارے ہاں اکثر لوگ انہیں بریلوی نامی ایک فرقہ کا بانی سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے مسلک کے اعتبار سے صرف حنفی اور سلفی تھے۔"

(کوثر نیازی، امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت مطبوعہ المجمع المصباحی مبارکپور)

ان شواہد کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی چودھویں صدی ہجری میں اہلسنت وجماعت کے عظیم پیشوا اور مقتدا تھے۔ امام احمد رضا اپنی بے پایاں علمی اور قلمی خدمات کی وجہ سے عالم اسلام میں اہلسنت وجماعت کے علامتی نشان بن گئے اور پھر ان کے بعد برصغیر میں اہلسنت وجماعت کی قیادت ان کے خلفا اور تلامذہ نے سنبھالی۔ امام احمد رضا کے ایک نامور خلیفہ مفسر قرآن صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی اپنے عہد کے حالات کے پیش نظر اہلسنت وجماعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سنی وہ ہے جو "ما انا علیہ واصحابی" کا مصداق ہو، یہ وہ لوگ ہیں جو خلفائے

راشدین، ائمہ دین، مسلم مشائخ طریقت اور متاخر علمائے کرام میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملک العلما حضرت بحر العلوم فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رامپوری اور حضرت مفتی شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک پر ہوں رحمھم اللہ تعالیٰ۔''

(مولانا نعیم الدین مراد آبادی، الفقیہ امرتسر ۲۱ اگست ۱۹۴۵ء ص:۹)

ان حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت پورے طور پر منقح ہوگئی کہ اس وقت برصغیر میں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز اور ان کے مؤید ہزاروں ہزار علماء و مشائخ کے عقائد و نظریات ہی عقائد اہلسنت و جماعت ہیں۔ یہی جماعت سواد اعظم بھی ہے اور ارشاد رسول ''ما انا علیہ واصحابی'' کی حقیقی مصداق بھی۔

حصہ اوّل

کرم خاکی ہوں نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(درثمین)

خودنوشت تعارف

مرزا غلام احمد قادیانی

بروایت خاندانی
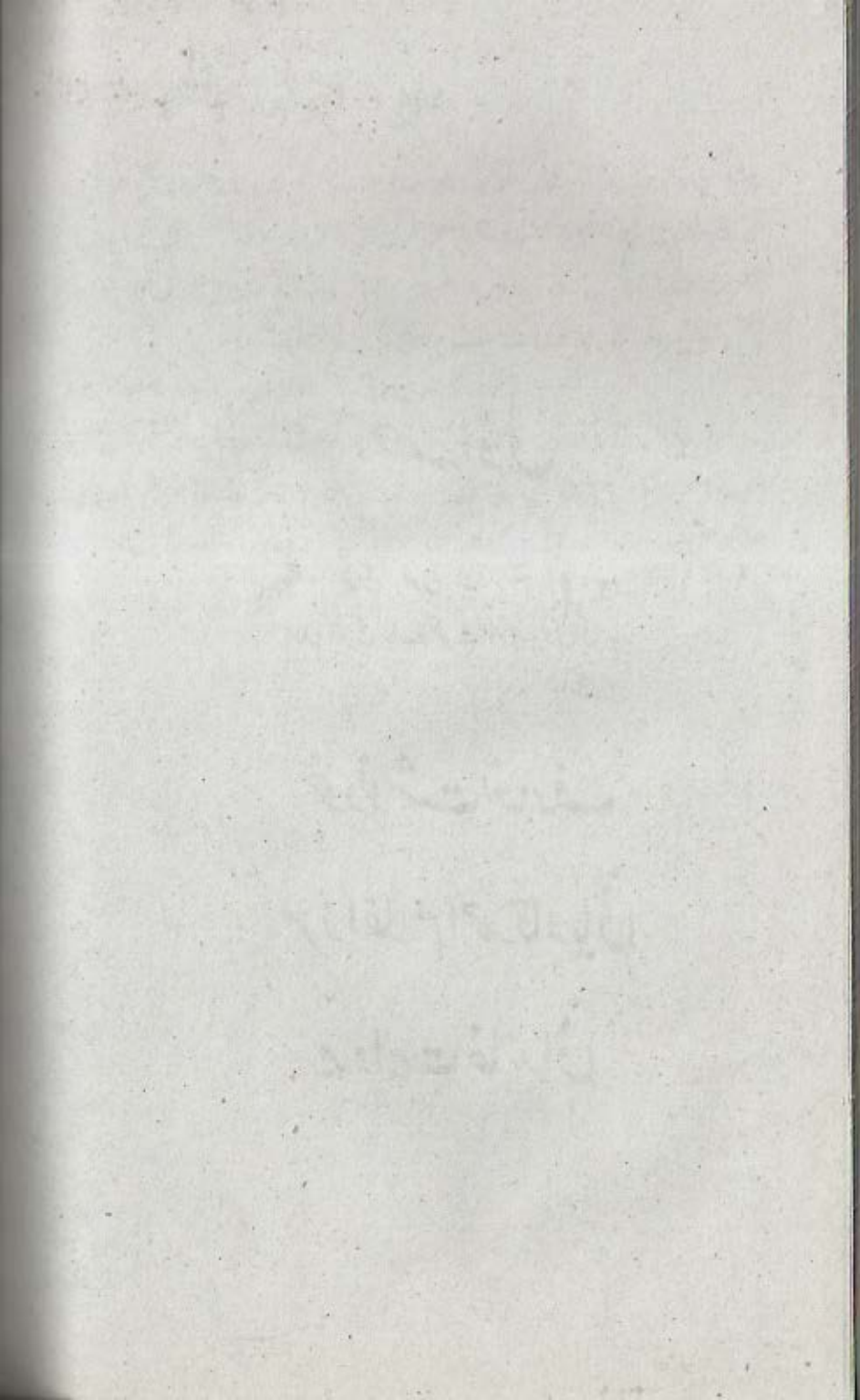
زیر نظر مقالے کا اصل موضوع مرزا غلام احمد صاحب کا وہ تعارف ہے جو خود انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے یا ان کے اہل خانہ مثلاً بیوی بیٹوں نے بیان کیا ہے۔ مرزا کے مقربین، مخلصین کو بھی اہل خانہ میں ہی شمار کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں ان کے خاندانی پس منظر کو واضح کرنے کیلئے چند اقتباسات پر ہی اکتفا کیا گیا ہے جس کا مقصد صرف یہ واضح کرنا ہے کہ مرزا خاندان انگریز کا ابتدا ہی سے نمک خوار، زرخرید، وفا شعار، قدیم اور اصلی ایجنٹ رہا ہے اس لیے اگر مرزا غلام احمد قادیانی کو جدی پشتی اور خاندانی انگریزی (برطانوی) ''غلام'' کہا جائے تو اس میں کوئی مبالغہ ہوگا اور نہ یہ امر واقعہ کے خلاف ہوگا۔

خاندان غلاماں کی کہانی مرزا قادیانی کی زبانی

مرزا غلام قادیانی اپنے خاندان غلاماں کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضٰی گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا' جن کو دربار گورنر میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور 1857ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیات خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہو گئیں مگر تین چٹھیات جو مدت سے چھپ چکی ہیں ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کے گزر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا''۔

(کتاب البریہ' ص 3,4,5 روحانی خزائن جلد 13' صفحہ 4 تا 6)

انگریز کا خود کاشتہ پودا

''سرکار دولتمدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار، جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا''۔ (مجموعہ اشتہارات، جلد سوئم، صفحہ 21 از مرزا غلام احمد)

جواب محبت

مرزا غلام احمد قادیانی کے باپ مرزا غلام مرتضٰی کی موت پر پنجاب کے فنانشل کمشنر نے مرزا کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کے نام ایک چٹھی میں اپنے اس غلام خاندان کی وفاداریوں اور محبت کا جواب دیتے ہوئے اس کو بھرپور تسلی دی کہ انگریزی حکومت مرزا غلام مرتضٰی کی موت کے بعد بھی آپ کے خاندان پر شفقت کا ہاتھ رکھے گی چنانچہ مرزا خاندان کو تسلی دیتے ہوئے لکھا۔

''مرزا غلام مرتضٰی سرکار انگریز کا اچھا خیر خواہ اور وفادار رئیس تھا۔ آپ کے خاندان کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم آپ کی بھی اسی طرح عزت کریں گے جس طرح تمہارے وفادار باپ کی کی جاتی تھی۔ ہم کو اچھے موقع کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور پابجائی کا خیال رہے گا''۔ (کتاب البریہ، روحانی خزائن 13)

مرزا اور اس کے خاندان غلاماں کے تعارف اور پس منظر کے لیے ہم اسی قدر حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی براہ راست مرزا صاحب کا خودنوشت تعارف پیش کرتے ہیں پڑھئے اور سر دھنیئے۔

مرزا کی پیدائش

مرزا صاحب کے متضاد بیانات کی روشنی میں ان کے حالات زندگی کو وثوق کے ساتھ قلمبند کرنا اگرچہ ایک مشکل کام ہے مگر پھر بھی کوشش کی گئی ہے کہ خود ان کی کتابوں اور وہ کتابیں جو ان کے عقیدت مندوں نے ان کے حالات میں لکھی ہیں ان کی روشنی میں ان کا جستہ جستہ تذکرہ آ جائے تا کہ اس متنبی وقت کی زندگی کے وہ گوشے واضح اور پہلو نمایاں ہو جائیں جن سے عام لوگ بالعموم بے خبر ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم مرزا جی کی پیدائش کے احوال سے گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔

اپنی پیدائش کے حالات بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔ ''میں توام پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام جنت تھا اور یہ الہام کہ یا آدم اسکن انت وزوجک الجنة جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ 496 میں درج ہے اس میں جو جنت کا لفظ ہے اس میں یہ ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اس کا نام جنت تھا''۔ (تریاق صفحہ 351 'روحانی خزائن 15 'صفحہ 479)

اثنیت کا مادہ

مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ جو بچی (لڑکی) توام پیدا ہوئی تھی وہ بقول مرزا سات ماہ زندہ رہ کر انتقال کر گئی تھی۔ اس کے مرنے پر مرزا جی نے اپنا خیال یوں ظاہر کیا۔

''حضرت مرزا صاحب توام پیدا ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ پیدا ہونے والا دوسرا بچہ لڑکی تھی۔ جس کا نام جنت رکھا گیا تھا۔ وہ چند دنوں کے بعد فوت ہو گئی اور فی الواقع جنت ہی میں چلی گئی۔ مرزا صاحب نے اس معصومہ کے فوت ہونے پر اپنا خیال یہ ظاہر کیا کہ ''میں خیال کرتا ہوں کہ اس طرح پر خدا تعالٰی نے اثنیت کا مادہ مجھ سے بکلی الگ کر دیا''۔ (حیات النبی' جلد اول' صفحہ 50' مؤلفہ یعقوب علی قادیانی)

مرزا جی کے اس ارشاد گرامی پر ہم کوئی تبصرہ نہیں کرتے بلکہ یہ فیصلہ قادیانی لوگوں پر ہی چھوڑتے ہیں کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ مرزا صاحب پیدائش کے وقت کیا تھے؟ مرد تھے یا عورت؟

مرزا کی تاریخ پیدائش

مرزائیوں کی مشہور روایات کے مطابق معروف یہی ہے کہ مرزا قادیانی ہندوستان کے ضلع گورداسپور جو لاہور کے شمال' مشرق میں 55,50 میل پر واقع ہے اس کے ایک چھوٹے سے قصبے قادیان میں 13 فروری 1839ء میں پیدا ہوا تھا جیسا کہ اس کا اپنا بیان ہے۔

''میری پیدائش 1839ء یا 1840ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے اور میں 1857ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا اور ابھی ریش و برودت کا آغاز نہیں تھا''۔ (کتاب البریہ (حاشیہ)' صفحہ 159' روحانی خزائن 177:13)

چاہئے تو یہ تھا کہ موصوف کے اپنے بیان پر اعتماد کیا جاتا لیکن دنیائے قادیانیت کو اپنے ''حضرت'' پر اتنا بھی اعتماد نہ تھا کہ وہ ان کی بیان کردہ تاریخ پیدائش کو صحیح اور درست تسلیم کر لیتے۔ غیر تو غیر رہے خود ان (مرزا) کے خاندان میں بھی ان کا سال پیدائش مختلف فیہ ہو گیا۔ خاندانی اختلاف اور اس کے نتیجہ میں مرزا صاحب کے چھوٹا اور بڑا ہونے کا دلچسپ منظر آپ بھی ملاحظہ کریں۔

مرزا بشیر احمد (ایم اے) اپنے پاپا کی سیرت لکھتے ہوئے بیان کرتا ہے۔

''لیکن بعد میں ان کے خاندان کے افراد میں ان کے سال ولادت کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ (ان کے بیٹے مرزا بشیر احمد جو ان کے سوانح نگار اور سیرت المہدی کے مصنف ہیں) کے پہلے نظریے کے مطابق (مرزا کا) سال ولادت

2۔ 1836ء یا 1837ء ہو سکتا ہے''۔ (سیرت المہدی' جلد 2' صفحہ 150' از مرزا بشیر احمد)

3۔ ''ایک تخمینہ کے مطابق سال ولادت 1831ء ہو سکتا ہے''۔

(سیرت المہدی' جلد 3' صفحہ 74)

4۔ ''پس 13 فروری 1835ء عیسوی بمطابق 14 شوال 1250 ہجری بروز جمعہ والی تاریخ صحیح قرار پاتی ہے''۔ (ایضاً 3' صفحہ 76)

5۔ ''جبکہ دیگر 1833ء یا 1834ء کو سال ولادت قرار دیتے ہیں''۔

(ایضاً 3' صفحہ 194)

6۔ ''معراج دین نے تاریخ ولادت 17 فروری 1832ء مقرر کی ہے''۔ (ایضاً 3' صفحہ 302)

گویا کہ 1831ء سے لے کر 1840ء تک مرزا صاحب پیدا ہی ہوتے رہے ہیں جس طرح وہ خود اور ان کے دعوے نرالے تھے۔ اسی طرح ان کی پیدائش بھی نرالی تھی۔ انسان کا بچہ تو 9 ماہ ماں کے پیٹ میں رہنے کے بعد پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ مرزا صاحب ہی تھے جو 9 سال تک پیدا ہوتے رہے۔

مرزا کی جنس

آپ یہ پہلے ہی پڑھ چکے ہیں کہ ان کے ساتھ پیدا ہونے والی توام لڑکی کی موت کے ساتھ انثیت کا مادہ بکلی مرزا صاحب سے نکال دیا گیا تھا۔ اس کے بعد چاہئے تھا کہ مرزا جی کو اپنی ایک جنس کا کامل یقین حاصل ہو جاتا لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ اس کا سبب کیا تھا وہ تو مرزا صاحب ہی جانتے ہوں گے۔ ہم اس کی تحقیق میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے بلکہ صرف فرامین غلامیہ کو نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی جنس کے متعلق خود لکھے یا کسی کے سامنے بیان کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ مرزا صاحب کی جنس ایک پہیلی ہے جس کے اندر صاحب ذوق لوگوں کے لئے لطف اندوز ہونے کا کافی سامان موجود ہے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ ذرا آپ بھی اپنی ذہانت کا امتحان لیتے ہوئے بتایئے کہ مرزا مرد تھا یا عورت؟

شاید آپ جواب دینے سے ہچکچاتے ہوں۔ چلیں خود مرزا کی زبانی اس سوال کا جواب سنیئے۔

''الہام ہوا تو فارسی جوان ہے''۔ (تذکرہ' صفحہ 634)

مزید کہتا ہے ''الہام ہو تم پر اے مرد سلامت'' (تذکرہ صفحہ 297)

گویا کہ مرزا جی کا دعویٰ ہی نہیں بلکہ ان کا اصرار ہے کہ وہ ''مرد'' ہیں۔ معلوم نہیں کہ الہام کے دعوے کے ساتھ ''مرد'' ہونے کے دعویدار مرزا جی کو کیا سوجھی کہ وہ مردانگی کے دعویٰ سے انحراف کرتے ہوئے الہامی طور پر ہی ''نسوانیت'' کا دعویٰ کر کے دنیا کو حیرت زدہ کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مرزا کا الہام۔

''بابو الہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا۔ جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا

ہے۔ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے"۔(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن 22:581)

اللہ تعالیٰ سے ایک نہانی تعلق

بقول مرزا:"میرا خدا سے ایک نہانی تعلق ہے جو ناقابل بیان ہے"۔

(براہین احمدیہ 57' روحانی خزائن 21' صفحہ 81)

وہ نہانی تعلق جو مرزا کے نزدیک ناقابل بیان ہے اب ذرا اس کی وضاحت مرزا صاحب کے ہی ایک مرید خاص قاضی یار محمد قادیانی کی زبانی سنیئے۔وہ لکھتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا۔سمجھنے والے کیلئے اشارہ کافی ہے"۔(اسلامی قربانی' ٹریکٹ نمبر 34' قاضی یار محمد' صفحہ 34)

مرزا سے مرزا کی پیدائش

مرزا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب کے آخر براہین کے حصہ چہارم صفحہ 556 میں درج ہے۔مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا"۔(کشتی نوح' صفحہ 47' روحانی خزائن 19' صفحہ 50)

کیوں محترم کیا سمجھے آپ؟ مرزا صاحب مرد تھے یا عورت؟

قادیانی حضرات سے ہمارا سوال ہے کہ مرزا صاحب کا ہر پیروکار عورت ہو چاہے مرد وہ خود کو کرسی انصاف پر بٹھا کر اس سوال کا جواب دیں کہ مرزا صاحب اپنی ہی تحریرات کی روشنی میں کس جنس سے تعلق رکھتے تھے؟ اگر وہ مرد تھے تو کیا مرد کو حیض آتا ہے؟؟؟؟

مرزا صاحب کی نسل

مرزا صاحب کی جنس کی طرح ان کی نسل بھی ایک معمہ ہے۔مطلب یہ کہ خود مرزا کو بھی یقین کے ساتھ اس کا علم نہیں کہ وہ کون سی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں اپنی مختلف نسلیں لکھی ہیں جن کے مطالعہ سے ایک عام قاری

مشکل میں پڑ جاتا ہے کہ مرزا جی کو نسلاً کس خاندان سے سمجھے؟ مرزا کی مختلف نسلیں ان کے اپنے ہی الفاظ میں ملاحظہ کریں۔

مغل برلاس

مرزا صاحب اپنا آبائی شجرہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''اب میرے سوانح اس طرح پڑھیں کہ میرا نام غلام احمد' میرے والد کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پڑدادا کا نام گل محمد تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ہماری قوم مغل برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے' جواب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں ثمرقند سے آئے تھے''۔

(کتاب البریہ' صفحہ 134' روحانی خزائن 13' صفحہ 162)

فارسی النسل

''میرے الہامات کی رو سے ہمارے آباء اولین فارسی تھے''۔

(ایضاً' حاشیہ 135' روحانی خزائن' صفحہ 163)

اسرائیلی اور فاطمی

''میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی''۔ (ایک غلطی کا ازالہ' صفحہ 16)

چینی النسل

''میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب آئے تھے''۔ (تحفہ گولڑویہ' 40)

بنی فاطمہ سے

''بنی فاطمہ میں سے ہوں۔ میری بعض دادیاں مشہور اور صحیح النسب سادات میں سے تھیں''۔ (نزول المسیح' صفحہ 50)

ہندو ہونے کا اعلان

مرزا صاحب ہندوؤں سے مخاطب ہوتے ہوئے لکھتے ہیں ''کرشن میں ہی ہوں''۔

(تذکرہ' صفحہ 381)

سکھ ہونے کا اعلان

مرزا جی کہتے ہیں۔

''8 ستمبر 1906ء بوقت فجر کئی الہام ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے ''امین الملک جے سنگھ بہادر'' (تذکرہ صفحہ 472)

آریہ ہونے کا دعویٰ

''یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخر زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے۔ آریوں کا بادشاہ''۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 85)

رڈر گوپال ہونے کا دعویٰ

''جو ملک ہند میں کرشن نبی گزرا ہے جس کو رڈر گوپال بھی کہتے ہیں (یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 85)

معجون مرکب

مرزا صاحب اپنا حسب ونسب بیان کرتے ہوئے خود ہی ارشاد فرماتے ہیں:

''میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک شاہی خاندان ہے اور بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے''۔ (تریاق القلوب صفحہ 159)

بے شمار نسلیں

ہندو، سکھ، آریہ وغیرہ بننے کے بعد مرزا صاحب پھر یکا یک ایسی قلابازی لگاتے ہیں کہ عقل وفہم ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مرزا قادیانی یوں گویا ہوتے ہیں۔

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ، کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں، نسلیں ہیں میری بے شمار

(درثمین، صفحہ 100)

مرزا کی حقیقت

بے شمار نسلوں سے ہونے کے دعویدار مرزا جی ایک ایسی عجیب وغریب مخلوق ہے کہ کائنات انسانی کا کوئی اعلیٰ ترین دماغ رکھنے والا فاضل ترین ماہر نفسیات بھی ان کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ یوں کہ مرزا صاحب جب اپنی نسلیں بیان کرتے ہیں تو آدم، موسیٰ و یعقوب و ابراہیم سب کچھ بن جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہندوؤں کے کرشن اور سکھوں کے ''بے سنگھ بہادر'' بھی خود کو قرار دیتے ہیں لیکن دوسری طرف جب اپنی تمام نسلوں پر خط تنسیخ کھینچتے ہیں تو پھر جنس انسانیت سے ہی نکل جاتے ہیں اور اپنی حقیقت یوں واضح کرتے ہیں کہ اس پر کسی قسم کا کوئی غبار باقی نہیں رہتا۔ لکھتے ہیں۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(درثمین، صفحہ 68)

بچپن

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے نیک اور صالح بندوں کا بچپن ان کی آئندہ زندگی اور سیرت و کردار کا خوبصورت دیباچہ و آئینہ دار ہوتا ہے جس کو دیکھ کر ایک عام شخص بھی آسانی سے اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ بڑا ہو کر مرد صالح اور اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہوگا۔ تاریخ کے صفحات اہل اللہ کے بچپن کے پاکیزہ اطوار، نیک عادات کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔

اللہ والوں کے برعکس مرزا غلام قادیانی کا بچپن اس کی آئندہ سیاہ و تاریک زندگی کا بدبودار آغاز تھا جس کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو قابل نمونہ اور لائق پیروی ہو۔ صرف چند حوالہ جات مرزا جی کی بیوی اور بیٹے کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

چڑیوں کا شکاری

مرزا بشیر احمد ابن مرزا غلام احمد اپنی والدہ کے حوالے سے لکھتا ہے۔

''والدہ صاحبہ نے فرمایا ایک دفعہ چند بوڑھی عورتیں وہاں سے آئیں تو انہوں نے

باتوں باتوں میں کہا کہ سندھی ہمارے گاؤں میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ میں سندھی کا مفہوم نہ سمجھ سکی۔ آخر معلوم ہوا کہ سندھی سے مراد حضرت صاحب ہیں"۔

(سیرت المہدی' حصہ اول' صفحہ 45)

"بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہا ہماری دادی ایم ضلع ہوشیار پور کی رہنے والی تھیں۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہم اپنی والدہ کے ساتھ بچپن میں کئی دفعہ ایم گئے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہاں حضرت بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتے تھے اور چاقو نہیں ملتا تھا تو سرکنڈے سے ذبح کر لیتے تھے"۔ (ایضاً صفحہ 45)

راکھ سے روٹی

"بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ بعض بوڑھی عورتوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ بچپن میں حضرت صاحب نے اپنی والدہ سے روٹی کے ساتھ کچھ کھانے کو مانگا۔ انہوں نے کوئی چیز شاید گڑ بتایا کہ یہ لے لو۔ حضرت نے کہا نہیں یہ میں نہیں لیتا۔ انہوں نے کوئی اور چیز بتائی۔ حضرت نے اس پر بھی وہی جواب دیا۔ وہ اس وقت کسی بات پر چڑی ہوئی بیٹھی تھیں۔ سختی سے کہنے لگیں کہ جاؤ پھر راکھ سے روٹی کھالو۔ حضرت صاحب روٹی پر راکھ ڈال کر بیٹھ گئے اور گھر میں ایک لطیفہ ہو گیا۔ یہ حضرت صاحب کا بالکل بچپن کا واقعہ ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ والدہ صاحب نے یہ واقعہ سنا کر کہا کہ جس وقت اس عورت نے مجھے یہ بات سنائی تھی۔ اس وقت حضرت صاحب بھی پاس تھے مگر آپ خاموش رہے"۔

(سیرت المہدی' حصہ اول' صفحہ 245)

ایک اور لطیفہ

"بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب سناتے کہ جب میں بچہ ہوتا تھا تو ایک دفعہ بعض بچوں نے مجھے کہا کہ جاؤ گھر سے میٹھا لاؤ۔ میں گھر آیا اور بغیر کسی سے پوچھنے کے ایک برتن میں سے سفید بورا اپنی جیبوں میں بھر کر باہر لے گیا اور راستہ میں ایک مٹھی بھر کر منہ میں ڈال لی۔ بس پھر کیا تھا؟ میرا دم رک گیا اور بڑی تکلیف ہوئی کیونکہ معلوم ہوا کہ جسے میں نے سفید بورا سمجھ کر جیبوں میں بھرا تھا وہ بورا نہ تھا بلکہ پسا ہوا نمک

تھا"۔ (سیرت المہدیٰ اول 244)

نتیجہ و تبصرہ

آخر الذکر واقعہ سے معلوم ہوا کہ مرزا جی کو بچپن میں ہی چوری کی عادت پڑ گئی تھی جو بڑھتے بڑھتے نبوت کی چوری تک جا پہنچی۔

لڑکپن اور جوانی

مرزا صاحب کا لڑکپن آوارگی اور جوانی مستانی کا بھرپور عملی مظاہرہ تھا۔ چنانچہ ان کے منچلے مزاج کی بہت سی کہانیاں اور آوارگی کے بہت سے رنگین قصے مشہور ہیں۔ ان سب کا لکھنا طوالت مضمون اور وقت کا ضیاع ہے۔ ذیل میں صرف ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جس سے ان کی جوانی کی تصویر مکمل طور پر سامنے آجاتی ہے۔

"بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ" ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود...... تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے مرزا امام دین بھی چلے گئے۔ جب آپ نے پنشن وصول کرلی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھرتا رہا۔ پھر جب آپ نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کردیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے گھر واپس نہیں گئے اور چونکہ تمہارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہوجائیں اس لیے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہوگئے"۔ (سیرۃ المہدیٰ حصہ اول صفحہ 24)

اسی روایت کے مطابق پنشن کی رقم مبلغ 700 روپے تھی جو مرزا صاحب نے وصول کی تھی۔ یہ آج سے تقریباً سو سال پہلے کی بات ہے۔ ذرا اندازہ لگائیں کہ اتنی خطیر رقم چند دنوں میں اڑا دینا آخر کس طرز عمل کی دلیل ہے؟ اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

موصوف کی بیوی کا یہ بیان بھی لائق توجہ ہے کہ "حضرت مسیح اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے" آخر انہیں اپنا کارنامہ معلوم تھا تو پھر گھر کیا لینے آتے یا کس منہ سے آتے؟ بھاگ کر انگریز ڈپٹی کمشنر کی ملازمت کی پناہ لے لی۔

جوانی کا مشغلہ (مقدمہ بازی)

یہ تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ مرزا غلام قادیانی کا بچپن میں مشغلہ چڑیوں کا شکار کرنا تھا۔ اب ذرا جوانی کا مشغلہ بھی ملاحظہ ہو۔ خود ان کا اپنا بیان ہے۔

''میرے والد صاحب اپنے بعض آباء واجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کیلئے انگریزی عدالتوں میں مقدمے کر رہے تھے۔ انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگا دیا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بے ہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا۔ اس لیے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہا''۔ (کتاب البریہ' صفحہ 164 'روحانی خزائن 13 'صفحہ 182)

کبھی کبھی زنا

''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہوا۔ پھر لکھا ہے ہمیں حضرت مسیح موعود پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں تو اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے''۔

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان اگست 31' 1938ء بحوالہ ثبوت حاضر ہیں' صفحہ 506)

عشقیہ شاعری

ایام جوانی میں مرزا صاحب کا ایک اور مشغلہ بھی تھا اور وہ تھا عشقیہ شاعری۔ عمر بھر نامردی کا رونا رونے والے مرزا جی کی دل جلی اور عشقیہ شاعری کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا — ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے

کچھ مزا پایا مرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے — تم بھی کہتے تھے کہ الفت میں مزا ہوتا ہے

ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے

مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے

اس کے جانے سے صبر دل سے گیا
ہوش بھی ورطۂ عدم میں پڑے

☆☆☆

نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی
سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
مرے بت اب سے پردہ میں رہو تم
کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

☆☆☆

نہیں منظور تھی گر تم کو الفت
تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
مری دل سوزیوں سے بے خبر ہو
مرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اس کو دوں یا ہوش یا جاں
کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا

(سیرت المہدی' جلد اول' صفحہ 32-233)

تعلیم

اگرچہ مرزا صاحب خود اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ قرآن و حدیث میں کسی استاد کے شاگرد نہیں ہیں۔ وہ اس قسم کے خیالات کا حلفیہ اظہار کرتے ہیں مگر جب ان کی کتابوں کو دیکھا جاتا ہے تو ان کا یہ حلفیہ بیان بھی جھوٹ کا پلندہ نظر آتا ہے۔ حالانکہ تعلیم سے متعلق انکا اپنا بیان ہے۔

''جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت

کے لیے مقرر کیے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا تھا کہ چونکہ میری تعلیم خدا کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لیے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے۔ وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صرف ان کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد تو ان سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کیلئے مقرر کیا تھا اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا''۔

(کتاب البریہ صفحہ 162-163' روحانی خزائن 13 صفحہ 180-181)

مرزا جی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ چونکہ خود ایک ماہر طبیب تھے اس لیے انہوں نے طب کی کتاب خود اپنے والد سے پڑھی تھیں۔(حوالہ مذکور)۔

شادی

مرزا صاحب ابھی زیر تعلیم ہی تھے اور ان کی عمر پندرہ سال کی تھی جب ان کی شادی مرزا شیر علی ہوشیار پوری کی ہمشیرہ سے کردی گئی۔ مرزا صاحب کی شادی کے وقت جسمانی حالت کیا تھی وہ خود موصوف کے اپنے الفاظ میں ہی ملاحظہ کریں۔

مرزا صاحب کی ایک شادی دہلی میں ہوئی تھی اس کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''دوسرا بڑا نشان یہ ہے کہ جب شادی کے متعلق مجھ پر وحی مقدس نازل ہوئی تھی تو اس وقت میرا دل و دماغ اور جسم نہایت کمزور تھا اور علاوہ ذیابیطس اور دوران سر اور تشنج قلب کے دق کی بیماری کا اثر بھی بکلی روانہ ہوا تھا۔ اس نہایت درجہ کے ضعف میں جب نکاح ہوا تو بعض لوگوں نے افسوس کیا کیونکہ میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مجھے خط لکھا تھا جو اب تک موجود ہے کہ آپ کو شادی نہیں کرنی چاہیے تھی ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلا پیش آئے مگر باوجود ان کمزوریوں کے مجھے پوری قوت' صحت اور طاقت بخشی اور چار لڑکے عطا کیے''۔

(نزول المسیح' صفحہ 209' روحانی خزائن 18,587)

نامردی کا یقین

مرزا صاحب اپنے یار غار حکیم نور الدین کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

''بخدمت اخویم مخدوم ومکرم مولوی حکیم نور الدین صاحب''

''جس قدر ضعف دماغ کے عارضہ میں یہ عاجز مبتلا ہے۔ مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو جب میں نے شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔ آخر میں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ پر امید اور دعا کرتا رہا۔ سو اللہ جل شانہ نے اس دعا کو قبول فرمالیا اور ضعف قلب تو اب بھی مجھے اس قدر ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا''۔

(مکتوبات احمدیہ' جلد پنجم صفحہ 21 نمبر 2)

کمزوری' ذیابیطس' حالت مردمی کالعدم

ایک اور جگہ مرزا صاحب بیان کرتے ہیں۔

''میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور دردسر مع دوران سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا۔ اس لیے میری حالت مردمی کالعدم تھی''۔

(تریاق القلوب' صفحہ 75' روحانی خزائن 15:203)

مولوی نور الدین کے نام ایک اور خط

مرزا کا اپنے پہلے خلیفہ کے نام ایک اور غلیظ خط بھی ملاحظہ ہو۔ مرزا جی لکھتے ہیں۔

''مخدومی مکرمی اخویم مولوی نور الدین صاحب

عنایت نامہ پہنچا۔ مجھے نہایت تعجب ہے کہ دوا معلوم سے آں مخدوم سے کچھ فائدہ محسوس نہ ہوا۔ شاید کہ وہی قول درست ہو کہ ادویہ کو ابدان سے مناسبت ہے۔ بعض ادویہ بعض ابدان کے مناسب حال ہوتی ہیں اور بعض دیگر کے نہیں۔ مجھے یہ دوا بہت ہی فائدہ مند معلوم ہوئی ہے کہ چند امراض کاہلی' سستی و رطوبات معدہ اس سے دور ہو گئے ہیں۔ ایک مرض نہایت خوفناک تھی کہ صحبت کے وقت لیٹنے کی حالت میں نعوذ بکلی جاتا رہتا تھا۔ شاید قلت حرارت غریزی اس

کا موجب تھی۔ وہ عارضہ بالکل جاتا رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوا حرارت عزیزی کو بھی مفید ہے اور منی کو بھی غلیظ کرتی ہے"۔ (مکتوبات احمدیہ' جلد پنجم' نمبر 2' صفحہ 14)

دیگر امراض

بقول مرزا "اگرچہ ان کی صحت کا ٹھیکہ اللہ تعالیٰ نے لے لیا تھا" مگر اس کے باوجود ان کو جو بیماریاں ہمیشہ لاحق رہیں ان کی ایک لمبی فہرست ہے۔ ان کا اپنا بیان ہے۔

"میں ایک دائم المرض آدمی ہوں اور دو زرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا' وہ دو زرد چادریں میرے شامل حال ہیں جن کی تعبیر علم الرویا کی رو سے دو بیماریاں ہیں سو ایک چادر میرے اوپر کے حصہ میں ہے کہ ہمیشہ سر درد اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصہ بدن میں ہے وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں"۔

(ضمیمہ اربعین نمبر 4,3 صفحہ 4' روحانی خزائن)

مرزا کے سالے کا بیان

مرزا کے سالا ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کا بیان ہے۔ جس کو مرزا بشیر احمد یوں روایت کرتے ہیں۔

"ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹریا ہے۔ بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے لیکن دراصل بات یہ ہے کہ آپ کو دماغی محنت اور شبانہ روز تصنیف کی مشقت کی وجہ سے بعض ایسی عصبی علامات پیدا ہو جایا کرتی تھیں جو ہسٹیریا کے مریضوں میں عموماً دیکھی جاتی ہیں۔ مثلاً کام کرتے کرتے یکدم ضعف ہو جانا' چکروں کا آنا' ہاتھ پاؤں کا سرد ہو جانا' گھبراہٹ کا دورہ ہو جانا یا ایسا معلوم ہونا کہ ابھی دم نکلتا ہے یا کسی تنگ جگہ یا بعض اوقات زیادہ آدمیوں میں گھر کر بیٹھنے سے دل کا سخت پریشان ہونے لگنا وغیرہ ذلک۔ یہ اعصاب کی ذکاوت حس یا

تکان کی علامات ہیں اور ہسٹیریا کے مریضوں کو بھی ہوتی ہیں اور انہی معنوں میں حضرت صاحب کو ہسٹیریا یا مراق بھی تھا۔ (سیرت المہدی' جلد دوم' صفحہ 55)

مرزا کی بیماریوں کی ایک مختصر فہرست

1-کمزوری (نامردی)	تریاق القلوب صفحہ 75' روحانی خزائن 15 صفحہ 203
2-ذیابیطس	ایضاً
3-تشنج قلب	ایضاً
4-سر درد	اربعین نمبر 4,3 صفحہ 4
5-کم خوابی	ایضاً
6-کثرت پیشاب	ایضاً
7-لکنت	سیرت المہدی' جلد دوم' صفحہ 25
8-داڑھوں کا کیڑا	ایضاً جلد دوم' صفحہ 125
9-مائی اوپیا	ایضاً جلد سوم' صفحہ 119
10-مراق	ایضاً' جلد دوم صفحہ 55
11-دوران سر (سر چکرانا)	ایضاً' جلد دوم صفحہ 55
12-انیمیا	ایضاً' جلد دوم صفحہ 55
13-ہسٹیریا	ایضاً' جلد دوم صفحہ 55
14-ہاتھ پاؤں کا سرد ہو جانا	ایضاً' جلد دوم صفحہ 55
15-بدہضمی	ایضاً' جلد دوم صفحہ 55
16-حافظہ کی کمزوری	(مکتوبات احمدیہ' جلد 5' صفحہ 21)
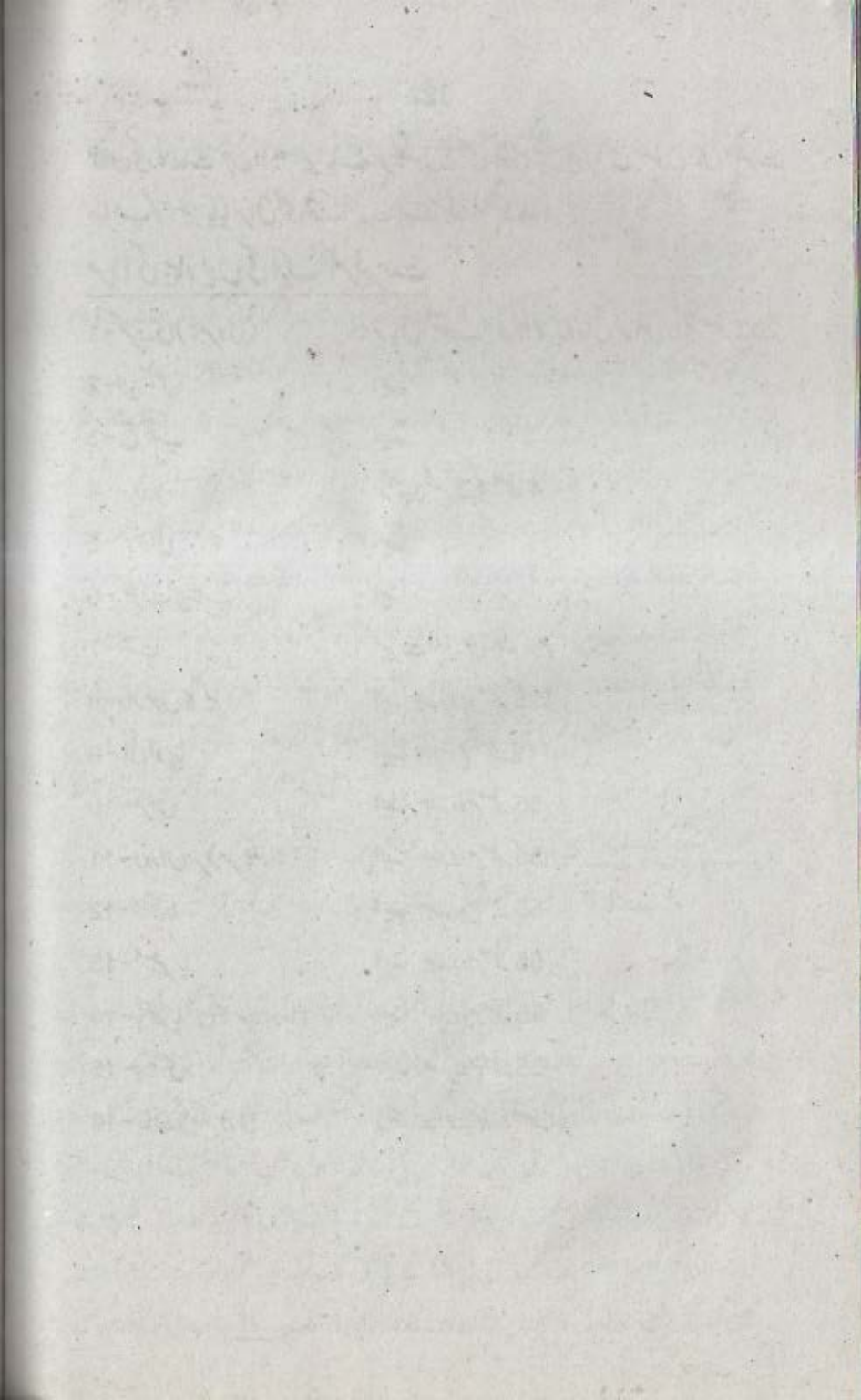
"عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت فکر اقبال کی روشنی میں"

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال (متوفی 1938ء) برصغیر کی وہ عبقری اور نادر روزگار شخصیت تھے کہ جن کو حین حیات اور بعداز مرگ بھی فکر اسلامی کی تشکیل اور تعیین میں ایک اہم مقام حاصل رہا ہے۔ بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں امت مسلمہ کے ملی تشخص اور فکری نظریہ حیات کے احیاء میں جو کردار تنہا حضرت اقبال نے ادا کیا ہے۔ دیگر طبقات حیات میں سے کوئی ایک فرد یا ایک جماعت مل کر بھی اس کا عشر عشیر ادا نہیں کر سکے۔

اقبال کو حضور ایزدی سے فکری قیادت کا وہ اعلیٰ وارفع مقام عطا کیا گیا تھا کہ ہمارے برصغیر کی تاریخ میں کوئی بڑے سے بڑا عالم، مفکر اور دانشور اس مقام کو چھو بھی نہیں سکتا۔ دیگر بہت سی وجوہات کے علاوہ اس کی ایک بڑی وجہ اقبال کا بیک وقت اسلامی اور غیر اسلامی فلسفہ حیات کا گہرا اور ناقدانہ مطالعہ تھا۔ اقبال نے فلسفہ جدید (مغربی فلسفہ) کو قریب سے ہو کر دیکھا اور پڑھا تھا۔ اس کی خوبیاں، خامیاں سب ان پر عیاں تھیں۔ ایک مسلم مفکر ہونے کی حیثیت سے فلسفہ اسلام کا ایک ایک پہلو ان کی نگاہ میں تھا۔ فلسفہ قدیم وجدید کے گہرے مطالعے کے ساتھ ساتھ انہوں نے مسلم و غیر مسلم تاریخ کا انتہائی گہرا مطالعہ بھی کر رکھا تھا چنانچہ تاریخ کے اس مطالعہ نے بھی ان کی فکر رسا کی راہیں متعین کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

بیسویں صدی کے ربع اول کی پہلی دو دہائیوں پر مشتمل برصغیر کی مسلم اعتقادی، سیاسی و تہذیبی اور فکری زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ایک عام شخص بھی ان پر فکر اقبال کے اثرات نمایاں دیکھنے لگتا ہے۔ اقبال کی فکر راست کا یہی پہلو تھا جس نے اسے بالخصوص

مسلمانوں اور بالعموم ہندوستان سے تعلق رکھنے والی تمام اقوام وافراد کی نگاہ میں معتبر بنادیا تھا اور زندگی کے ہر پہلو سے متعلق ان کی رائے کو عزت اور قبولیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

علامہ اقبال نے فکر اسلامی کے ارتقاء کے حوالے سے مسلم معاشرے میں مختلف ادوار اور مراحل کے موقع پر پیدا ہونے والے مسلم فرقوں اور گروہوں' ان کی تاریخ' ان کے فکر و فلسفہ اور ان کے وجود میں آنے کے تاریخی' سیاسی' تہذیبی' تمدنی' علمی وفکری اور نظریاتی وجوہ واسباب کا کھوج لگایا اور گہرے تجزیے اور مشاہدے کے بعد ان کے مسلم معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ بھی لیا تھا جس کے باعث وحدت ملی پارہ پارہ ہو چکی تھی۔

اقبال جو دراصل ملت اسلامیہ کی چشم بینا کی حیثیت رکھتے تھے اس لیے وہ مسلمانوں کے اندر اٹھنے والی ہر نئی تحریک اور پیدا ہونے والی نئی جماعت کے عقائد ونظریات' فکر وفلسفہ' قیادت اور اس کے طریق کار پر نہ صرف نگاہ رکھتے تھے بلکہ اس کا ناقدانہ جائزہ لے کر اپنا ماہرانہ تبصرہ بھی کیا کرتے تھے۔

قادیانیت جس نے انیسویں صدی کے آخری سالوں میں برطانوی گورنمنٹ کی گود میں جنم لیا تھا اور اپنی پیدائش کے بعد تھوڑی مدت میں ہی یہ برصغیر پاک وہند کا سب سے بڑا نظری فتنہ بن گیا تھا۔ اس فتنہ نے ابتداء میں جب بڑے بڑے اہل علم کو متاثر کیا عوام کا کیا تو کہنا کہ جو اس کی طرف مائل ہوتے جا رہے تھے۔ اس فتنہ کے بانی نے اپنی دعوت کو قرآن کی دعوت بنا کر پیش کیا تھا اور کہا کرتا تھا۔

جمال وحسن قرآں نور جاں ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے

(براہین احمدیہ حصہ اول' صفحہ 198' ر۔ح)

چنانچہ حضرت اقبال نے اس تحریک کے بالکل ابتدائی دنوں میں اس کو ٹھیٹھ اسلام کا نمونہ قرار دیا تھا (یادرہے کہ یہ اس زمانے کی بات ہے جب مرزا کے کفر اور گمراہی پر مبنی دعاوی منظر عام پر نہیں آئے تھے' مرتب) مگر جب مرزا کا کفر طشت ازبام ہو گیا تو دیگر مسلم

رہنماؤں کی طرح حضرت اقبال نے بھی قادیانیت کو اسلام دشمن اور نبوت محمدیہ سے بغاوت اور قوم وملت کا غدار اور اس کے خلاف ایک سازش قرار دیا۔ یوں اقبال نے ملت اسلامیہ کے وجود میں پیدا ہو جانے والے اس ناسور اور اس کی مضرت رسانیوں کا بروقت اظہار کر کے اعتقادیات کے باب میں ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اقبال کی اس فکری رہنمائی سے بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے ذہنوں میں قادیانیوں کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا نہ صرف ازالہ ہو گیا بلکہ ان کا دین وایمان بھی ختم نبوت پر پختہ اعتقاد کے حصار میں آ کر محفوظ ہو گیا۔

اقبال کے نزدیک عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت

حضرت اقبال اپنے مشہور خطبات میں دین اسلام میں ختم نبوت کی حقیقت' اس کی ضرورت واہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اسلام کا ظہور استقرائی فکر (INDUCTIVE INTELLECT) کا ظہور ہے۔ اس میں نبوت اپنی تکمیل کو پہنچ گئی اور اس تکمیل سے اس نے خود اپنی خاتمیت کی ضرورت کو بے نقاب دیکھ لیا۔ اس میں یہ لطیف نکتہ پنہاں ہے کہ زندگی کو ہمیشہ کیلئے عہد طفولیت کی حالت میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اسلام نے مذہبی پیشوائیت اور وراثتی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔ قرآن مجید غور وفکر اور تجربات ومشاہدات پر بار بار زور دیتا ہے اور تاریخ اور فطرت دونوں کو علم انسانی کے ذرائع ٹھہراتا ہے۔ یہ سب اسی مقصد کے مختلف گوشے ہیں جو ختم نبوت کی تہ میں پوشیدہ ہیں۔ پھر عقیدہ ختم نبوت کی ایک بڑی اہمیت یہ بھی ہے کہ...... اب نوع انسانی کی تاریخ میں کوئی شخص اس امر کا مدعی نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی مافوق الفطرت اختیار (Super Natural Authority) کی بناء پر دوسروں کو اپنی اطاعت پر مجبور کر سکتا ہے۔ ختم نبوت کا عقیدہ ایک ایسی نفسیاتی قوت ہے جو اس قسم کے دعویٰ اقتدار کا خاتمہ کر دیتی ہے''۔

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ' صفحہ 193' بزم اقبال 1950ء)

پنڈت جواہر لال نہرو نے کلکتہ سے نکلنے والے ''ماڈرن ریویو'' میں قادیانیت کے دفاع میں سلسلہ وار تین مقالات لکھے تو قادیانی کے ہندو وکیل کی طرف سے پھیلائی جانے

والی غلط فہمیوں کو دور کرنے اور شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے کیلئے حضرت اقبال نے ''سو سنار کی ایک لوہار کی'' ضرب المثل کے مطابق ''اسلام اور احمدیت'' کے عنوان سے ایسا معرکتہ الاراء مقالہ لکھا کہ وکیل اور موکل دونوں منہ تکتے رہ گئے۔ حضرت علامہ کے اس مقالہ کا جواب جواہر لال نہرو تو کیا دیتے خود قادیانی فضلاء بھی اقبال کے اٹھائے ہوئے علمی نکات اور فکری ونظریاتی واضح سوالات کے جواب دینے سے قاصر رہے۔

اقبال بنام نہرو

حضرت علامہ نے 21 جون 1936ء میں جواہر لال نہرو کے نام ایک نجی خط میں قادیانیت سے متعلق اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا۔

''کہ میرے ذہن میں اس سے متعلق کوئی ابہام نہیں کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں''۔ (تحریک ختم نبوت از شورش کاشمیری' صفحہ 90)

اقبال کی خواہش

اس دور کے اقبال کے اخباری بیانات اور خطابات و پیغامات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال اس حوالے سے کس اضطراب کا شکار تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک بیان میں اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ

''قادیانیوں اور جمہور مسلمانوں کی نزاع نے جو مسئلہ پیدا کیا ہے وہ نہایت اہم ہے اور ہندوستان نے اس کی اہمیت کو حال ہی میں محسوس کرنا شروع کیا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ ایک کھلی چھٹی کے ذریعہ انگریز قوم کو اس مسئلہ کی معاشرتی اور سیاسی الجھنوں سے آگاہ کروں لیکن افسوس کہ میری صحت نے ساتھ نہ دیا''۔

(ایضاً' صفحہ 98)

احمدیت اسلام کیلئے کیوں خطرہ ہے؟

علامہ اقبال بنیادی طور پر ایک فلسفی تھے اس لیے وہ معاملہ کی تہہ تک جا کر اس کے علل و اسباب کا کھوج لگاتے تھے اور پھر اس سے ایسا منطقی نتیجہ نکالتے تھے کہ جس کا انکار کرنا یا اس کو جھٹلانا

آسان نہیں ہوتا تھا چنانچہ دین اسلام میں نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مقابلہ میں کسی نئی نبوت سے پیدا ہونے والے نتائج اور ان کے عواقب کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اسلام دینی حیثیت سے ان تمام مذہب سے زیادہ گہرا ہے۔ جو جزوی طور پر مذہب اور جزوی طور پر نسل سے تشکیل پاتے ہیں۔ اسلام نسلی تخیل وتصور کی کاملاً نفی کرتا اور اپنی اساس قطعاً دینی اعتقاد پر رکھتا ہے چونکہ اس کی اساس ہی دینی ہے جو سرتاپا روحانیت ہے۔ اس لیے خونی رشتوں سے کہیں زیادہ لطیف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ایسی تمام تحریکوں کے بارے میں بہت زیادہ حساس ہیں جنہیں وہ اپنی اساسی وحدت کے لئے خطرناک سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہے لیکن اپنی بنیاد کسی نئی نبوت پر رکھتی اور ان تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتی ہے جو اس کے مبینہ الہامات پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ مسلمان اس جماعت کو اسلام کی وحدت کیلئے ایک خطرہ تصور کرتے ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ وحدت اسلامی کا تحفظ ختم نبوت کے عقیدہ ہی سے ممکن ہے''۔ (ایضاً صفحہ 98)

چنانچہ وحدت اسلامی کے اس تصور کو اپنے اشعار کی صورت میں یوں پیش کرتے ہوئے اپنی مشہور نظم ''ہندی اسلام'' میں لکھتے ہیں۔

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خدا داد
ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

اخبار اسٹیٹمین کے نام خط

10 جون 1935ء کو اخبار اسٹیٹمین کے ایڈیٹر کے نام ایک خط میں دین اسلام کی

اعتقادی حدود کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں یعنی وحدت الوہیت پر ایمان' انبیاء پر ایمان اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت پر ایمان دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کیلئے فیصلہ کن ہے کہ فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں؟

مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں لیکن انہیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو نہیں مانتے؟

(حرف اقبال' صفحہ 117 'مرتبہ لطیف احمد شیرانی)

عقیدۂ ختم نبوت کی یہی وہ دینی و مذہبی' سیاسی و سماجی اور روحانی و اعتقادی اہمیت ہے جس کے باعث اقبال جیسا دانشور جہاں بھی یہ خطرہ محسوس کرتا ہے کہ مسلمانوں کے اس تشخص اور اسلام کے امتیازی عقیدہ پر حرف آتا ہے تو وہاں وہ بے لاگ اور بے جھجک ختم نبوت سے متعلق اپنے عقیدہ و فکر کو پیش کر دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی مداہنت کا شکار نہیں ہوتے۔

اقبال ایک مفکر و مصلح ہونے کے علاوہ اس دور میں مسلمانوں کے نامور سیاسی اور سماجی رہنما بھی تھے۔ انہیں بالعموم سیاسی اور سماجی سٹیج پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع بھی ملتا رہتا تھا چنانچہ وہ حسب موقع ہر مقام اور ہر سٹیج پر اپنی فکر اور نظریئے کا اظہار کر دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے صدر اور کشمیر کمیٹی کے ایک متحرک اور موثر ممبر' رکن ہونے کی بنا پر اپنے بیانات خطابات کے ذریعہ احمدیت کا اصلی چہرہ عامۃ الناس کے سامنے رکھنے میں انہوں نے اہم ترین کردار ادا کیا ہے۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی

25 جولائی 1931ء کو میرزا بشیر الدین محمود (ابن مرزا غلام قادیانی) نے بعض نامور مسلمانوں کا ایک اجلاس بلا کر ''آل انڈیا کشمیر کمیٹی'' کا قیام عمل میں لایا۔ اس کشمیر کمیٹی میں

حضرت اقبال اور ان کے بعض معتمد ساتھی بھی شامل تھے لیکن ان پر چند ہی دنوں میں یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ مرزا بشیر الدین محمود اس کشمیر کمیٹی کے ذریعہ اور اپنی جماعت کی معرفت کیا گل کھلانا چاہتا ہے چنانچہ انہوں نے کمیٹی کے دیگر ممبران سے خم ٹھوک کر مطالبہ کیا کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا آئندہ سربراہ غیر قادیانی ہونا چاہئے۔

اقبال کے اس بیان اور مطالبہ پر مسلمان رہنماؤں میں ایک نئی سوچ پیدا ہونے لگی تو دوسری طرف احمدیت قادیانیت کے پیروکاروں میں صف ماتم بچھ گئی کہ اقبال جیسی ہستی نے یہ مطالبہ کیوں کیا ہے؟

آل انڈیا مسلم کانفرنس اور گلانسی کمیشن

جن دنوں علامہ اقبال نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اراکین سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ کمیٹی کا آئندہ سربراہ غیر قادیانی ہونا چاہئے انہیں دنوں علامہ نے اپنے خاص دوست نواب حمید اللہ خان والی بھوپال کے ذریعہ مہاراجہ کشمیر کو اس امر پر آمادہ کیا تھا کہ وہ مسلمانان کشمیر کے جائز مطالبات کی تحقیق کیلئے ایک کمیشن (کمیٹی) مقرر کریں۔ تو اس پر حکومت کشمیر نے اقبال کی حسب خواہش ''گلانسی کمیشن'' مقرر کر دیا مگر اس کمیشن میں جو مسلم مطالبات کا جائزہ لینے کیلئے مقرر کیا گیا تھا اس میں مسلم اراکین کی جگہ قادیانیوں کو رکن نامزد کر دیا گیا۔

ان دنوں علامہ اقبال آل انڈیا مسلم کانفرنس کے صدر تھے چنانچہ انہوں نے گلانسی کمیشن کی تشکیل پر اعتراض کیا اور 21 مارچ 1932ء کو منعقد ہونے والے آل انڈیا مسلم کانفرنس کے اجلاس میں حسب ذیل قرارداد منظور کروائی۔

''گلانسی کمیشن میں جو مسلمان اراکین لئے گئے ہیں انہیں مسلم جماعت سے مشورہ کئے بغیر نامزد کیا گیا ہے اس لیے گلانسی کمیشن کی موجودہ حیثیت اس کانفرنس کیلئے ناقابل قبول ہے۔ یہ کانفرنس حکومت کشمیر سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ مسلم جماعت سے مشورہ کر کے مسلمان اراکین کو مقرر کرے''۔ (محمد شاہد حنیف منکر پاکستان صفحہ 316,313)

مرزا بشیر الدین کا استعفیٰ

کشمیر کی صورتحال کے حوالے سے علامہ اقبال اور ان کے رفقا کا احتجاج اس قدر شدید

تھا کہ مرزا بشیر الدین محمود اس کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ چنانچہ اس پر مرزا بشیر الدین محمود نے 17 مئی 1933ء کو کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔

اقبال کی صدارت اور استعفیٰ

مرزا بشیر الدین کے کمیٹی کی سربراہی سے استعفیٰ کے بعد علامہ اقبال کو متفقہ طور پر کمیٹی کا صدر منتخب کیا گیا۔ مگر ان کے انتخاب پر قادیانی حلقے پیچ پا ہو رہے تھے۔ چنانچہ وہ اپنے امیر جماعت کی صدارت و قیادت کے علاوہ کسی دوسرے مسلمان جو غیر قادیانی بھی ہو، کی سربراہی میں کام کرنے پر تیار ہی نہ تھے۔ یہی وجہ وہ ہمیشہ کمیٹی کے اندر تفرقہ و انتشار پھیلانے میں کوشاں رہے۔ قیادت کی کوئی بات ان کیلئے قابل قبول نہ ہوتی تھی۔ یوں جب یہ کشمیر کمیٹی اپنی افادیت کھو بیٹھی۔ جس کو صدر کمیٹی نے بھی ذاتی طور پر محسوس کیا تو علامہ اقبال صرف ایک ماہ بعد ہی کمیٹی کی صدارت سے دست کش ہو گئے اور پریس بیان میں اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا۔

> ''بدقسمتی سے کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے مذہبی فرقے کے امیر کے سوا کسی دوسرے کا اتباع کرنا سرے سے گناہ سمجھتے ہیں۔ مجھے ایسے شخص سے ہمدردی ہے جو کسی روحانی سہارے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کسی مقبرے کا مجاور یا کسی زندہ نام نہاد پیر کا مرید بن جائے''۔

اپنے اس بیان سے پہلے انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ

''مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ یہ لوگ (قادیانی) دراصل کمیٹی کو دو ایسے حصوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں جن میں اتحاد صرف برائے نام ہوگا چنانچہ میں نے اپنا استعفیٰ پیش کرنے سے پہلے ممبران کو اپنی رائے سے اچھی طرح آگاہ کر دیا تھا''۔

اقبال نے استعفیٰ کی مزید وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا

> ''ایک صاحب نے مجھے صاف طور پر کہا کہ وہ کسی کشمیر کمیٹی کو نہیں مانتے اور جو کچھ انہوں نے یا ان کے ساتھیوں نے اس ضمن میں کیا وہ ان کے امیر کے حکم کی تعمیل تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ان کے اس بیان سے اندازہ لگایا

ہے کہ تمام احمدی حضرات کا یہی خیال ہوگا اور اس طرح میرے نزدیک کشمیر کمیٹی کا مستقبل مشکوک ہو گیا ہے۔''

کمیٹی ختم کرنے کا مشورہ

کشمیر کمیٹی میں قادیانیوں کی ریشہ دیوانیوں اور ان کی سازشوں کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت اقبال نے اسی بیان میں کمیٹی کو ختم کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

''جہاں تک مجھے علم ہے کشمیر کمیٹی کی عام پالیسی کے متعلق ممبران میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ پالیسی سے اختلاف کی بنا پر کسی نئی پارٹی کی تشکیل پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں پہنچتا' لیکن جہاں تک میں نے حالات کا جائزہ لیا ہے۔ کشمیر کمیٹی کے چند ارکان کو جو اختلافات ہیں وہ بالکل بے تکے ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر مجھے اس امر کا یقین ہے کہ کمیٹی میں اب ہم آہنگی کے ساتھ کام نہیں ہو سکتا اور ہم سب کا مفاد اسی میں ہے کہ موجودہ کمیٹی کو ختم کر دیا جائے''۔ (ملخصاً' مفکر پاکستان' صفحہ 315 تا 318)

قادیانیت کا دوسرا حربہ ''تحریک کشمیر''

جب علامہ اقبال نے قادیانیوں کی ستم ظریفیوں سے تنگ آ کر کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفا دے دیا۔ کمیٹی کو عملاً ختم کر دیا تو اس کے بعد قادیانیوں نے ''تحریک کشمیر'' کے نام سے ایک اور تنظیم قائم کی اور حسب معمول عیاری سے کام لیتے ہوئے علامہ اقبال کو ہی انہوں نے اس نوزائیدہ تحریک کشمیر کی صدارت کی پیشکش کی لیکن چونکہ وہ مومن تھے جس سے متعلق ارشاد نبوی ہے کہ ''مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا''۔ اقبال جو کشمیر کمیٹی کی صورت میں پہلے ہی ایک تجربہ کر چکے تھے وہ دوبارہ اس چال میں نہ پھنسے بلکہ اس کے بعد انہوں نے کمال سنجیدگی اور مزید گہرائی کے ساتھ قادیانیت اور اس کے عزائم کا مطالعہ شروع کر دیا چنانچہ وہ فکر و نظر کے نتیجہ میں جان گئے کہ قادیانی اپنے عقائد و نظریات کے فروغ کیلئے تحریک کشمیر کا نام استعمال کرنا چاہئے۔ اصل مقصود ان کا اپنے مخصوص مفادات کا حصول ہے چنانچہ انہوں نے تحریک کشمیر کی صدارت کی قادیانی پیشکش کو پورے

جذبۂ ایمانی سے ٹھکرادیا۔

چنانچہ 12 اکتوبر 1933ء کو انہوں نے قادیانیت کے حوالے سے اپنے دوسرے باطل شکن' قادیانیت سوز بیان میں قصر قادیانیت پر وہ کاری ضربیں لگائیں کہ جس سے اس کے درودیوار کی ایک ایک اینٹ مل کر رہ گئی۔

صدارت کی پیشکش ایک فریب ہے

علامہ مرحوم نے نہ صرف یہ کہ صدارت کی پیشکش کو قبول نہ کیا بلکہ اس سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

''میں تو ایسی پیشکش کے متعلق سوچنا ہی غلط سمجھتا ہوں۔ یہ پیشکش جو مجھے کی گئی ہے یقیناً ایک فریب ہے''۔ (شاہد حنیف 'مفکر پاکستان' صفحہ 20)

قادیانیوں کے متعلق علامہ اقبال کے بیانات سے قادیان میں صف ماتم کا بچھنا تو عقل میں آتا ہے مگر اس پر ایک ہندو کا مضطرب ہونا فہم سے بالاتر ہے۔ جب پنڈت جواہر لال نہرو نے قادیانیت کی وکالت کرنا شروع اور ان میں قادیانیوں سے متعلق مسلمانوں میں عام پائی جانے والی روش پر پریشانی کا اظہار کیا تو اس پر علامہ نے جواہر لال کے اضطراب کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

''میرا میلان فکر یہ ہے کہ قادیانیت کے بارے میں میرے بیان نے جو اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک مذہبی اصول کی تشریح جدید انداز میں کی گئی تھی۔ پنڈت جی اور قادیانیوں دونوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے اس لیے کہ دونوں (پنڈت جی اور قادیانی) مسلمانوں کے سیاسی و مذہبی اتحاد و یک جہتی کے ممکنات کو خصوصیت سے ہندوستان کے اندر ناپسند کرتے ہیں۔ اگرچہ دونوں کے وجوہ مختلف ہیں''۔ (شورش کشمیری 'تحریک ختم نبوت' صفحہ 104)

قادیانی اضطراب کا اصل سبب

علامہ اپنے بیانات پر قادیانی اضطراب کا اصل سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''قادیانی بھی مسلمانان ہند کی سیاسی بیداری پر مضطرب ہیں کیوں کہ محسوس

کرتے ہیں مسلمانان ہند کا سیاسی اقتدار بڑھ جائے گا تو قادیانیوں نے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے اپنے ہندوستانی نبی کی نئی امت نکالنے کیلئے جو منصوبے تیار کر رکھے ہیں۔ وہ یقیناً درہم برہم ہو جائیں گے۔ میں نے مسلمانان ہند کو یہ جتانے کی کوشش کی تھی کہ ہندوستان کے اندر ان کی تاریخ کے موجودہ نازک دور میں داخلی اتحاد و ہم آہنگی حد درجہ ضروری ہے اور میں نے ان انتشار انگیز قوتوں کے خلاف انہیں تنبیہ کی تھی جو اصلاحی تحریکات کا لباس پہن کر بروئے کار آئی ہیں۔ میرے لیے یہ امر کم حیرت افزاء نہیں کہ میری ان کوششوں نے پنڈت جی کیلئے اس قسم کی قوتوں سے اظہار ہمدردی کا موقع بہم پہنچا دیا ہے''۔ (ایضاً' صفحہ 104, 105)

رد قادیانیت میں اقبال کا تاریخی کارنامہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ قادیانیت کے مقابلہ میں علماء کرام تحریر و تقریر' مناظرہ و مباہلہ اور تصنیف تالیف کے میدان میں برسرپیکار رہے۔ انہیں کامیابیاں بھی ملی ہیں لیکن ہر طرح کی کوشش کے باوجود طبقہ علماء کو اس میدان میں مکمل کامیابی بوجوہ حاصل نہیں ہوسکی جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ نژاد نو اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ قادیانیوں کے ظاہری اعمال اور ان کی معاشرتی زندگی سے دھوکہ کھاتے ہوئے ہمیشہ انہیں مسلمانوں کا ہی ایک طبقہ اور فرقہ سمجھتا رہا ہے جبکہ ہمارے علماء کا استدلال وہی پرانا تھا چنانچہ قادیانیوں کے کفر سے متعلق علماء کی رائے کو بالعموم اسی نقطۂ نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ نتیجۃً قادیانی پھیلتے چلے گئے۔ حضرت اقبال اگرچہ مروجہ و معروف معنی میں دینی تعلیم سے آراستہ تو نہیں تھے مگر دین و ایمان کے حوالے سے جدید تعلیم رکھنے کے باوجود وہ فکر قدیم رکھنے والے ایک مخلص اور سچے مسلمان تھے۔ وہ عصر جدید کی زبان سے بھی آگاہ تھے اور اس کے طرز استدلال سے بھی بہرہ ور تھے۔ چنانچہ انہوں نے قادیانی مسئلہ کے حوالے سے ملت اسلامیہ کے جذبات کو بھانپتے ہوئے ہر موقع پر اس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور ملی اضطراب کے مرض کی اصلی اور حقیقی وجہ تلاش کی۔ پنڈت نہرو کے ساتھ اپنی خط و کتابت میں قادیانی مسئلہ کی نزاکت' اس کے مقاصد' اس کے عواقب اور

بندوستانی بالخصوص پنجاب کی مسلم معاشرت پر اس کے ممکنہ مضر اثرات کا دلائل کی روشنی میں جائزہ لے کر آخر میں بچے تلے الفاظ میں قادیانی قضیہ کا جو حل پیش کیا بالآخر 70 سال بعد علماء اسی پر متفق ہوئے اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے بھی اجتماعی طور پر وہی فیصلہ دیا جو بعد میں آئین کا مستقل حصہ قرار پایا اور قادیانی ہمیشہ کیلئے غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔

قادیانیوں کو ایک الگ جماعت قرار دیا جائے

قادیانی مسئلہ کا حل پیش کرتے ہوئے اقبال لکھتے ہیں۔

''میرے نزدیک حکومت کیلئے بہترین راستہ یہ ہے کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت قرار دے اور یہ ان کی اپنی پالیسی کے بھی عین مطابق ہوگا۔ ادھر مسلمان بھی ان کے ساتھ وہی رواداری برتیں گے جو وہ باقی مذاہب کے بارے میں اختیار کرتے ہیں''۔ (حرف اقبال' صفحہ 109)

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ جس طرح مرزا نے مذہبی رہنما کے روپ میں ایک بہروپیے کا کردار ادا کیا ہے۔ ہماری تاریخ میں اور بھی بہت سے کردار ایسے پائے جاتے ہیں جنہوں نے منبر و محراب اور جبہ و دستار کی آڑ میں دین اسلام اور ایمان کی بنیاد و اساس پر سخت حملے کیئے۔ دل کھول کر اہانت رسول کی۔ اپنی مذعومہ شیطانی توحید کے تصور کو عام کرنے کیلئے مقام رسالت کو مشکوک بنانے کی سعی بد کی۔ جس کے نتیجہ میں بالآخر امت مختلف گروہوں میں بٹ گئی۔ ایسی ہی جدید گروہ بندیوں میں سے ایک طبقہ ہندوستان کے ضلع سہارنپور کے ایک گاؤں ''دیوبند'' میں پیدا ہونے والا بھی ہے۔ اس کے اپنے مخصوص عقائد و نظریات میں بالخصوص شان رسالت میں تنقیص کرنا ان کی ایک خاص علامت ہے۔

علامہ محمد اقبال نے اس مخصوص گروہ اور قادیانیت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

''قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے اور دونوں اس تحریک کی پیداوار ہیں جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے''۔

(نذیر نیازی سید' اقبال کے حضور' حصہ اول' صفحہ 261' طبع اول 1971' اقبال اکادمی کراچی)

کلام اقبال میں مضامین ختم نبوت

علامہ اقبال شاعر مشرق تھے اور عظیم فلاسفیٔ اسلام بھی تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے زندہ جاوید کلام میں جا بجاہ مضامین ختم نبوت کو بیان کیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے پنجابی نبی، متنبی قادیان کا اپنی شاعری میں رد کیا ہے اور خوب کیا ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا اور نہ کوئی اس میں جھوٹ ہوگا۔

اقبال کے سارے کلام میں سے ایسے مضامین کا احصا کرنا اس لیے مشکل ہے کہ یہ مختصر مقالہ اپنے اندر قرطاسی وسعت نہیں رکھتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو اس پر ایک مستقل مضمون لکھا جائے گا۔ بردست صرف چند اشعار آئندہ سطور میں پیش کیے جاتے ہیں۔ پڑھیے اور اپنے ذوق ایمان کو جلا بخشئے۔ اقبال فرماتے ہیں۔

وہ دانائے سبل، ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یسیں، وہی طٰہٰ

(اقبال بال جبریل)

علامہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد
بر رسول ما رسالت ختم کرد

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم (مسلمانوں) پر اپنی شریعت (پسندیدہ) کو ختم کر دیا اور

ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کو ختم کر دیا ہے۔

ایک اور مقام پر اس مفہوم کو یوں ادا کرتے ہیں۔

رونق از ما محفل ایام را

او رسل را ختم و ما اقوام را

یعنی اب قیامت تک دنیا کی رونق ہمارے ہی دم کے ساتھ ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں کو ختم کرنے والے ہیں اور ہم اقوام کے ختم کرنے والے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو جانے کے بعد اب دعوت و اصلاح کا نبوی فریضہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ذمہ لگا دیا گیا ہے اس لیے یہ آخری امت ہے۔ اقبال اس کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

خدمت ساقی گری برما گذاشت

داد مارا آخریں جامے کہ داشت

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لوگوں کو جام توحید پلانے کا کام ہمارے سپرد کر دیا ہے۔ یہ جام (دعوت حق و توحید) جو آخری جام ہے اس نے ہمیں عطا کیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اختتام نبوت کو معاذ اللہ لعنت قرار دیتا ہے جبکہ اس کے برعکس حضرت اقبال ختم نبوت کو اللہ تعالیٰ کا احسان قرار دیتے ہیں۔

لانبی بعدی ز احسان خداست

پردۂ ناموس دین مصطفیٰ است

مطلب یہ کہ ہم پر خدا کا احسان ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم کر کے آپ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا ہی آپ کے دین کیلئے باعث امتیاز ہے۔

ختم نبوت پر یقین و ایمان کا نتیجہ اقبال اپنے اشعار کی صورت میں یوں بیان کرتے ہیں۔

قوم را سرمایۂ قوت ازو

حفظ سر وحدت ملت ازو

حق تعالیٰ نقش ہر دعویٰ شکست
تادیہ اسلام راشیرازہ بست

اقبال کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخرالانبیاء ہونے کے سبب سے ہی ملت اسلامیہ کو قوت وطاقت حاصل ہوئی ہے اور ہوگی اور اسی نکتہ میں ملت کی وحدت کا راز پنہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر ہر مدعی نبوت کے جھوٹے دعوؤں اور دجل وفریب کا تار پود بکھیر دیا ہے اور یوں ہمیشہ کیلئے اسلام کا شیرازۂ ملی استوار کر دیا ہے۔

اقبال امت مسلمہ کو نصیحت کرتے ہیں۔

دل زغیر اللہ مسلمان برکند
نعرہ لاقوم بعدی می زند

(اسرار خودی' صفحہ 102)

فرماتے ہیں اے مسلمان اپنے دل کو غیر اللہ (کی محبت) سے پاک کر اور یہ نعرہ لگا کہ ہم آخری قوم ہیں اور ہمارے بعد کوئی قوم نہیں۔

اب ذرا چند اشعار اردو کے بھی ملاحظہ ہوں۔ لکھتے ہیں۔

جہاد

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جعلی نبوت کو پروان چڑھانے کیلئے اور برطانوی سامراج کی خوشنودی کیلئے جہاد کو حرام قرار دے دیا تھا۔ اقبال اس قادیانی فتویٰ وشریعت پر برہمی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر
لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں؟
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود و بے اثر

تیغ و تفنگ دست مسلماں میں ہے کہاں
ہو بھی، تو دل میں موت کی لذت سے بے خبر
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہے جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر
تعلیم اس کو چاہئے ترک جہاد کی
دنیا کو جس کے پنجۂ خونیں سے ہو خطر
باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ، یورپ سے درگزر

(اقبال، کلیات اقبال اردو، ضرب کلیم، صفحہ 541-540)

جعلی نبوت

اقبال مرزا کی جعلی نبوت پر بایں الفاظ تبصرہ کرتے ہیں۔

وہ نبوت ہے مسلماں کیلئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

(ایضاً، صفحہ 569)

الہام اور آزادی

مرزا غلام قادیانی ایک جدی پشتی غلام تھا اسی لیے اس کے الہامات میں بھی غلامی کا ہی درس پایا جاتا ہے۔ اقبال اس پر کہتے ہیں۔

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز

اقبال سے مرزائیوں کی ناراضگی

قادیانیت کے خلاف علمی وفکری اور سیاسی وسماجی میدان میں یہی اقبال کا وہ کردار تھا جس نے قادیانیت کی اینٹ سے اینٹ بجادی چونکہ اقبال کو اللہ تعالیٰ نے ہندوستان بھر اور پوری دنیا میں اثر ورسوخ سے نواز رکھا تھا چنانچہ قادیانیت پر ان کے ان حملوں سے اس کو جو نقصان پہنچا اس کا اندازہ بھی وہی لگا سکتے ہیں۔ مرزا بشیر احمد اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

''ڈاکٹر سر محمد اقبال بعد میں سلسلہ سے نہ صرف منحرف ہو گئے تھے بلکہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں شدید طور پر مخالف رہے ہیں اور ملک کے تعلیم یافتہ طبقے میں احمدیت کے خلاف جو زہر پھیلا ہوا ہے اس کی بڑی وجہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کا مخالفانہ پراپیگنڈہ تھا''۔

(مرزا بشیر احمد' سیرت المہدی' جلد 3' صفحہ 250)

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور تحفظ ختم نبوت

انیسویں صدی عیسوی کا نصف آخر مسلمانان برصغیر کے لیے ایک انتہائی پر آشوب زمانہ تھا۔ اگرچہ اس سے قبل ۱۸ ویں صدی عیسوی یعنی ۱۷۰۷ء ۱۱۱۸ھ میں حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے ساتھ ہی اس خطہ ارضی کو منور کرنے والے دین اسلام کا چراغ ٹمٹمانے لگا اور اس کی کرنیں ماند پڑنا شروع ہو گئیں تھیں لیکن اس کے فکری پس منظر میں تقریباً ۸۰۰ سال کے طویل عرصہ پر محیط صوفیاء و اہل اللہ اور علمائے حق کی شبانہ روز کوششوں اور کاوشوں کی محنت کا یہ اثر تھا کہ چراغ سحری ہونے کے باوجود بھی کم و بیش ۱۵۰ سال تک کسی نہ کسی صورت میں اپنی ضوفشانیوں سے اس کو منور کرتا رہا لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بوجہ مسلمانوں کی شکست اور اس کے نتیجہ میں جب برطانوی دور استبداد نے اپنے پنجے گہرے جما لیے تو اس کے ساتھ ہی ملت اسلامیہ کے اقتصادی، سیاسی، تہذیبی و فکری، تعلیمی، سماجی غرض ہمہ جہتی زوال کا آغاز ہو جاتا ہے۔ یوں تقریباً ایک ہزار سال تک تخت ہند پر واحد حکمران کی حیثیت سے بلاشرکت غیرے حکمرانی کرنے والی قوم اپنے ہی گھر میں بے گھر ہو کر رہ جاتی ہے۔

زیر نظر سطور میں ہم اپنی گفتگو کو صرف ایک نقطہ پر مرکوز رکھیں گے اور وہ نقطہ مسلمانوں کی اس میں دور کی نظریاتی و فکری اور اعتقادی زندگی پر ہونے والے مختلف حملے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری بات یہ کہ ان حالات میں ملت اسلامیہ کو گرداب فتن سے نکالنے میں کس نے کیا کردار ادا کیا ہے اور کس نے جس ملت کو لخت لخت کیا اور کس نے اس کے زخموں پر

مرہم رکھتے ہوئے مسیحائی کا فریضہ سرانجام دیا اگر دیکھا جائے تو یہ ہماری تاریخ کا ایک بڑا ہی نازک اور اہم موڑ ہے اور یہی تاریخ کا وہ سیاہ دور ہے کہ جہاں سے بالخصوص ملت اسلامیہ ہند مختلف گروہوں فرقوں اور طبقوں میں بٹ جاتی ہے۔ اور اس کے اندر ختم نہ ہنے والی خلیج شروع ہو جاتی جو وقت گزرنے کے ساتھ وسیع سے وسیع تر ہوتی جا رہی ہے اور اس وقت صورت حال کچھ یوں ہے ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی''۔

زوال وانحطاط کی اس صورت حال سے مسلمانوں کو نجات دلانے کے لیے جو تحریکات اٹھیں ان میں ایک تحریک جہاد اور دوسری تیتو میر کی فرائضی تحریک ہے۔ ان میں سے آگے چل کر اول الذکر تحریک میں سے تحریک وھابیت بعد ازاں قادیانی تحریک نے جنم لیا۔ اسی دوران سر سید احمد خان نے اگرچہ اصلاح معاشرہ کی تحریک کا آغاز کیا لیکن مذہبی واعتقادی میدان میں انہیں کوئی زیادہ پذیرائی نہ مل سکی۔ اس لیے تاریخ میں اس حوالے سے ان کا کردار محدود ہو کر رہ گیا۔

قادنیت اور وھابیت میں سے اس وقت ہم صرف قادیانیت کے حوالے سے چند تاریخی حقائق وشواہد پیش کرنے پر ہی اکتفا کریں گے تاکہ یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے کہ مرزا قادیانی کے مذہبی معتقدات کیا تھے اور کن سے ملتے تھے ملاحظہ ہو، مولوی رفیع الدین (مڈھ رانجا) جو پہلے پہل مسلک اہل حدیث رکھتے تھے اور پھر قادیانیت کے دامن سے وابستہ ہو گئے اپنے ایک سفر کی روئیداد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''میں دہلی سے قادیان گیا وہاں مغرب کی نماز پڑھی ہاتھ سب کے سینے پر بندھے ہوئے تھے اور امام کے پیچھے الحمد بھی پڑھتے تھے ض کو ضواہی پڑھا والضالین کہتے ہی مسجد گونج اٹھی، ہاں رفع یدین بہت کم کرتے تھے مگر مجھ کو رفع یدین سے کسی نے نہیں روکا۔''

(اہل حدیث امرتسر، ۱۰، ۱۱ جولائی ۱۹۱۳، بحوالہ سازشوں کا دیباچہ)

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ قادیانیت کے عروج اور اس کو فکری غذا مہیا کرنے میں وھابیت وغیر مقلدیت نے شعوری طور پر بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ چنانچہ مولانا ابو القاسم رفیق دلاوری اس حقیقت کی یوں نقاب کشائی کرتے ہیں کہ شب وریب کے تمام بادل

چھٹ جاتے ہیں" ان ایام میں اہلحدیث کی جماعت نے ہندوستان کے اندر نیا نیا جنم لیا تھا یہ حضرات بعض اختلافی مسائل میں حنفیوں سے بالکل منقطع ہو گئے اور اس جماعت میں نیا نیا جوش اور ولولہ تھا ان دنوں مولوی محمد حسین جو پنجاب کے اہلحدیث میں اعلم العلماء مانے جاتے تھے اور ہندوستان بھر میں بمشکل کوئی ایسا پڑھا لکھا اہلحدیث ہوگا جو اس رسالہ کا خریدار نہ ہو کیونکہ مرزا قادیانی مولوی محمد حسین بٹالوی ہی کے ساختہ پرداختہ تھے، اس لیے مولوی صاحب نے تہیہ کر لیا تھا کہ مرزا قادیانی کو سمک سے سماک تک پہنچا کر دم لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے کثیر الاشاعت رسالہ "اشاعت السنہ" میں مرزا قادیانی کے حق میں وہ بے پناہ پروپیگنڈہ کیا کہ تھوڑے ہی دنوں میں مرزا قادیانی کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا۔

(رئیس قادیان: ۱۷۸،۱۷۷)

اہل حدیثوں کی مرزا نوازیوں اور ناز پرداریوں ہی کا نتیجہ تھا کہ مرزا قادیانی جہنم مکانی کے صنادید وھابیہ غیر مقلدین کے ساتھ گہرے روابط اور تعلق داریاں قائم تھیں چنانچہ تاریخ سے اس بات کی گواہی ملتی ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی، پیر حیدر شاہ غیر مقلد گوجرانوالہ، مولوی فضل احمد فیروز والہ ضلع گوجرانوالہ، منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ بابو عبدالحق اکاؤنٹنٹ، حافظ محمد یوسف ضلع دار، مولانا محمد اسماعیل غزنوی، مولانا عبدالواحد غزنوی خطیب چنیاں والی مسجد، وغیرہ اکابر اہلحدیث کے۔ نہ قریبی تعلق داریاں تھیں یہی وجہ ہے کہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی (پروفیسر ساجد میر کے دادا) کو لاہور میں ۱۹۴۹ء میں منعقد ایک کانفرنس میں یہ کہنا پڑا۔

"اس سے پیشتر اسی طرح اختلاط سے جماعت اہل حدیث کے کثیر التعداد لوگ قادیانی ہو گئے تھے جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ابتداء میں مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے مرزا قادیانی کو الہامی مان کر ان کی موافقت کی اور ان کی تائید میں اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں زوردار مضامین بھی لکھتے رہے جس سے جماعت اہل حدیث کے معزز افراد مرزا قادیانی کی بیعت میں داخل ہو گئے۔" (انتقال الجمہور بحوالہ سازشوں کا دیباچہ ۶۲)

آخر میں سعید الرحمٰن علوی سابق مدیر ہفت روزہ خدام الدین لاہور کی رائے بھی

ملاحظہ ہو۔ دعویٰ اہل حدیث ہونے کا ہے لیکن حالت یہ ہے کہ نیچریت، انکار حدیث، قادیانیت سمیت اکثر و بیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے ہی پیدا ہوئے۔"

(تقدیم اہل حدیث اور انگریز: ۳)

مرزا قادیانی کا نظریاتی و فکری پس منظر جان لینے کے بعد آیئے اب ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ جب آنجہانی مرزا قادیانی نے نخلستان غیر مقلدیت سے فکری آبیاری کے بعد برطانوی سامراج کے اقتدار کی چھتری کے نیچے خود ساختہ نبوت کی راہ ہموار کرنے کے لیے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا شروع کیے تھے تو سب سے پہلے اس کے ان ارتدادی خیالات کے آگے بند باندھنے کی کوشش کس نے کی اور قصر نبوت پر تیشے چلانے کی ہدایت اس کو کس نے عطا کی۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ جب کسی ذات کی خصوصیت کو عموم میں بدل دیا جائے کہ اس فضیلت کا لباس پہن کر آ جائے تو پہلے آدمی کی بات میں کوئی فرق نہیں پڑے گا تو اس نظریہ سے ہر راہزن نقب زنی کی کوشش کرے گا اور اگر وہ بے لگام ہو جائے تو کوئی اسے روکنے والا نہیں ہوگا، یہی معاملہ یہاں ہوا کہ اکابر علمائے دیوبند کی طرف سے جب یہ کہا گیا۔

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم بایں معنی ہے کہ آپ زمانہ انبیاء سابق کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گیا کہ تقدیم یا تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر اس مقام میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا، اس صورت میں کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔

۲- اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

۳- بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی، کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" (تحذیر الناس: ۳، ۱۳، ۲۴)

۴- "بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا آنا محال نہیں بلکہ نئی شریعت والا البتہ ممتنع ہے۔"

(دافع الوسواس فی اثر ابن عباس: ۱۶ بحوالہ سازشوں کا دیباچہ)

۵- نواب صدیق حسن صاحب اہلحدیث کی تحقیق "لا نبی بعدی آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہل قلم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ یعنی پہلی شریعت منسوخ کر کے نئی شریعت لے کر نہیں آئے گا۔" (اقتراب الساعہ: ۱۶۲ بحوالہ ایضاً ۶۰)

اگر یہ کہا جائے کہ علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث غیر مقلدین کی یہی عبارات ہیں جن کو بنیاد بنا کر مرزا قادیانی نے اپنی خانہ ساز نبوت کی عمارت تعمیر کی تو اس میں نہ تو کوئی مبالغہ ہوگا اور نہ امر واقع کے خلاف ہوگا۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ میدان کارزار میں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء) چودھویں صدی ہجری کے وہ عظیم اور اولوالعزم مجدد ہیں کہ جنہوں نے اپنی حیات مبارکہ کے روز و شب کا ایک ایک لمحہ ایک سچے اور مخلص خادم دین ہونے کے حیثیت سے گزارا وہ وقت کے عظیم فقیہ، مفتی، محدث، مفسر اور متکلم تھے یہی وجہ ہے کہ جب بھی اسلام اور بانی اسلام حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کے خلاف کوئی آواز اٹھی یا کسی فتنے نے سر اٹھایا آپ اسی وقت مضطرب و پریشان ہو جاتے اور بغیر کسی خوف و لالچ کے آپ کا شاہسوار قلم پابہ رکاب ہو جاتا اور فتنہ کی سرکوبی تک برسر پیکار رہتا ہے چنانچہ فتنوں کے اس طوفان میں بھی ان کا قلم فتنہ پردازوں کا محاسبہ کرتا نظر آتا ہے۔ اس راہ میں کبھی کوئی مصلحت یا دنیوی مفاد ان کے پاؤں کی زنجیر نہیں بن سکا اور نہ بڑی سے بڑی مخالفتیں ان کے عزم مصمم میں دراڑیں نہیں ڈال سکیں۔ آپ نے اپنی حیات مستعار میں کبھی ایک لمحہ بھر کے لیے بھی غیرت اسلام، حمیت دینی، جذبہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سودے بازی نہیں کی۔ یہی وہ آپ کا طرہ امتیاز ہے جو آپ کو اپنے جمیع معاصرین سے ممتاز و نمایاں کرتا ہے۔ فتنہ قومیت ہو یا فتنہ اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا قلم حقیقت رقم ہر جگہ ہر کسی کو شمشیر براں کی مثل کاٹتا نظر آتا ہے۔

قادیانی تحریک کے بانی مرزا قادیانی نے جب آغاز میں ہی اپنے جھوٹے دعوے کرنا شروع کیے تو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا:

حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الصارم الربانی علی اسراف قادیانی'' کے نام سے ایک کتاب لکھ کر مرزا قادیانی کے دعوے مسیحیت کے تار پود بکھیر دیے اور یوں اس باغی اسلام کے مقابلہ میں سب سے پہلے قلمی جہاد شروع کرنے کا شرف حاصل کیا۔

ردقادیانیت پر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی قلمی خدمات کا جائزہ

یوں تو مرزا قادیانی نے انیسویں صدی کے آخری عشرہ میں مختلف دعوے کرنا شروع کردیے تھے جن میں مثیل مسیحیت و مسیحیت جیسے دعوے شامل تھے جن کا مولانا حامد رضا خان بریلوی ابن فاضل بریلوی وغیرہ علمائے حق اہل سنت نے پرزور رد کیا مگر مرزا قادیانی نے اپنی انگریزی اور خانہ ساز نبوت کا اعلان بیسوی صدی کے شروع یعنی ۱۹۰۱ء میں کیا جو اس کی آخری منزل تھی۔ یہ زمانہ اعلیٰ حضرت کے علمی تفوق کے عروج اور جسمانی طور پر پیرانہ سالی کا تھا چنانچہ آپ نے اپنی ہمہ نوع مصروفیات کے باوجود مرزا قادیانی کے خلاف درج ذیل علمی و تحقیقی شاہکار سپرد قلم کیے۔

۱- جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ (۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء):

ابتداء میں جب مرزا قادیانی نے مسیحیت کی سیڑھی چڑھنے کے بعد نبوت کی ظلی و بروزی خود ساختہ تقسیم کی اور اپنی انگریزی نبوت کی طرف سفر کا آغاز کیا ہی تھا تو اس وقت اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جھوٹے دعوے نبوت کا رد کرتے ہوئے ۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء میں اس عظیم طباعت کو زیور کتاب سے آراستہ کر کے شائع کیا۔

۲- السوء والعقاب علی المسیح الکذاب (۱۳۲۰ھ ۱۹۰۲ء):

امرتسر سے مولانا محمد عبدالغنی نے ایک استفتاء بھیجا، سوال یہ تھا کہ ایک مسلمان نے ایک عورت سے نکاح کیا، عرصہ تک باہمی معاشرت رہی پھر مرد مرزائی ہوگیا تو کیا اس کی منکوحہ اس کی زوجیت سے نکل گئی ہے؟ ساتھ ہی امرتسر کے متعدد علماء کے جوابات منسلک تھے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اس ستفتاء کے جواب میں مذکورہ رسالہ قلمبند فرمایا اور

دس وجوہ سے مرزا کا کفر بیان کر کے مرزا اور اس کے پیروکاروں سے متعلق حکم شرعی یوں واضح فرمایا۔

''یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں۔''

۳-قہر الدیان علی مرتد بقادیان:

یہ رسالہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی زیر نگرانی مرتب کردہ ان کے برادر بزرگ وار مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے رشحات قلم کا عظیم شاہکار ہے جس میں مرزا قادیانی کے الہامات کا رد بلیغ کیا گیا ہے۔

۴-المبین ختم النبیین:

تردید قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت میں علمی تحقیق کا ایک لازوال شاہکار جو ۱۳۲۶ھ میں بہار شریف سے مولانا ابو الطاہر نبی بخش کے مرسلہ ایک استفتاء کے جواب میں سپرد قلم کیا گیا رضوی نشتر قلم قادیانیت کا پوسٹ مارٹم کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''آج کل قادیانی بک رہا ہے کہ خاتم النبیین سے ختم شریعت جدیدہ مراد ہے اگر حضور کے بعد کوئی نبی اس شریعت مطاہرہ کا مروج اور تابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں اور وہ خبیث، اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۶:۵۸)

۵-حسام الحرمین:

حسام الحرمین اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عظیم معرکتہ الاراء کتاب ہے کہ جس نے علمائے حرمین شریفین کے ذریعہ سے برصغیر پاک و ہند میں اٹھنے والی اہانت رسول اور انکار ختم نبوت کی تحریک کی کمر توڑ دی۔ آپ نے ۱۳۲۴ء میں ایک مفصل سوالنامہ تیار کر کے علمائے عرب کی خدمت میں بھیجا جس میں علمائے دیو بند، علمائے اہل حدیث غیر مقلدین، مرزا قادیانی اور دیگر گم کردہ راہ علمائے ہند کی تحریرات، افکار و خیالات، عقائد و نظریات پر ان کی رائے طلب کی اور پھر ان سب جبال علم و حکمت کی آراء و فتاویٰ کو حسام الحرمین کے تاریخی نام سے شائع کر دیا جس کا جواب آج تک کسی مخالف سے نہیں بن پڑا۔

اس حسام الحرمین میں علمائے حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا نے مرزا قادیانی سے متعلق یوں ارشاد فرمایا۔

رد قادیانیت سے متعلق امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے چند اہم فتاویٰ

فاضل بریلوی کی رد مرزائیت کے حوالے سے چند اہم کتب کے مختصر تعارف کے بعد اب چند اہم فتاویٰ جن میں مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کے شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں، پیش کرتے ہیں، یاد رہے کہ اعلیٰ حضرت کے اس موضوع پر اہم فتاویٰ آپ کی مختلف کتب میں بکھرے پڑے ہیں ان میں سے چند یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار کافر ہیں:

''مرزا احمد قادیانی اور جو اس کے پیرو ہوں ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں اور نہ شک کی مجال بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کے حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ،۶:۱۰۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں ادنیٰ شک کرنیوالا مرتد ملعون ہے:

''حضور پرنور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضرورت دین سے ہے۔ جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک و شبہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے، آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین وحدیث متواتر لانبی بعدی سے تمام امت مرحومہ نے سلفا وخلفا ہمیشہ یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔'' (ایضا ۵۷)

مرزائی کافر کو جانتے ہوئے اپنی لڑکی کا اس کے ساتھ نکاح کرنا:

اگر ثابت ہو کہ وہ واقعی مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے اس بنا پر یہ تقریب کی تو خود کافر و مرتد ہے علمائے کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر اس صورت میں فرض قطعی ہے

کہ تمام مسلمان موت وحیات کے سب علاقے اس سے قطع کر دیں۔ بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام اس کی قبر پر جانا حرام۔ (ایضا ٦:٥١)

اگر وہ لڑکا اپنے باپ کے مذہب پر تھا اور اسے معلوم تھا کہ اس کا یہ (مرزائی) مذہب ہے اور دانستہ لڑکی اس کے نکاح میں دی تو یہ لڑکی کو زنا کے لیے پیش کرنا اور پرلے درجے کی دیوثی ہے، ایسا شخص سخت فاسق ہے اور اس کے پاس بیٹھنا تک منع ہے۔ (ایضا)

قادیانی مذہب پر رضوی ضربیں:

قادیانی خدا کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

"قادیانی ایسے کو خدا کہتا ہے جس نے چار سو جھوٹوں کو اپنا نبی کیا ان سے جھوٹی پیش گوئیاں کہلوائیں جس نے ایسے کو ایک عظیم الشان رسول بنایا جس کی نبوت پر اصلاً دلیل نہیں بلکہ اس کی نفی پر دلیل قائم جو (خاک بدھن ملعوتان) ولد الزنا تھا جس کی تین دادیاں، نانیاں زنا کار کسبیاں ایسے کو جس نے ایک بڑھئی کے بیٹے کو محض جھوٹ کہہ دیا کہ ہم نے بن باپ بنایا اور اس پر فخر کی جھوٹی ڈینگ ماری کہ یہ ہماری قدرت کی کیسی کھلی نشانی ہے ایسے کو جس نے اپنا سب سے پیارا بروزی خاتم النبیین دوبارہ قادیان میں بھیجا مگر اپنی جھوٹ فریب تمسخر کی چالوں سے ان کے ساتھ بھی نہ چوکا اس سے کہہ دیا کہ تیری جورو کے اس حمل سے بیٹا پیدا ہوگا جو انبیاء کا چاند ہوگا۔ بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے بروزی بیچارہ اس کے دھوکے میں آ کر اسے اشتہاروں میں چھاپ بیٹھا اسے تو یوں ملک بھر میں جھوٹا بننے کی ذلت و رسوائی اوڑھنے کے لیے یہ جل دیا اور جھٹ پٹ میں الٹی گل پھرا دی بیٹی بنا دی بروزی بیچارے کو اپنی غلط فہمی کا اقرار چھپانا پڑا اور اب دوسرے پیٹ کا منتظر رہا۔ اب کی یہ مسخرگی کی کہ بیٹا دے کر امید دلائی اور اڑھائی برس کے بچے کا ہی دم نکال دیا۔ نہ نبیوں کا چاند بننے دیا اور نہ بادشاہوں کو اس کے کپڑوں سے برکت لینے دی۔ غرض اپنے چہیتے بروزی کا جھوٹا کذاب ہونا اچھالا اور اس پر مزہ یہ کہ عرش پر بیٹھا اس کی تعریفیں گا رہا ہے اس پر بھی صبر نہ آیا بروزی کے چلتے وقت کمال بے حیائی کی ذلت و رسوائی تمام ملک میں طشت

از بام ہونے کے لیے اسے یوں چاؤ دلایا کہ اپنی بہن احمدی کی بیٹی محمدی کا پیام دے بروزی بیچارے کے منہ میں پانی بھر آیا۔ پیام پر پیام لالچ، دھمکی پر دھمکی، ادھر احمدی کے دل میں ڈال دیا کہ ہرگز نہ بھیج، یوں لڑائی ٹھنوا کر اپنے امدادی وعدوں سے بروزی کی امید اور بڑھائی کہ دیکھ محمدی کا باپ اگر دوسری جگہ اس کا نکاح کر دے گا تو اڑھائی برس میں وہ مرے گا اور تین برسوں میں وہ شوہر...... اب اس قادیانی کے ساختہ خدا کو اور شرارت سوجھی جھٹ بروزی کو وحی پہنچا دیکہ زوجنا کھا محمدی سے ہم نے تیرا نکاح کر دیا اب کیا تھا بروزی جی ایمان لے آئے کہ اب محمدی کہاں جا سکتی ہے یوں جل دے کر بروزی کے منہ سے اسے اپنی منکوحہ چھپوا دیا تا کہ وہ حد بھر کی ذلت جو ایک چمار بھی گوارا نہ کرے کہ اس کی جورو اس کے جیتے جی دوسرے کی بغل میں یہ مرتے وقت بروزی کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہو اور رہتی دنیا تک بے چارے کی فضیحت و خواری و بے عزتی و کذابی کا ملک میں ڈنکا ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ۱، ۷۸۸، ۷۸۹)

المعتمد المستند:

۱۳۲۰ھ میں شیخ الکل حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ کی معروف زمانہ کتاب المعتقد المنتقد کی کتابت کا کام جاری تھا کہ حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی نے اس پر حاشیہ لکھنے کی فرمائش کی چنانچہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عربی زبان میں حاشیہ لکھا تو اس میں اپنے دور کے مبتدعین اور گمراہ فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے قادیانیوں کا ذکر بایں کیا کہ ''ان میں سے مرزائیہ بھی ہیں ہم انہیں غلام احمد کی نسبت سے غلامیہ کہتے ہیں وہ اس زمانے میں پیدا ہونے والا دجال ہے۔ اس نے پہلے تو مسیح مماثل ہونے کا دعویٰ کیا، بے شک اس نے سچ کہا وہ یقیناً مسیح دجال کذاب کا مثل ہے۔ پھر اس نے ترقی کی اور وحی کا دعویٰ کر دیا۔ بخدا یہ بھی سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جعلنا لکل نبی عدوا شیطن الانس و الجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا'' اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنائے انسانوں اور جنوں کے شیطان کہ ان میں سے ایک خفیہ طور پر جھوٹی بات دوسری پر القا کرتا ہے دھوکہ دینے کے لیے'' جہاں تک وحی کی نسبت

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرنے اور اپنی کتاب براھین غلامیہ (براھین احمدیہ) کو کلام الٰہی قرار دینے کا تعلق ہے تو یہ بھی ابلیس کا القا ہے کہ مجھ سے حاصل کر اور اللہ کی طرف منسوب کردے۔ پھر اس نے نبوت و رسالت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کیا ہے۔ انا انزلنا بالقادیان وبالحق نزل بے شک ہم نے اسے قادیان میں نازل کیا اور وہ حق کے ساتھ نازل ہو۔

وہ کہتا ہے کہ میں ہی وہ احمد ہوں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا۔

مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد

وہ لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ تو اس آیت کا مصداق ہے۔

ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ پھر اس نے اپنے خبیث نفس کو انبیاء و مرسلین سے افضل قرار دینا شروع کر دیا خصوصاً کلمۃ اللہ، روح اللہ اور رسول اللہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنے کو افضل قرار دیتے ہوئے وہ کہتا ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

اس کے چند مزید کفریات کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں۔

اس کے علاوہ اس کے بہت سے ملعون کفر ہیں۔ اللہ مسلمانوں کو اس کے اور دیگر تمام دجالوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ (المعتمد المستند: ۲۲۹)

قادیانی کو زکوۃ دینا:

قادیانی کو زکوۃ دینا حرام ہے اگر ان کو دے تو زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

(احکام شریعت: ۱۳۹)

مرزائی مرتد اور مستحق نار ہیں:

مرزا کے پیرو اگرچہ ان اقوال انجس الابوال کے معتقد بھی نہ ہوں مگر جب کہ صریح کفر

وہ دیکھتے سنتے پھر بھی مرزا کو پیشوا امام ومقبول خدا کہتے ہیں۔ قطعاً یقیناً سب مرتد اور مستحق نار ہیں۔ (السوء والعقاب ۲۰)

مرزائیوں کے احکام:

امام احمد رضا خان بریلوی اپنے فتاویٰ اور دیگر کتب میں متعدد مقامات پر مرزا غلام قادیانی اور اس کے پیروکاروں (مرزائیوں) سے متعلق احکام شرعی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قادیانی کافر مرتد ہے:

''قادیانی مرتد منافق ہیں مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے۔''

قادیانی ذبیحہ محض نجس ہے:

قادیانی وغیرہ سب کے ذبیحے محض نجس ومردار وحرام قطعی ہیں اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی پرہیزگار بنتے ہوں۔ (احکام شریعت: ۱،۱۳۲)

قادیانی سے نکاح محض زنا ہے:

قادیانی کا حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا۔ اس کا نکاح کسی مسلمہ۔ کافر مرتد اس کے ہم مذہب ہوں یا مخالف مذہب غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہوسکتا جس سے ہوگا محض زنا ہوگا مرتد مرد ہو یا عورت'' (ایضاً ۱۳۲)

☆ مرزائیوں کو مسلمان کے گورستان میں دفن کرنا حرام ہے۔

☆ مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانی کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم وناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے۔

☆ قادیانی کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔

مرزا قادیانی جہنم مکانی کی خانہ ساز اور برطانیہ بخش نبوت کا آغاز ۱۹۰۱ء میں ہوا اور

۱۹۰۸ء میں مرزا کی عبرت ناک موت کے ساتھ ہی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ مرزا کی زندگی میں ہی اس کے رد میں لکھی جانے والی کتب کا سال طباعت کے اعتبار سے ایک مختصر چارٹ برائے افادہ پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ قارئین یہ جان سکیں کہ تحفظ ناموس ختم نبوت کی پاس داری کا فریضہ کس نے سرانجام دیا اور کس نے کیا کردار ادا کیا۔

نمبر	کتاب	مصنف	تبصرہ
۱	رجم الشیاطین براغلولات البراھین ۱۸۸۲ء/ ۱۳۰۲ء	مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری (صاحب تقدیس الوکیل عن توھین الرشید والخلیل)	''مرزا کی براھین احمدیہ کارو بلیغ'' مرزا غلام قادیانی کے من گھڑت اور جھوٹے دعوؤں کا آغاز ہوا ہی تھا کہ بانی تحریک تحفظ ختم نبوت خلیفہ مولانا غلام دستگیر صدیقی ہاشمی قصوری نے اپنے جد امجد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے قادیانی فتنہ ارتداد کے خلاف قلمی جہاد کا آغاز کرتے ہوئے اپنی یہ زندہ جاوید کتاب شائع کی۔
۲	فتح الرحمانی بدفع کید قادیانی ۱۳۱۴ھ ۱۸۹۶ء	مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری مجددی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا موصوف اور مرزا قادیانی کے درمیان ہونے والے مناظروں کی روئیداد جس کو مولانا نے خود قلم بند کیا یہ کتاب ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔
۳	تحقیقات دستگیریہ فی رد ھفوات براھینیہ	مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری مجددی رحمۃ اللہ علیہ	تاریخ طباعت معلوم نہیں ہوسکا۔
۴	الصارم الربانی علی اسراف	مولانا حامد رضا رحمۃ اللہ علیہ خان ابن	مرزا کے دعوے مسیحیت کی تردید میں سب سے پہلے منظر عام پر آنے والی تاریخی

	قادیانی ۱۳۱۵ھ، ۱۸۹۷ء	مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ خان بریلوی	کتاب جس پر فاضل بریلوی نے خود تبصرہ لکھا۔
۵	جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ ۱۳۱۷ھ، ۱۸۹۹ء	مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ خان فاضل و محدث بریلوی	حیات مسیح علیہ السلام کے موضوع پر ایک علمی و تحقیقی کتاب۔
۶	شمس الھدیہ فی اثبات حیات المسیحؑ ۱۳۱۷ھ، ۱۸۹۹ء	حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ	حیات و نزول مسیح کے مسئلہ پر حضرت پیر صاحب کے زندہ جاوید قلم کا انمول شاہکار جس کا جواب آج تک کوئی قادیانی نہ دے سکا۔
۷	سیف چشتیائی	حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ	پیر صاحب گولڑا شریف کے بہار آفرین قلم کا ایک ایسا زندہ جاوید شاہکار ہے جس کا جواب قادیانی دے سکے ہیں اور نہ ہی دے سکتے ہیں۔
۸	السوء و العقاب علی المسیح الکذاب ۱۳۲۰ھ، ۱۹۰۲ء	حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	مرزا قادیانی نے اپنی نبوت کاذبہ کا اعلان ۱۹۰۱ء میں کیا تو اس کے رد میں فاضل بریلوی نے ۱۹۰۲ء میں اس کے خلاف یہ کتاب لکھ کر شائع کی۔
۹	قھر الدیان علی مرتد بقادیان	مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	انگریزی نبوت کے پانچویں سال میں لکھ کر طبع ہوئی اور عامۃ المسلمین میں تقسیم کی

	١٩٠٥ء، ١٣٢٣ھ	برادر مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ	گئی۔
١٠	اشد العذاب علی مسیلمة البنجاب ١٣٤٧ھ، ١٩٢٨ء	مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری دیوبندی	مرزا غلام قادیانی کی جھوٹی نبوت کے ٢٠ برس بعد شائع ہوئی۔
١١	الخطاب الملیح فی تحقیق المهدی	مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی	مسلک دیوبند کے بہت عالم بلکہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب جو آنجہانی مرزا کی موت کے ٦ برس بعد ١٩١٤ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔
١٢	هدیة المهدی ١٣٢٥ھ، ١٩٠٧	مولانا وحید الزماں حیدر آبادی	جھوٹی نبوت کے سات (٧) برس بعد لکھی گئی اور شائع ہوئی اس میں صرف چار سطریں قادیانی تردید میں ہیں باقی کتاب دیگر مسائل پر مشتمل ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

بحرمة سید الانبیاء والمرسلین

عبدہ المذنب محمود احمد ساقی

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ

خطیب سنی رضوی جامع مسجد

پاک ٹاؤن نزد پل بندیاں والا

چونگی امر سدھو لاہور

خارجیوں اور رافضیوں کی گستاخانہ کتب پر پابندی

وزارت داخلہ کے ذمہ دار ذرائع کے مطابق صدر جنرل پرویز مشرف کی ہدایت پر ملک سے فرقہ وارانہ دہشت گردی کے خاتمے اور مذہبی منافرت کو دور کرنے کے لیے ملک بھر کی انتظامیہ کو مکمل طور پر چوکنا کر دیا گیا ہے کیونکہ ماضی میں انہی فرقہ وارانہ اشتعال دینے والی کتابوں کی وجہ سے شیعہ، سنی فسادات اور دیگر مکاتب فکر کے خوفناک فسادات ہوئے جن میں بیرونی ہاتھ بھی ملوث ہونے کے شواہد ملتے رہے لیکن ماضی میں حکومتیں اپنی سیاسی مجبوریوں کی بنا پر کوئی سخت قدم نہ اٹھا سکیں۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق حکومت نے ملک بھر کی پولیس کو دینی کتب کے بک اسٹالوں، مدارس، مساجد اور امام بارگاہوں کے سامنے دینی کتب فروخت کرنے والوں کی کڑی نگرانی کر کے ان کی گرفتاریوں کی ہدایت کی ہے۔ حکومت نے پولیس سربراہان سے کہا ہے کہ ایسی کتب فروخت کرنے والوں کیخلاف انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمات درج کیے جائیں۔

حکومت کی رپورٹ کے مطابق ان کتابوں میں کتاب ''پھر میں ہدایت پا گیا'' جس کے مصنف ''علامہ ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی ہیں۔'' ''تحفہ حنفیہ در جواب تحفہ جعفریہ'' جس کے مصنف ''علامہ غلام حسین نجفی، فضل عراق'' ہیں، نے پبلشر جامع المنتظر لاہور سے شائع کی۔ اسی طرح کتاب ''صراط مستقیم'' جس کے مصنف ''شاہ اسماعیل شہید'' ہیں نے پبلشر اسلامک اکیڈمی اردو بازار لاہور سے شائع کروائی، ''تقویۃ الایمان'' جس کے مصنف ''شاہ اسماعیل شہید پبلشر المکتبہ السلفیہ، شیش محل روڈ لاہور ہیں کتاب ''فتاوی رشیدیہ'' مولانا رشید احمد گنگوہی پبلشر ایجوکیشنل پریس چوک پاکستان کراچی'' شیعہ اور حضرت علی'' مولانا کلیم اللہ ربانی پبلشر حق نواز شہید'' لائبریری پی ایف لیاقت کالونی سرگودھا، کتاب ''اختلاف امت اور صراط مستقیم'' جس کے مصنف ''مولانا یوسف لدھیانوی'' ہیں اسے پبلشر مکتبہ لدھیانوی جامع نصیر آباد کراچی نے شائع کیا۔ ''معراج صحابیت با جواب مہر صحابیت'' مصنف ''مولانا مہر محمد پبلشر'' تحفظ ناموس صحابہ و اہل بیت پاکستان، کتاب ''سنی مذہب سچا ہے'' مصنف ''مولانا مہر محمد میانوالی'' پبلشر مکتب عثمانیہ بن حافظ جی ضلع میانوالی، کتاب ''المجالس العرفان شریعت اور شعیت'' مصنف ''علامہ سید عرفان حیدر عابدی'' پبلشر محافظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی، کتاب ''شیعہ ہی اہل سنت ہیں'' مصنف محمد تیجانی سماوی پبلشر ایران، کتاب ''تحفہ امامیہ'' مصنف حافظ مہر محمد میانوالی پبلشر مکتبہ عثمانیہ بن حافظ جی ضلع میانوالی کتاب ''حقیقت تبراء'' مصنف علامہ ''فرخ کاظمی فروغ کاظمی'' پبلشر ادارہ تہذیب و ادب کتاب ''علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید حیات و خدمات مصنف ثناء اللہ سعد شجاع آبادی پبلشر مکتبہ بخاری صابری پارک گلستان کالونی لیاری ٹاؤن کراچی، کتاب ''مقابلہ مصوری'' مصنف جنرل سیکرٹری آف پاکستان بائبل سوسائٹی انڈر قلعہ لاہور، کتاب ''معلومات اطلاعات'' مصنف قائد ملت

پمفلٹ ''رہزن کی پہچان'' مصنف امیر عزمیت اسلام آباد یونٹ، کتاب ''قادیانی شبہات کے دندان شکن جواب مصنف ''طاہر عبدالرزاق'' کتاب ''مجاہدہ حکومت کے قادیانیت نواز اسلامیان پاکستان کے لیے المیہ فکریہ'' پبلشر عالمی تحفظ ختم نبوت پاکستان ظہوری باغ ملتان، کتاب ''سیدنا عیسیٰ اور قادیانی'' پبلشر عالمی تحفظ ختم نبوت پاکستان ظہوری باغ ملتان، کتاب ''قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین'' مصنف مولانا محمد یوسف لدھیانوی، کتاب ''المہدی و مسیح کے بارے میں 5 سوالوں کے جواب'' مولانا محمد یوسف لدھیانوی، کتاب ''کعبہ وکلیسا ایک مکالمہ حق و باطل کا موازنہ'' مصنف مصباح الرحمٰن یوسفی، کتاب ''فیصلہ آپ کیجئے'' مصنف صاحبزادہ طارق محمود کتاب ''قادیانیوں اور دوسرے کافروں کے درمیان فرق'' مصنف مولانا محمد یوسف لدھیانوی'' کتاب گالیاں کون دیتا ہے مسلمان قادیانی؟ مصنف مولانا محمد یوسف لدھیانوی، کتاب ''قادیانیوں کا مکمل بائیکاٹ'' مصنف مولانا محمد مفتی ولی حسن ٹونکی، کتاب ''قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ'' پبلشر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد، کتاب ''وزیرستان کے قبائل پر پاکستانی فوج کے مظالم'' پبلشر مجاہدین امارات اسلامیہ افغانستان، کتاب ''حقائق پیش خدمت ہیں فیصلہ آپ کیجئے'' مصنف قاضی اویس خلیل، خطیب مرکزی جامع مسجد سید احمد شہید بالاکوٹ ضلع مانسہرہ، پبلشر سنی ایکشن کمیٹی ہزارہ ڈویژن، پمفلٹ ''اہل ذکر'' مصنف ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی، کتاب ''رسالت الاخوان'' پبلشر رسالت الاخوان 06-7-7 کو لندن سے شائع ہوئی۔ کتاب ''نفاعت'' پبلشر رسالت الاخوان 06-7-7 کو لندن سے شائع ہوئی۔ کتاب ''بارواں امام'' مصنف مولانا اعظم طارق کتاب شان صدیق اکبر مصنف مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کتاب کا نام مولانا اعظم طارق کی شہادت پر'' مصنف مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی مبینہ متنازعہ کیسٹ'' خطیب اوکاڑہ والیم نمبر 1 مقرر مولانا حق نواز جھنگوی کیسٹ آندھی اور طوفان والیم نمبر 1، مقرر مولانا حق نواز جھنگوی کیسٹ'' خطیب پشاور والیم نمبر 1 مقرر مولانا حق نواز جھنگوی کیسٹ خطیب پشاور والیم نمبر 2 مقرر مولانا حق نواز جھنگوی کتاب ''شہادت حسین کا پس منظر مصنف مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ، کتاب رد دیوبند، کتاب رد بریلویت مصنف مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی، کتاب ''توحید مصنف غلام مفتی محمد منیر شیخ'' کتاب اسلام اور ماتم مصنف مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی، کتاب سنی قوم کا ایک ہی نعرہ اعظم طارق جان سے پیارا مصنف مولانا اعظم طارق کتاب امیر معاویہ کانفرنس مصنف مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کتاب ''مذہب اہلبیت کے خلاف اندرونی اور بیرونی استعماری سازشیں، مصنف مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کتاب کا نام ''مولانا اعظم طارق'' مصنف ''۔'' م بھی یہی ہے۔ کیسٹ ''رد بریلوی مقرر مولانا شمشاد سلفی کیسٹ بریلوی والیم نمبر 2 مقرر مولانا شمشاد سلفی کتاب مختلف تقاریر مصنف کے نام کی جگہ مختلف علماء کرام لکھا گیا ہے۔ کتاب ''مختلف تقاریر، مصنفین سید ضیاء الدین آف گلگت مولانا اعظم مولانا حق نواز جھنگوی مرحوم کیسٹ ''تقاریر آف BLA مقرر کی جگہ Recorded by BLA کتاب فارز عرف

تقاریر ٹریننگ گاور فائٹنگ مصنف کے نام کی جگہ Byextremists لکھا گیا ہے۔ کتاب طالبان ایکشن نادرن وزیرستان مصنف کے نام کی جگہ Byextremists لکھا گیا ہے کہ کتاب جہاد (2) مصنف کے نام کی جگہ Byextermists لکھا گیا ہے کیسٹ فدایان ٹریننگ وریکرٹمنٹ شائع کنندن کی جگہ رہبر جہادی اسٹوڈیو درج کیا گیا، ''اعظم طارق کون؟'' مصنف مولانا یحیٰ عباسی، کتاب ''حیات وخدمات'' مصنف مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی مرحوم کتاب مذہبی داستان اور ان کی حقیقت مصنف مولانا حبیب الرحمٰن کتاب خلافت راشدہ مصنف فیض عالم صدیقی تفسیر مصنف علامہ مقبول احمد رسالہ لسان صدف مصنف کے نام کی جگہ صرف شیعہ درج کیا گیا۔ کتاب عین الحیوۃ مصنف علامہ باقر مجلسی جلاء العیون (فارسی) مصنف علامہ باقر مجلسی، کتاب پیغام آشنا ماہنامہ مصنف علامہ باقر مجلسی کتاب کشف الاسرار مصنف امام خمینی کتاب ''مستقیم'' مصنف و پبلشر کی جگہ لکھا گیا ہے کہ ایران ایمبیسی سے شائع ہوتا ہے کتاب ''انتقام حق'' مصنف پبلشر کی جگہ لکھا گیا ہے کہ ایران ایمبیسی سے شائع ہوتا ہے کتاب ''بدزبان ناصبی حرامی ملاؤں کو لگام'' مصنف غلام حسین نجفی کتاب کا نام کیا ناصبی مسلمان ہیں در جواب کیا شیعہ مسلمان ہیں؟ مصنف غلام حسین نجفی کتاب کا نام جاگیر فدک (مسئلہ فدک پر بحث) مصنف غلام حسین نجفی کتاب کا نام ''سہم سوم نی (حضرت عمر کی دامادی کا دندان شکن جواب) مصنف غلام حسین نجفی کتاب کا نام قول مقبول فی اثبات (مسئلہ عثمان داماد رسول کا ٹھوس جواب) مصنف غلام حسین نجفی کتاب کا نام ''کتاب کا نام ماتم اور صحابہ، کتاب کا نام شیعہ امور کا شریعت کی روشنی میں ٹھوس مصنف غلام حسین نجفی قول سدید در جواب (یزیدیوں کے تمام اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے) مصنف غلام حسین نجفی کتاب کا نام'' کردار یزید در خواب خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید (یزید کی ظالمانہ کارروائی اور اس کی بدکردار زندگی پر مفصل تبصرہ) مصنف غلام حسین نجفی کتاب کا نام اسلامی نماز و دیگر عبادات بمطابق فقہ جعفریہ (امام خمینی اور ابوالقاسم خوئی کے فتویٰ مطابق پیش نمازی) مصنف غلام حسین نجفی کتاب کا نام ''بغاوت بنو امیہ اور معاویہ در جواب خلافت بنو امیہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہا و حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ و دیگر باتوں پر مفصل تبصرہ) مصنف غلام حسین نجفی کتاب کا نام بنو امیہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی خاندان نبوت پر (بدعت معاویہ رضی اللہ عنہ خاندان نبوت ﷺ پر سیر حاصل تبصرہ)'' مصنف غلام حسین نجفی، کتاب کا نام ''خصائل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ در جواب شمائل حضرت علی رضی اللہ عنہ'' کتاب کا نام'' حقیقت فقہ حنفیہ در حقیقت فقہ جعفریہ'' مصنف غلام حسین نجفی شامل ہیں۔

ان تمام کتابوں میں حضور ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہلبیت اطہار اور اولیائے کرام کی شان میں کھلے عام گستاخیاں کی گئی ہیں لہٰذا حکومت پاکستان نے ان تمام کتابوں کو ضبط کرنے اور پابندی لگانے کے احکامات جاری کیے ہیں۔ (روزنامہ ایکسپریس اسلام آباد 8 ستمبر 2006ء)

ادارہ کی دیگر
اسلامی
مطبوعات

رسول کریم کی نماز

جب ابر کرم برسا
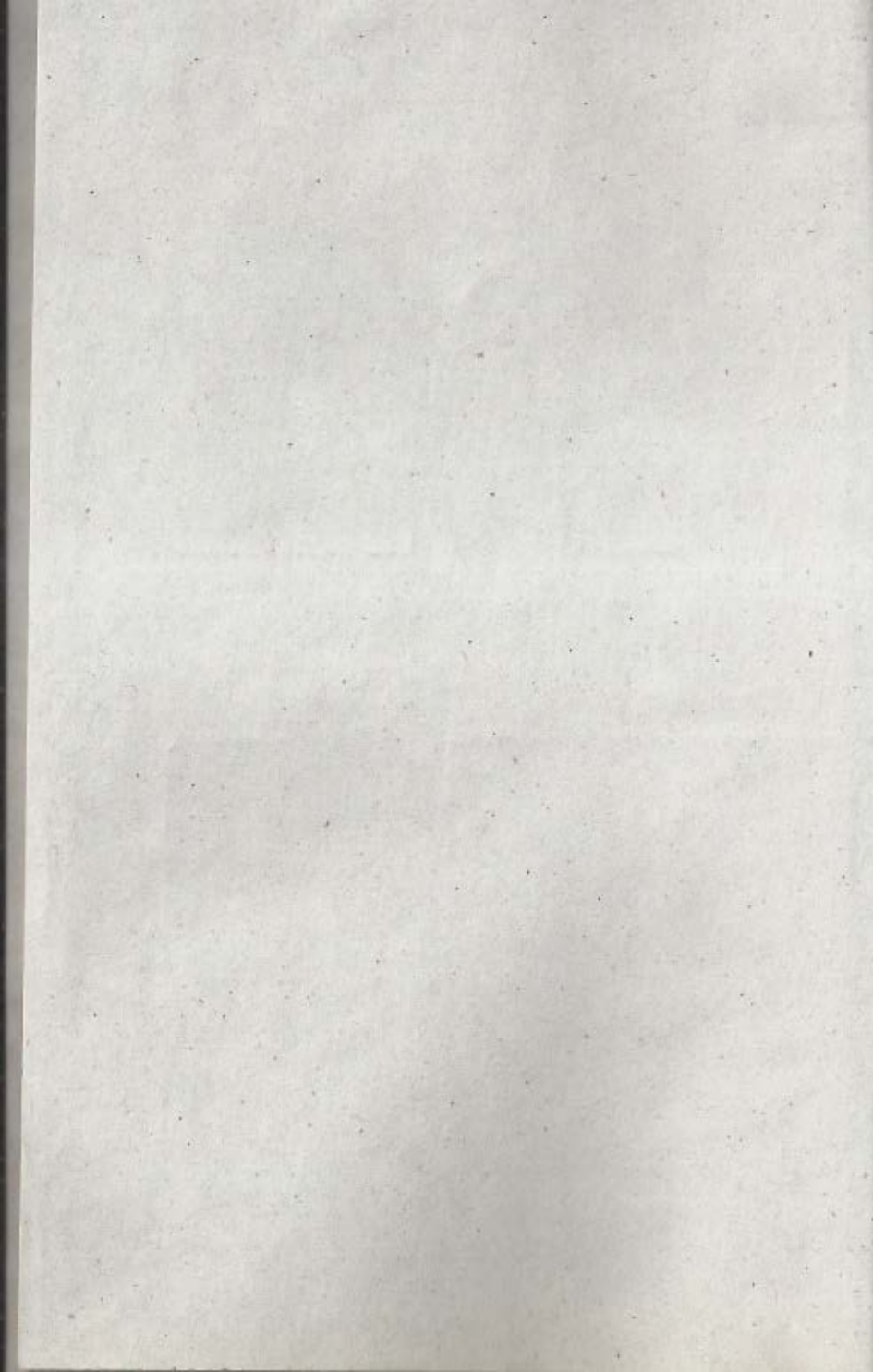
ادارہ اہل سن
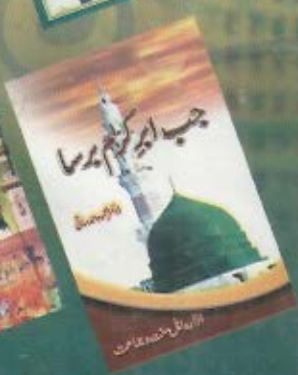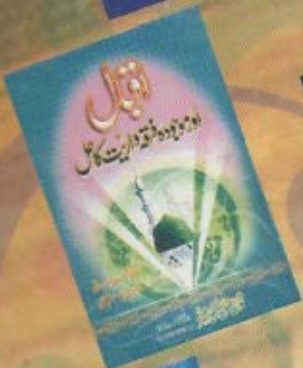
محمد رسول اللہ
ایمان
والدین مصطفٰے
اور قرآن
ت وجماعت

ادارہ کی دیگر
اسلامی
مطبوعات
تاریخی مناظرے
رسول کریم کی نماز
ادارہ اہل سنت وجماعت